فاعتبروا یا اولی الأبصار

قطب العالم شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوری رحمہ اللہ تعالے

کی نادرہ روزگار تفسیر بالاعتبار والتاویل

المسمّٰی بہ

زبدۃ القرآن

ضبط و ترتیب

ابو الامجد مولانا سید شیر علی شاہ مدنی

شیخ الحدیث دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوریؒ کا نرالا اندازِ تفسیر، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا فلسفہ، سورتوں کے عنوان عام، خلاصے اور ربط، اصل پیغام، اکابر علماء دیوبند کے قرآنی علوم و معارف کا نچوڑ، قرآن کی تفسیر قرآن، احادیث اور اقوال صحابہ سے، قرآن نور ہدایت اور ہر دور میں قیام امن کی ضمانت

القاسم اکیڈمی جامعہ ابوہریرہ

برانچ پوسٹ آفس
خالق آباد نوشہرہ سرحد پاکستان

حضرت مولانا ڈاکٹر سید شیر علی شاہ
کی تصنیفات

نام کتاب	صفحات	قیمت
۱- تحقیق و مراجعت تفسیر حسن بصری (۵ جلدیں)	۲۰۰۰	۶۰۰
۲- تفسیر سورۃ الکہف	۳۶۰	۲۵۰
۳- زاد المنتھی (شرح سنن الترمذی)	۴۸۸	۱۱۰
۴- مکانۃ اللحیۃ فی الاسلام	۸۸	۳۵
۵- ختم نبوت پر سید عطاء اللہ شاہ بخاری کی مایہ ناز تقریر	(زیر طبع)	

ملنے کا پتہ

القاسم اکیڈمی، جامعہ ابوہریرہ،
برانچ پوسٹ آفس، خالق آباد، نوشہرہ، سرحد، پاکستان

gifted by Mulana ABDUL QAYYUM HAQANI
at - 3-10-1423 / 8-12-02 in JAMIA ABU H-RERA (RA).

فاعتبروا یااولی الابصار

قطب العالم شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوریؒ کی نادرہ روزگار تفسیر بالاعتبار والتاویل

المسمٰی بہ



زُبدۃ القرآن



ضبط و ترتیب : ابوالامجد مولانا سید شیر علی شاہ مدنی

شیخ الحدیث دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوریؒ کا نرالہ انداز تفسیر، شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کا فلسفہ قرآن، سورتوں کے عنوان عام، خلاصے اور ربط، اصل پیغام، اکابر علماء دیوبند کے قرآنی علوم و معارف کا نچوڑ، قرآن کی تفسیر، قرآن، حدیث اور اقوال صحابہؓ سے قرآن نور ہدایت اور ہر دور میں قیام امن کی ضمانت

ناشر

القاسم اکیڈمی، جامعہ ابوہریرہ

برانچ پوسٹ آفس، خالق آباد، نوشہرہ، سرحد، پاکستان

نام کتاب .... زبدۃ القرآن

ترتیب .... مولانا ڈاکٹر سید شیر علی شاہ مدظلہ العالی

باہتمام ونگرانی .... مولانا عبدالقیوم حقانی

تعداد .... 1100 (گیارہ سو)

ضخامت .... 304 صفحات

قیمت .... 120 روپے

طباعت باراول .... ربیع الثانی 1423ھ / جولائی 2002ء

ناشر .... القاسم اکیڈمی، جامعہ ابوہریرہ

برانچ پوسٹ آفس خالق آباد نوشہرہ سرحد پاکستان

ملنے کے پتے

☆ ...... کتب خانہ رشیدیہ، مدینہ کلاتھ مارکیٹ، راجہ بازار، راولپنڈی

☆ ...... مکتبہ سید احمد شہیدؒ، ۱۰-الکریم مارکیٹ، اردو بازار، لاہور

☆ ...... زمزم پبلشرز، نزد مقدس مسجد، اردو بازار، کراچی

☆ ...... صدیقیہ کتب خانہ، مہاجر بازار، اکوڑہ خٹک، ضلع نوشہرہ

نوٹ: اس کے علاوہ پشاور کے ہر کتب خانہ میں یہ کتاب دستیاب ہے



فہرست مضامین

اِفتتاحیہ

از : مولانا عبدالقیوم حقانی

حامداً و مصلیاً !

قرآن مجید عربی میں نازل ہوا۔ قرآن مجید کے اولین مخاطب لوگوں کی مادری زبان بھی عربی تھی۔ اس لئے قرآن مجید کے معانی ومطالب معلوم کرنے میں انہیں کوئی دقت پیش نہیں آتی تھی۔ جہاں زیادہ اجمال ہوتا، صحابہ کرامؓ خود آ کر قرآن کے مفسر اول محمد عربی ﷺ سے دریافت کر لیتے۔ عہد رسالت سے لے کر دور حاضر تک صحابہ کرامؓ، تابعین، تبع تابعین، ائمہ کرام اور علمائے امت نے قرآن مجید کے مطالب ومعانی اور اسرار ونکات معلوم کرنے کے لئے جو مساعی جمیلہ انجام دی ہیں، دنیا کی کوئی قوم اس کی نظیر پیش نہیں کر سکتی۔ قرآن مجید کی ہزاروں تفاسیر لکھی گئی ہیں اور لکھی جارہی ہیں اور لکھی جاتی رہیں گی مگر فرمان رسول ﷺ کے مطابق قرآنی نکات واسرار ختم ہونے میں نہیں آتے۔

ماضی قریب میں اکابر علمائے دیوبند میں سے شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ کو اللہ نے جہاں دیگر مناصب جمیلہ پر فائز فرمایا۔ وہاں انہیں قرآن مجید کے مفسر وترجمان ہونے کا منصب اور اعزاز بھی عطا فرمایا تھا۔ حضرت لاہوریؒ کو قرآن اور علوم قرآن سے خصوصی شغف، بلکہ عشق تھا، وہ علوم قرآن کے امام تھے۔ اللہ نے علم وعمل دونوں نعمتوں سے نوازا تھا۔ ظاہری اور باطنی علوم کے جامع تھے۔ روزانہ قرآن مجید کا درس دیتے۔ آپ کے درس میں شامل ہو کر استفادہ کرنے والے لوگوں میں محض علماء ہی نہیں، بلکہ انگریزی دان طبقہ کی ایک بڑی تعداد بھی شامل ہوتی۔ حضرت لاہوریؒ سے ہزاروں لوگ فیض یاب ہوئے۔ انہوں نے قرآن عزیز کے نام سے جو ترجمہ وتفسیر لکھی ہے، وہ بے حد مقبول ہے۔

شیخ التفسیر حضرت لاہوریؒ کی تفسیری خصوصیات میں سے جو خصوصیت مرکزی حیثیت رکھتی ہے، وہ یہی ہے کہ قرآنی تعلیمات اور تفسیر کو ارشادات قرآنیہ کے ظاہری معانی اور مراد پر مرتب ان سے بطور تاویل کے ان مسائل کا استنباط کیا جائے، جن کا تعلق جہانبانی اور حکمرانی سے ہو اور قرآن کریم کی تعلیم اپنے مورد پر بند نہ ہے، بلکہ عام حالات پر اس کا اطلاق کرنے کا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عرضِ مرتب

الحمد للّٰہ وکفیٰ ..... وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ ..... خصوصاً علی سید الأولین والآخرین صفوۃ المرسلین ..... وخاتم النبیین محمد ن المصطفیٰ وعلی آلہ واصحابہ شموس الفضل واعلام الھدیٰ.

اما بعد! زبدۃ المحدثین شیخ الحدیث مولانا عبدالحق قدس اللہ سرہ العزیز کے روحِ طیب پر رب العالمین جل جلالہ کروڑوں رحمتیں نازل فرماوے۔

کہ اس نے مجھے اور اپنے خلف الرشید محترم مولانا سمیع الحق صاحب کو قطب العالم، یگانۂ روزگار، بقیۃ السلف الصالحین، شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری نور اللّٰہ ضریحہ کی خدمتِ اقدس میں تفسیر پڑھنے کے لئے بھیجا اور تاکید فرمائی کہ حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے جملہ ارشادات وفرمودات کو حرف بحرف لکھدیا کریں اور ان کے جملہ مجالس سے استفادہ کریں۔

یکم رمضان المبارک ۱۳۷۲ھ کا دن کتنا ہی مسعود ومیمون تھا کہ ہم ایک عظیم بزرگ، یادگار اسلاف، شیخ وقت، امام المفسرین شیخ التفسیر لاہوری رحمۃ اللہ علیہ رحمۃ

طریق لوگوں کے ذہن نشین ہو جائے۔ حضرتؒ خود فرمایا کرتے، میں نے مضامین قرآن کو بطریق ذیل مرتب کیا ہے۔ ہر سورت کا عنوان، ہر رکوع کا خلاصہ، اس خلاصہ کا ماخذ اور ہر سورت کی تمام آیات کا ربط، مناسب موقع پر واقعات جزئیہ سے قواعد کلیہ کا استنباط (مقدمہ ترجمۃ القرآن) شیخ التفسیر حضرت لاہوریؒ سے استاذی المکرم شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ کو بڑی عقیدت اور محبت تھی۔ اپنے فرزند استاذی المحترم مخدوم ومکرم حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ اور اپنے تلمیذ رشید شیخ الحدیث حضرت مولانا ڈاکٹر سید شیر علی شاہ صاحب مدظلہ کو ان کی خدمت میں ترجمہ تفسیر اور تربیت کے لئے بھیجا تھا۔

مولانا ڈاکٹر سید شیر علی شاہ صاحب ایک جید فاضل، ایک مقبول ومحبوب مدرس، ایک صاحب دل بزرگ اور درویش خدامست عالم دین ہیں۔ اپنے مشائخ اساتذہ اور اکابر سے گرویدگی اور وارفتگی کی حد تک محبت ہے، ان کا کوئی بیان ہو درس ہو یا تحریر اپنے اکابر کے ذکر سے مزین ہوگا۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق، شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوریؒ، شیخ الحدیث حضرت درخواستیؒ اور شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان ان کے محبوب اساتذہ ہیں۔ عظیم علمی شخصیت ہونے اور ایک عظیم ادارہ کے شیخ الحدیث ہونے کے باوجود تواضع اور شیوخ کی خدمت کا یہ جذبہ کہ پیرانہ سالی عوارض وامراض کے باوصف شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوریؒ کے افادات کی ترتیب کا کارنامہ سرانجام دے دیا۔

حضرت ڈاکٹر صاحب موصوف نے دوران درس اپنے شیخ کے املائی افادات قرآنی علوم ومعارف اور امام لاہوریؒ کے علمی نکات کو محفوظ کیا اور پھر تمام زندگی دورۂ تفسیر کی شکل میں کبھی کراچی، کبھی اکوڑہ خٹک اور کبھی قندھار میں ہزاروں طالبان علم تفسیر کو پڑھاتے رہے اور اب ''زبدۃ القرآن'' کے نام سے انہیں مرتب فرما کر ایک عظیم تفسیری سوغات طالبان قرآن کی خدمت میں پیش کر رہے ہیں۔ امام لاہوریؒ کے افادات کا یہ گرانقدر مجموعہ ''القاسم اکیڈمی'' شائع کر رہی ہے۔ ادارہ حضرت ڈاکٹر صاحب کے حسن اعتماد پر ممنون اور شکر گزار ہے کہ انہوں نے ہم گناہگاروں کو خدمت کا یہ موقع بخشا۔ و اجرھم علی اللہ!

عبدالقیوم حقانی

۲۰ ربیع الثانی 1423ھ

واسطہ کے نورانی اور روحانی درسگاہ میں بصد ادب تفسیر قرآن پڑھنے کے لئے بیٹھ گئے۔ خطبہ مسنونہ کے بعد ایک عجیب پر کیف، وجد آفرین انداز میں حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ نے درس قرآن کا آغاز فرمایا۔

حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ کے فرمان کے مطابق ابتداء درس سے پورے اہتمام اور پابندی کے ساتھ درس قرآن قلم بند کرنے لگا۔ روزانہ موضوعات اور خلاصے یاد کرنا پڑتے۔

حضرت لاہوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ روزانہ امتحان لیا کرتے تھے درس سے فارغ ہوتے ہی مسجد کے صحن میں یہ ناچیز پٹھان طلبہ کو حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا تمام درس پشتو زبان میں پڑھاتا تھا، کبھی کبھار حضرت رحمۃ اللہ علیہ اپنی درس گاہ سے اپنے قیام گاہ تشریف لے جاتے تو ہمارے قریب کھڑے ہو جاتے تھے، ہم سب جب حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھتے تو ادباً کھڑے ہو جاتے حضرت فرماتے بیٹھ جاؤ۔ میں تمہارا درس پشتو میں سنتا ہوں۔ پٹھان طلبہ پر حد درجہ مہربان تھے فرماتے تھے یہ مجاہد ہیں۔ الحمدللہ، بندہ حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے درس کو نناوے فیصد ضبط کر لیتا تھا۔

مجاہد کبیر بطل اسلام حضرت مولانا عبیداللہ انور نور اللہ وجھہ واکار ضریحہ کے فرمان پر بندہ نے اس تفسیر کے تقریباً تین قسط خدام الدین میں اشاعت کے لئے بھیجے تھے۔ جن میں دو قسط ۳۱ اگست ۱۹۶۲ء کو صفحہ ۷ اور ۷ ستمبر ۱۹۶۲ء صفحہ ۱۱ پر خدام الدین میں شائع ہوئے تھے۔ بعد ازاں تدریسی مشاغل کی وجہ سے باقی اقساط نہ بھیج سکا۔ مدینہ منورہ میں قیام کے دوران مخدومی و مکرمی حضرت مولانا سید عطاء المحسن شاہ صاحب

بخاری دامت برکاتہم العالیہ ﴿خلف الرشید امیر شریعت حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ﴾ سے حضرت لاہوریؒ کی اس تفسیری مسودات کا تذکرہ ہوا تھا انہوں نے فرمایا تھا کہ اس کی اشاعت ضرور ہونی چاہیے۔ اب تقریباً دو سال سے شاہ صاحب مدظلہ العالی مسلسل اصرار فرما رہے ہیں کہ حضرت لاہوریؒ کی یہ زرین بیش بہا تفسیر جواہر افادۂ عام کے خاطر زیور طبع سے آراستہ ہونی چاہئیں۔

اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ کتب خانہ میں حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے دورہ تفسیر کے تمام مسودات مل گئے اور حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کی ترتیب کے مطابق اس زرین تفسیر ﴿زبدۃ القرآن﴾ کے چند اوراق عامۃ المسلمین کے افادہ کی خاطر پیش کر رہے ہیں۔ چونکہ حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر کا محور تفسیر بالاعتبار والتاویل ہے جو قرآن مجید کا لب لباب ہے بنا بریں ان تفسیری جواہر و حکم کو احباب و مشائخ کے مشورہ سے زبدۃ القرآن کے نام سے موسوم کر دیا۔ اللہ تعالیٰ قبولیت سے نوازے اور بقیہ تفسیر کی طباعت و اشاعت کی توفیق بخشے۔

واللہ من وراء القصد، وهو ولي التوفيق وبنعمته ...... وفضله تتم الصالحات، وهو المستعان وعليه التكلان ...... وصلى الله تعالىٰ على أشرف رسله وخاتم انبيائه، وعلى آله وأصحابه أجمعين.

شیر علی شاہ المدنی کان اللہ لہ
خادم الحدیث النبوی الشریف ﷺ
بجامعۃ دار العلوم حقانیہ
اکوڑہ خٹک ۱/۲/۱۴۲۳ھ

یکم رمضان المبارک سنہ ۱۳۷۸ھ

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم!

الحمدللہ ثم الحمدللہ کہ آپ حضرات نے اپنے فرائض وذمہ داریوں کو محسوس کرتے ہوئے قرآن مجید سیکھنے کے لئے دور دراز کا سفر کیا۔ خیرکم من تعلم القرآن وعلمہ (حضور ﷺ کا ارشاد ہے: تم میں سے افضل وہ ہے جو قرآن سیکھ کر اوروں کو سکھائے)

علماء کا فریضہ اشاعت قرآن وحدیث:

جو فرائض ایک عالم دین کے ذمہ عائد ہورہے ہیں وہ قرآن پاک وحدیث کی اشاعت وتبلیغ ہے۔

﴿یا ایھا الرسول بلغ ما انزل الیک﴾

اے برگزیدہ رسول جو کتاب آپ پر اتاری گئی ہے اس کی تبلیغ کیجئے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کے ذمہ تبلیغ قرآن کا فریضہ لگا دیا ہے چنانچہ آپ نے تبلیغ قرآن کا یہ اہم فریضہ باحسن وجوہ سرانجام دیا۔

﴿ھو الذی بعث فی الأمیین رسولاً منھم یتلوا علیھم آیاتہ ویزکیھم ویعلمھم الکتاب والحکمت وان کانوا من قبل لفی ضلل مبین﴾

(اللہ تعالیٰ وہی ذات ہے جس نے اَن پڑھوں میں ایک رسول بھیجا جو انہیں میں سے تھا، وہ رسول ان کو اللہ تعالیٰ کی آیتیں پڑھ کر سناتا ہے اور ان کو سنوارتا ہے اور وہ رسول ان کو کتاب وحکمت سکھاتا ہے اگرچہ وہ اس رسول کی تشریف آوری سے قبل صریح گمراہی میں مبتلا تھے۔)

فرائض علماء: حضور ﷺ کے بعد یہ فریضہ نیابۃً صحابہ کرامؓ، تابعینؒ، تبع

تابعینؒ، مجتہدینؒ، مفسرینؒ، محدثینؒ اور ہر قرن کے علماء ربانیین اور صوفیائے کرام سرانجام دیتے رہے۔ اب یہ فریضہ (العلماء ورثۃ الأنبیاء) کے تحت رسول اللہ ﷺ کی طرف سے نیابۃً آپ حضرات پر ان کے غلام ہونے کی حیثیت سے عائد ہورہا ہے اور آپ بحیثیت غلام ہونے کے اس کے ذمہ دار ہیں۔

حضرت مولانا عبیداللہ سندھی کے دینی، مذہبی کارہائے نمایاں:

یہاں جو کچھ بیان کیا جائے گا، حضرت مولانا عبیداللہ کے نہج پر ہوگا۔ حقیقت میں یہ سب کچھ حضرت سندھی کی جامعیت علوم، قرآنی علوم میں کمال بصیرت اور عالمی سیاست پر عمیق نظر کی بدولت ہے اور ان کی سالہا سال کی دماغی محنت اور تجربہ ہائے دراز کا نتیجہ ہے۔ یہ عظیم الشان خدمت انہوں نے امروٹ شریف (ضلع سکھر) کی مسجد میں معتکف بیٹھ کر سرانجام دی تھی، اگر کسی کو اس سے کوئی نئی چیز سمجھ میں آجائے تو چشم ما روشن دل ماشاد۔

نظارۃ المعارف القرآنیہ دہلی کی تاسیس:

حضرت مولانا سندھی نے قرآن کی اشاعت کی خاطر یہ تہیہ کرلیا تھا کہ قرآن پاک کے مقدس علوم کو ہر طبقہ میں پہنچا دیا جائے چنانچہ انہوں نے نظارۃ المعارف کے نام سے دہلی میں ایک مدرسہ کی بنیاد رکھی۔ جس میں قرآن کی درس وتدریس کا انتظام کیا گیا اور مولانا نے پانچ مولوی اور پانچ انگریزی دان اس کے لئے منتخب کئے اور ترجمہ شروع کرایا، یہ واقعہ آج سے بیالیس سال پہلے کا ہے میں اس وقت جوان تھا اب تو میں چوہتر سال کا بوڑھا ہوں، میں حضرت مولانا کی تقریر قلمبند کرتا تھا، چونکہ میں تیز لکھنے کا ماہر تھا اس لئے میں تقریر کے اکثر حصہ کو ضبط کرلیتا تھا۔ مولانا سندھی نے ایک دفعہ میری کاپیاں دیکھیں تو خوش ہوکر فرمایا: کہ احمد علی تو نے تو اسّی نوے فیصد الفاظ ضبط کرلئے ہیں۔

حضرت شیخ التفسیر کی تحریر شدہ کاپیاں :

میں روزانہ ایک دستہ کاغذ کالا کر اس پر لکھ لیتا تھا۔ سنہ ۱۹۱۵ء میں جب حضرت مولانا سندھی اپنے استاد و مربی شیخ الہندؒ کے ایماء پر افغانستان تشریف لے جارہے تھے تو انہوں نے مجھے فرمایا: کہ وہ تحریر شدہ کاپیاں مجھے دے دیں میں نے معذرت پیش کی کہ یہ تو میرا اسرار علم ہے، خدا نے کام لیتا تھا، میں حضرت کے ارشادات لکھ کر پکاتا تھا اور دہراتا تھا۔

حضرت شیخ التفسیر کی علمی محنت و مشقت:

عصر کے وقت دیگر طلبہ تو سیر وسیاحت کے لئے نکلتے اور میں روزانہ خواجہ باقی باللہ کے مزار پر جاکر سبق یاد کرتا تھا، ان دس شاگردوں میں سے کسی کو اشاعت کی توفیق نہ ملی، نہ ان مولویوں میں سے کسی نے یہ خدمت ادا کی اور نہ ان اور گریجویٹوں میں سے کسی نے یہ فریضہ سرانجام دیا۔

حالانکہ میرے تمام ساتھی مجرد تھے اور میں بال بچے دار تھا۔ میرے بڑے لڑکے مولوی حبیب اللہ وہاں پیدا ہوئے تھے، جو اب مسجد نبوی ﷺ میں روضہ اقدس کے سامنے درس قرآن دے رہے ہیں، دار العلوم دیوبند کے فاضل وسند یافتہ ہیں۔ شام کو حدیث اور صبح کو قرآن مجید کا درس عربی میں دیتے ہیں، چونکہ وہ پانچوں مولوی نہ لکھتے تھے اور نہ اسباق کو دہراتے تھے۔ اس لئے ان کو اس خدمت کا موقعہ میسر نہ ہوا، اور انگریزی دانوں کا تو پوچھنے ہی کیا؟ میرے پاس سولہ کاپیاں تھیں، جن میں سے بعض انگریزی میں ضبط کرلی گئیں تھیں۔

الحمد للہ کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے کام لیا اور اس وقت سے لے کر آج تک درس قرآن کی خدمت کی توفیق اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی ہے۔ آج کوئی صوبہ اور ضلع ایسا نہیں جہاں پر یہاں کے فارغ شدہ فضلاء نہ ہوں اور قرآن وحدیث کی اشاعت میں مصروف

نہ ہوں۔ آپ حضرات سے بھی یہی توقع ہے کہ آپ قرآن مجید کو سمجھیں گے اور پھر یہاں سے جاکر اوروں کو سمجھائیں گے۔

چند مبادی :

مقصد سے پہلے میں چند مبادی عرض کرنا چاہتا ہوں تاکہ تمہیں مقاصد سمجھنے میں بصیرت حاصل ہو۔

دورہ تفسیر کی ضرورت :

۱) ایک تو یہ کہ تمہیں جلالین شریف اور بیضاوی شریف پڑھنے کے بعد قرآن مجید کے ترجمہ کی دوبارہ ضرورت کیوں پیش آئی۔ اس لئے کہ تم نے اب تک جلالین اور بیضاوی کے ضمن میں قرآن مجید کا ترجمہ کیا تھا۔ قرآن مجید کو سامنے رکھ کر آپ نے ترجمہ نہیں سیکھا۔ قرآن شریف پر بنفسہ غور نہیں کیا۔ بلکہ تفاسیر کی ضمن میں ترجمہ کو تبعاً پڑھا، صرفی ونحوی الجھنوں میں پھنس کر قرآنی تعلیمات سے بے خبر رہے۔ آپ کو معلوم ہے کہ فقہائے عظام کا مسلمہ قانون ہے کہ مورد اگر چہ خاص ہوتا ہے مگر حکم عام ہوتا ہے اور دوران علت پر دوران حکم ہوتا ہے، یعنی کسی آیت کا نزول اگر چہ کسی واقعہ خاص میں ہوتا ہے مگر الفاظ کے عموم کی وجہ سے اس کا اجراء ہر جگہ ہوسکتا ہے آپ نے اس نقطہ نگاہ سے قرآن مجید پر بھی غور نہیں کیا۔ یعنی موارد خصوصی کو قواعد عموی میں منتقل کرنا ایک اہم ضابطہ ہے آپ کو ان چیزوں کی ضرورت ہے۔ جلالین اور بیضاوی میں یہ چیزیں نہیں ملتیں۔

میرا مقصد ان کتابوں پر تنقید نہیں اللہ تعالیٰ نے ان بزرگوں کی مساعی جمیلہ کو قبول فرمایا مدت مدید سے لاکھوں افراد ان کتابوں کو پڑھ چکے ہیں اور پڑھ رہے ہیں۔ درس نظامی میں یہ کتابیں شامل ہیں ان کے بغیر کوئی مولوی نہیں بن سکتا۔ لیکن معاف کیجئے ان کے متعلق یہ تو نہیں کہا گیا "ھو الأول ھو الآخر" ان کتابوں میں تو صرف لفظی اور معنوی تحقیق ہے ان میں منتہائے مقصد نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آپ حضرات کو ان

کتابوں کے پڑھنے کے بعد بھی قرآن مجید کے علوم و معارف سمجھنے کی ضرورت محسوس ہوئی۔

تفسیر کے تین اقسام:

تفسیر فسر سے مشتق ہے فسر کے معنی واضح اور روشن ہونا ہے فن تفسیر کو بھی اس لئے تفسیر کہتے ہے کہ اس میں قرآن مجید کے معانی و مطالب کو اس طرح واضح کر کے ظاہر کر دیا جاتا ہے جس میں کسی قسم کا شک و شبہ باقی نہ رہے۔

تفسیر کے تین اقسام ہیں:

۱)۔ تفسیر صحیح ۲)۔ تفسیر بالرائی ۳)۔ تفسیر بالاعتبار والتاویل۔

۱) ...... تفسیر صحیح :

ما یوقف علی المنقول (المراد من المنقول الکتاب والسنة) وکلاهما منقولان من الابتداء إلی یومنا هذا والمراد من السنة ما أنا علیه وأصحابی. تفسیر صحیح میں سیاق و سباق کو مدنظر رکھا جائے، معنی حقیقی یا مجاز متعارف لئے جائیں، حدیث یا صحابہ کے اقوال سے استدلال ہو۔ کیونکہ حضور ﷺ کے بعد آپ کے صحابہ کرامؓ قرآن مجید کو سب سے زیادہ جاننے والے ہیں۔

۲) ...... تفسیر بالرائے :

ما لا یتوقف علی المنقول بل یکون مخالفاً منه فهو وإن کان مخرجاً من الکتاب لکن لمّا کان مخالفا من المنقول لا یقبل أصلاً مثاله ما إذا قال قائل: حی علی الصلاة فیقول الآخر: أنا أصلی أی: أدعو لأن معنی الصلاة الدعاء فأنا أصلی صلاة أی: ادعو دعاءً لا تصلون مثلها فهو تفسیر بالرأی وهو حرام کما قال النبی ﷺ: من قال فی القرآن بغیر علم وفی روایة من فسّر برأیه فلیتبوء مقعده من النّار.

(شیخ التفسیر نے یہاں بطور جملہ معترضہ فرمایا تھا میں کہتا ہوں کہ جو ترجمہ کے لئے آئے وہ پہلے ہی سے آئے تا کہ مبادی سمجھ کر بعد میں قرآن شریف کے مقاصد سمجھنے میں دقت نہ ہو، بعد میں آنے والے طالب علموں کو مبادی نہ معلوم ہونے کی وجہ سے سمجھنے میں تکلیف ہوتی ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا جو قرآن مجید کی تفسیر بغیر کسی شرعی دلیل کے کرے گا وہ اپنے لئے جہنم میں جگہ بنائے گا۔ از : مرتب)

کیونکہ عربی بہت وسیع زبان ہے ایک ایک لفظ کے کئی معنی ہوتے ہیں۔ سیاق و سباق کے بدلنے کی وجہ سے معنی بھی بدل جاتے ہیں جو تفسیر حضور ﷺ نے خود فرمائی ہو اس سے بڑھ کر اور کوئی تفسیر ہو نہیں سکتی حضور ﷺ ہی کے متعلق خود منزل قرآن فرماتے ہیں۔ ویعلمهم الکتاب یہ رسول ﷺ لوگوں کو قرآن سمجھائے گا۔ حضور ﷺ قرآن مجید کی زندہ تفسیر تھے ان کے اقوال و افعال نے قرآن مجید کا عملی نمونہ دنیا کو بتایا ہے اسی لئے حضرت عائشہؓ سے جب حضور ﷺ کے اخلاق کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا کان خلقه القرآن اور اللہ تعالیٰ نے خود تصدیق فرمائی ﴿وما ینطق عن الهوی إن هو إلا وحی یوحی﴾ جو بات حضور ﷺ نے ارشاد فرمائی وہ وحی ہے۔ (کل ما نطق الرّسول فهو وحی وهو علی قسمین جلی وخفی، والجلی یقال له المتلو، والخفی یقال له غیر متلو) تو معلوم ہوا کہ تفسیر بالرائی ناجائز ہے (من تکلم فی القرآن برأیه فأصاب فقد أخطاء) جس نے قرآن مجید میں اپنی رائے سے کلام کیا اور وہ اس کلام میں حق کو پہنچا مگر پھر بھی اس نے غلطی کی کہ اپنے رائے کو قرآن میں دخل دیا۔

۳) ...... تفسیر بالتاویل والاعتبار :

تاویل اول سے مشتق ہے۔ اول بمعنی رجوع گردن، رجوع کرتا ہے اور مفسرین کے اصطلاح میں تفسیر بالتاویل سے یہ مراد ہے کہ قرآن کریم کی آیات محتمل کی

ایسی تفسیر کی جائے جو کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ سے مخالف نہ ہو ...... (صرف الکلام عن الظاهر الی احتمال غیر مخالف لکتاب اللہ وسنة رسول اللہ) گویا تفسیر بالتاویل والاعتبار (استنباط الأحکام العامة من النصوص الخاصة) قرآن مجید میں جو حالات و واقعات مذکور ہیں، ان کو اپنے اوپر چسپاں کرنا اور اس آئینہ میں اپنا منہ دیکھنا، کیونکہ اول کے معنی رجوع کرنا یعنی کتاب اللہ کو اپنی طرف رجوع کر کے لانا۔

(لان القرآن نزل لکل قوم ایما کانوا من غیر خصوصیة مصر وعصر کانه نزل الینا الیوم من اللوح المحفوظ فالتفسیر بالتاویل والاعتبار جائز بل ضروری للعلماء الماهرین فی علوم الکتاب والسنة)

کیونکہ قرآن مجید کا صحیح فائدہ اور مقصودی چیز اس کے بغیر سمجھ میں آ نہیں سکتی، آپ کی ذمہ داری ہے کہ آپ کتاب اللہ کو سمجھ کر خلق خدا کو سمجھائیں اور لوگوں کے سمجھانے کے لئے آپ کو تفسیر بالاعتبار والتاویل کو استعمال میں لانا ہوگا، مثلاً آپ سورۃ الفیل کی تفسیر بیان کر رہے ہیں پس آپ اگر مکمل واقعہ سنائیں کہ ابرہہ شاہ حبش کی طرف گورنر تھا اور حضور ﷺ کی ولادت باسعادت سے قبل بیت اللہ کے مسمار کرنے کے لئے اس نے مکہ معظمہ پر فوج کشی کی تھی، کیونکہ اس نے اپنا کعبہ بنایا تھا، لوگوں کو اس کی عبادت و تعظیم پر مجبور کرتا تھا، مگر وہ اس ارادہ میں کامیاب نہ ہوا تو اس نے سوچا کہ جب تک بیت اللہ کو نہ مٹایا جائے تب تک میرا بنایا ہوا کعبہ کامیاب نہیں ہو سکتا، اللہ تعالیٰ نے اس کو پرندوں کے ذریعے شکست دی، اسی طرح اگر آپ پورا قصہ سناتے چلے جائیں تو تفسیر کا حق تو ادا ہو جائے گا مگر اصلاح خلق نہ ہوگی عوام کو کوئی فائدہ نہ ہوگا نہ کوئی خاص سبق حاصل ہوگا، جب تک کہ اس آئینہ میں قوم کو اپنی صورت نہ دکھائی جائے کہ یہ چھوٹی سی سورت اس مقصد کے لئے اتاری گئی ہے، اس کا موضوع یہ ہے، اس کا خلاصہ یہ ہے،

خلاصہ کلام ماخذ فلاں آیت ہے، مثلاً یوں کہا جائے کہ سورت کا عنوان اور موضوع یہ ہے کہ: توہین شعائر اللہ سے ذلت لازمی ہے اور ماخذ اس سورت کی پہلی آیت ہے، تو اب عوام کو یہ معلوم ہوگا کہ جو کوئی بھی شعائر اللہ کا توہین کرے گا وہ ذلت و رسوائی میں مبتلا ہوگا اور یہ ایک قانون کی شکل میں ہر اس شخص پر منطبق ہوگا جو کتاب اللہ یا بیت اللہ یا حدیث رسول اللہ ﷺ، نماز اور دیگر شعائر اللہ کی توہین کر رہا ہو۔

دوران علت پر دوران حکم :

اسی طرح ابولہب کا قصہ بیان کرنے سے سورۂ لہب کی تفسیر ہو جائے گی مگر لوگوں کو یہ معلوم نہ ہوگا کہ یہ کلمات قرآنیہ صرف ابولہب کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں یا اور کوئی بھی اس کا مصداق بن سکتا ہے؟ جب موضوع اور خلاصہ بیان ہو جائے تو لوگوں کو قانون کلی معلوم ہو جائے گا جس کا تعلق خاص فرد سے نہ ہوگا، بلکہ دوران علت کی بناء پر دوران حکم ہوگا۔

چار مبادی :

میں نے اب تک تمہید (حضرت مولاناؒ نے مبادی میں یہ بھی فرمایا تھا کہ قرآن مجید کے مخاطب وہ لوگ ہیں جو فطرت سلیمہ رکھتے ہوں) میں چار مبادی بیان کئے۔

نمبر ۱...... ایک تو یہ کہ تمہیں ترجمہ قرآن مجید کی ضرورت دوبارہ کیوں محسوس ہوئی۔

نمبر ۲...... تفسیر صحیح۔ نمبر ۳ ...... تفسیر بالرائ۔ نمبر ۴ ...... تفسیر بالاعتبار والتاویل۔

تفسیر کی بنیاد شاہ ولی اللہ کا فلسفہ :

پانچویں بات یہ ہے کہ جو چیز میں آپ کو ذکر کروں گا اس کی بنیاد (حجة اللہ فی الأرض إمام أهل الحق فی الهند إمام الفلاسفة فی الشریعة إمام أهل الشریعة والطریقة) امام المفسرین حضرت شاہ ولی اللہ کے فلسفہ پر مبنی ہوگی، خداوند قدوس نے حضرت شاہ ولی اللہ ؒ کو قرآن وحدیث کے اسرار و رموز، علوم

ومعارف کا بہت ہی وسیع اور عمیق علم عطا فرمایا تھا میں تو کہتا ہوں فوز الکبیر اور حجۃ اللہ البالغہ کو پڑھ کر پھر قرآن مجید کا ترجمہ اگر کوئی پڑھے تو تب سمجھ میں آجائے گا کہ قرآنی مقاصد و تعلیمات کیا ہیں، اس الہامی کتاب کے فلسفے اور حکمتیں کیا ہیں۔

حجۃ اللہ البالغہ کو پڑھانے والے :

الحمد للہ میں نے حضرت مولانا عبید اللہ صاحب سندھیؒ سے حجۃ اللہ البالغہ سبقاً سبقاً پڑھی ہے، ایک مرتبہ نہیں کئی مرتبہ اور پھر طلبہ کو کئی بار پڑھائی ہے۔ اس کے قواعد وضوابط کو دیکھ کر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عصر حاضر کے لئے یہ کتاب نازل فرمائی ہے، آج حجۃ اللہ البالغہ پڑھانے والے علماء صفحۂ ہستی پر باقی نہیں رہے۔ فخر المحدثین حضرت سید انور شاہ کاشمیری اور شیخ الحدیث مولانا حسین احمد صاحب مدنی، حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب جیسے اکابرین اس کتاب کو بخوبی پڑھا سکتے تھے ...... ﴿واما بنعمة ربك فحدث﴾ بندہ نے چونکہ حجۃ اللہ البالغہ کو بار بار پڑھا ہے اور پڑھایا ہے بفضلہ تعالیٰ طلبہ کو کچھ سمجھا سکتا ہوں، حضرت مولانا سندھیؒ علوم شاہ ولی اللہ کے صحیح ترجمان تھے، ناچیز نے ان کے آغوش تربیت میں رہنے کی بدولت یہ کتابیں سبقاً سبقاً پڑھی ہیں۔

امام لاہوریؒ چالیس سال شیخ کی تربیت میں :

حضرت شیخ التفسیر نے چالیس سال مسلسل اپنے شیخ و مرشد سے اکتساب فیض ورشد کیا۔ میں نے جب بیعت کی تو میری بیعت کے بعد میرے شیخ و مرشد چالیس برس تک زندہ رہے اور مجھے چالیس سال مسلسل ان سے اکتساب فیض کے مواقع نصیب ہوئے۔

تو میں عرض کر رہا تھا کہ میرے ترجمہ کا ماخذ حضرت شاہ ولی اللہ کا فلسفہ اور طرز تفسیر ہوگا، ان کا نظیر ہندوستان میں پیدا نہیں ہوا۔ جب سے اسلام پھیلا ہے اس وقت

سے آج تک اس سرزمین میں ان کے پائے کا کوئی شخص نہیں آیا، تو جو کچھ معروضات ہونگی وہ عقل وفلسفہ سے متعلق ہونگی اس میں عوام کے لئے بھی ایک خاص قسم کی دلچسپی ہوتی ہے، یہاں لاہور میں گھر گھر سکول ہے تیرہ کالج اور بے شمار ہائی سکولز ہیں۔ لاہور انگریزیت کا مرکز اور گڑھ ہے، یہاں بیضاوی شریف کی توجیہات سے کام نہیں چلیگا، یہاں عقلی اور فلسفی توجیہات کو تسلیم کیا جائے گا اور یہ توجیہات حجۃ اللہ البالغہ کے پڑھنے سے سمجھ میں آئیں گی اگر چار مہینے طالب علم مزید وقف کریں تو حجۃ اللہ البالغہ پڑھ سکیں گے، پنجاب میں ہر جگہ علماء درس قرآن شروع کر لیتے ہیں مگر چند دن کے بعد وہ درس بند ہو جاتے ہیں اس کی وجہ یہی ہے کہ وہ عقل اور فلسفہ کی روشنی میں ترجمہ نہیں کرتے۔

خدام الدین کا نصب العین :

خدام الدین کا نصب العین صرف اشاعت دین ہے الحمد للہ میرا درس کامیاب ہے اس میں خواص بھی شامل ہوتے ہیں عوام بھی، علماء بھی اور گریجویٹ بھی، خدا کا فضل شامل حال ہے پہلے خدام الدین چار سو نکلتا تھا اب ۵۲۵۶ نکلتا ہے (یکم رمضان المبارک ۱۳۷۸ھ) اس وقت خدام الدین کی اشاعت ۵۲۵۶ تھی اب تو بفضلہ سولہ ہزار سے زائد شائع ہو رہا ہے۔ شیر علی شاہ) میں نہ کسی فرقے کا نام لیتا ہوں نہ کسی خاص جماعت کا، خدام الدین میں صرف قال اللہ اور قال الرسول ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ اس کی مقبولیت دن بدن بڑھتی جاتی ہے۔

کفر کا فتویٰ لگانا آسان کام نہیں :

بعض علماء تو ایک دوسرے پر طعن و تشنیع کرتے ہیں ایک دوسرے کو گالیاں دیتے ہیں جس کی وجہ سے عوام میں ان کو نفرت کی نگاہوں سے دیکھا جاتا ہے۔

حضرت مولانا انور شاہ صاحب کاشمیریؒ ایک دفعہ کھوشہ سے تشریف لائے اور

یہاں ایک اجلاس میں ان کی تقریر ہوئی انہوں نے دوران تقریر میں فرمایا کہ بعض لوگ ہمیں کافر کہتے ہیں مگر ہم ان کو کافر نہیں کہتے اور یہ ہمارا ان پر احسان نہیں ہے بلکہ خود اپنے اوپر احسان ہے، کسی کو کافر کہہ دینا "کارے دارد" کفر کا فتویٰ لگانا آسان کام نہیں۔

ربط آیات :

چھٹی بات ربط آیات کے متعلق ہے آپ کو معلوم ہے کہ قرآن مجید ۲۳ سال کے عرصہ میں حسب ضرورت نازل کیا گیا ہے کبھی پوری سورت نازل ہو جاتی اور کبھی سورت کا کچھ حصہ، کبھی ایک آیت یا دو آیت نازل ہوتیں اور روایات سے ثابت ہے کہ بیک وقت متعدد سورتوں کا نزول جاری رہتا تھا اور رسول اللہ ﷺ فرماتے تھے کہ اس آیت کو فلاں آیت سے متصل کر دو فلاں آیت کو فلاں سورت میں لکھ دو اور یہ نہیں ہوتا تھا کہ سب کو ایک جگہ کیف ما اتفق جمع کر دیا جاتا ان ارشادات نبویہ ﷺ سے یہ بات ظاہر ہوئی کہ آیات کا آپس میں خاص ربط و تعلق ہے۔ اس لئے حضور ﷺ فرماتے کہ فلاں آیت کے بعد اس آیت کو لکھا جائے ورنہ اگر دو آیتوں یا دو سورتوں میں کوئی خاص مناسبت اور علاقہ نہ ہوتا تو پھر حضور ﷺ کے فرمان (کہ فلاں آیت کو فلاں سورت میں لکھو) کا کیا مقصد ہوتا۔

اسی طرح بعض سورتیں بہت چھوٹی ہیں اور بعض لمبی تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض سورتوں کے مضامین مختصر اور بعض کے مضامین لمبے ہیں، گویا لمبی سورتوں میں چھوٹی سورتوں کے اجمال کی تفصیل ہے جس سے دو سورتوں کے درمیان ربط ظاہر ہوتا ہے اور یہی متفقہ عقیدہ ہے کہ آیت اور سورتوں کی ترتیب توقیفی ہے یعنی جس طرح حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آپ ﷺ سے کہا آپ ﷺ نے اسی کے مطابق آیتوں کو مرتب اور ہر سورتوں کو اپنی جگہ پر لکھوا دیا اس سے پہلے آپ جلالین اور بیضاوی وغیرہ پڑھ چکے ہونگے ان کتب متداولہ نے ربط آیات کی اس خدمت کو سرانجام نہیں دیا اور آپ

نے اس کے متعلق بھی غور کیا۔

ربط کے متعدد اقسام :

ربط کے مختلف اقسام ہیں۔ ربط بین السور دو سورتوں کے درمیان باہمی ربط، ربط بین الآیات دو آیتوں کے درمیان ربط، ربط بین الجملتین دو جملوں کے درمیان ربط، ہر سورت کی ابتداء و انتہا میں باہمی مناسبت و ربط، ایک سورۃ کے خاتمہ اور ابتداء میں ربط۔ انشاء اللہ العزیز حسب موقع ان مختلف اقسام کے ربط کا ذکر ہوتا رہے گا۔

تقسیم سور، ترتیب سور، تعیین و تقسیم سور :

تقسیم سور، ترتیب سور، تعیین و تقسیم سور بھی حضور ﷺ نے فرمائی ہے کہ یہ فلاں سورت ہے، مکی مدنی سورتوں کا امتیاز بھی وقت نزول سے ہوا ہے۔

مکی سورتیں اور مدنی سورتیں: جو سورتیں آنحضرت ﷺ پر ہجرت سے پہلے نازل ہوئی ہیں وہ مکی سورتیں شمار ہوتی ہیں اور ہجرت کے بعد جو سورتیں نازل ہوئی ہیں وہ مدنی سورتیں کہلاتی ہیں۔ بنا بریں سورۃ النصر جو حجۃ الوداع میں بمقام منیٰ نازل ہوئی مدنی سورت کہلاتی ہے۔

سورتوں کی ترتیب توقیفی ہے :

البتہ ترتیب سور میں علماء کا اختلاف ہے۔ بعض کے نزدیک سورتوں کی ترتیب توقیفی ہے اور بعض کے نزدیک غیر توقیفی، مگر محققین کے نزدیک جس طرح آیات کی ترتیب توقیفی ہے اسی طرح سورتوں کی ترتیب بھی آپ ﷺ کے زمانہ خیر و برکت میں ہوئی تھی، حفاظ نے اسی وقت قرآن مجید کو اس ترتیب سے یاد کیا تھا جو اب موجود ہے اور آیتوں اور سورتوں کی ترتیب کو برقرار رکھنے کے لئے جبرائیل علیہ السلام رمضان مبارک میں حضور ﷺ سے دور کرتے تھے اور آخر رمضان میں دوبارہ دور کیا تاکہ ترتیب کو ہمیشہ

کے لئے باقی رکھا جائے۔

تو تقسیم سور اور ان کی تعیین سے ضروری طور پر یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایک سورت کو دوسری سورت سے جدا کرنے اور ہر ایک کے لئے الگ نام رکھنے کی کوئی خاص وجہ ضرور ہوگی اس خاص تقسیم کا کوئی منشا ہوگا اور دونوں سورتوں کے درمیان مابہ الامتیاز ہوگا جس کی وجہ سے علیحدہ سورتیں بن گئی ہیں۔ بنابریں ہر سورت کا خلاصہ دوسری سورت کے خلاصہ اور موضوع سے جدا ہوگا۔ چنانچہ ہر سورت کا خلاصہ پھر ہر رکوع کا خلاصہ پھر اس خلاصہ کا ماخذ عرض کرتا رہوں گا۔ کہ یہ خلاصہ کہاں سے اخذ ہے فلاں نمبر آیت سے یا فلاں نمبر آیت سے (حضرت شیخ التفسیر رحمۃ اللہ علیہ نے بطور جملہ معترضہ کے مندرجہ ذیل کلمات ارشاد فرمائے۔ میرے پاس جو قرآن مجید ہے اس میں آیتوں پر نمبر لگائے گئے ہیں اس میں آسانی ہوتی ہے کہ فلاں نمبر آیت ہے تو لکھنے میں آسانی ہوتی ہے)

علماءِ دیوبند کے تصدیقات:

چونکہ سورتوں اور آیتوں کے درمیان ربط اور دو رکوعوں کے درمیان مناسبت اور تعلق سورت کا خلاصہ اور رکوع کا خلاصہ ایک جدید چیز تھی اور یہ طرز و طریقہ اکثر تفاسیر میں نہیں پایا جاتا۔ اس وجہ سے میں اس مترجم قرآن مجید کا مسودہ جو آپ کے پیش نظر ہے استاذ العلماء، زبدۃ الصالحین حضرت مولانا سید محمد انور شاہ صاحب" شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد صاحب" مدنی شیخ الحدیث دار العلوم دیوبند، اسوۃ الفقہاء حضرت مولانا مفتی محمد کفایت اللہ صاحب" صدر جمعیۃ العلماء ہند، حضرت مولانا سلطان محمود صاحب" مدرس مدرسہ فتح پوری دہلی اور دیگر بزرگوں کو پیش کیا اور ان سے عرض کیا کہ اس مسودہ کا معائنہ فرمادیں اگر یہ مسودہ صحیح ہو، تو خدمت دین کی غرض سے شائع کیا جائے ورنہ چھوڑ دیا جائے، چنانچہ ان بزرگوں نے ناچیز کی اس حقیر خدمت کو سراہا، چنانچہ ان تقاریظ میں سے بعض بزرگوں کی چند تقاریظ بطور مشت نمونہ از خروارے آپ کو سناتا ہوں

تاکہ آپ کو معلوم ہو جائے کہ یہ ترجمہ اور یہ طرز ان بزرگوں کے نگاہوں میں کیسا ہے۔ استاذ العلماء حضرت مولانا انور شاہ صاحب" فرماتے ہیں (حضرت شیخ التفسیر لاہوری نے شاہ صاحب کی رائے ابتداء سے آخر تک بیان فرمائی چونکہ بزرگوں کی یہ رائے حضرت شیخ التفسیر" کے مترجم وحشی قرآن مجید کی ابتداء میں موجود ہے اس لئے یہاں ان کا ذکر کرنا موجب تطویل ہے البتہ یہاں ان عبارتوں کو لکھا جائے گا جن کا حضرت شیخ التفسیر نے بار بار تکرار فرمایا ہے۔ شیر علی شاہ)

علامہ انور شاہ کشمیری" کی تقریظ:

اب چونکہ زمانہ کا اور دور ہے اور تقریر و تحریر کا نیا طریقہ، مقاصد قرآن مجید کی خدمت ضرورت وقت کے مناسب شروع ہوئی (آگے انہوں نے اس عاجز کا نام لیا ہے اور مولانا احمد علی سے تعبیر کیا ہے عاجز نے چند یاران کو عرض کیا کہ ناچیز کو صرف احمد علی سے پکارا جائے مگر وہ تو فیاض تھے اپنے خدام و تلامیذ کو بھی مولانا کے نام سے نوازتے تھے) مولانا احمد علی کی خدمت ظہور میں آئی جو عاجز نے متفرق دیکھی، حضرت شاہ صاحب جامع تھے چند جگہوں سے یہ معلوم کر لیتے کہ یہ کس قسم کا ترجمہ ہے، "ما انا علیہ واصحابی" کے موافق ہے یا مخالف، جس طرح آدمی دیگ سے چند چاول چکھ لیتا ہے اور تمام دیگ کے چاولوں کو ان پر قیاس کر لیتا ہے، انہوں نے آگے لکھا ہے:

یہ تو نہیں کہا جا سکتا کہ ماضی و مستقبل میں اس کی نظیر ناممکن ہے مگر یہ کہنا بے جا نہیں کہ حق تعالیٰ نے ایک بہت بڑی خدمت جناب ممدوح سے لی اور اب انشاء اللہ العزیز عوام و خواص دونوں طبقے اس تفسیر سے اپنی تشفی کر سکیں گے اور ترجمہ پڑھانے والے حضرات بہت سی مشکلات سے رہا ہو جائیں گے میرے نزدیک خدمت قرآن کریم کا یہ ایک نیا دور ہوگا اور ربط آیات و مقاصد رکوعات کا ایک نیا باب۔ پھر انہوں نے حقیر کے بارے میں یہ دعا فرمائی ہے:

حق تعالیٰ جناب موصوف کے صحیفۂ اعمال میں اس ذخیرۂ حسنہ کو ودیعت رکھے اور اہل اسلام کو اس کے پڑھنے پڑھانے کی توفیق نصیب فرمائے آمین یارب العالمین۔ مجھے پوری توقع ہے کہ حق تعالیٰ نے ان بزرگوں کی دعوات صالحہ کو قبول فرمایا ہے۔

شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد صاحب مدنیؒ کی رائے گرامی:

شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد صاحبؒ (پہلے حضرت شیخ التفسیرؒ نے حضرت مدنی قدس سرہ العزیز کے کارہائے نمایاں دینی، مذہبی، تبلیغی خدمات کو ذکر فرمایا پھر ان کی رائے گرامی اول سے آخر تک سنائی یہاں صرف وہ عبارت درج کردی گئی ہے، جو حضرت شیخ التفسیر نے بار بار دھرائی) نے بھی حوصلہ افزائی فرمائی ہے اور حضرت شاہ صاحبؒ کی طرح انہوں نے بھی شان فیاضی سے ناچیز کے ساتھ مولانا کی اعزازی ڈگری پر صاد کیا ہے فرماتے ہیں: مولانا احمد علی (وفقه الله لما يحبه ويرضاه واسعده على قلل المرادات المرضيه وزقاه آمين) کو عنایات ازلیہ کی نظر انتخاب نے ازل ہی سے چن کر اس عظیم الشان امر کے لئے سبق بالحسنیٰ قرار دے دیا تھا، جن کی جدوجہد اور جانفشانیاں بفضلہ تعالیٰ عرصۂ دراز سے چمنستان میں بارآور ہو رہی ہیں۔ وذالک فضل الله يؤتيه من يشاء"۔

میں نے مولانا احمد علی کی یہ تحریر دربارۂ ربط آیات قرآنیہ وایضاح معانی قرآنیہ مختلف مقامات سے دیکھی۔ بحمد اللہ نہایت مفید اور کارآمد تحریر پائی۔ میری نظر سے کوئی مضمون ایسا نہیں گزرا، جو کہ مسلک اہل سنت والجماعت کے خلاف ہو یا اس پر کوئی گرفت ہو سکے۔ الحمد للہ مجھے اس جملہ سے اطمینان قلب اور خوشی ہے کہ ان بزرگوں کے مصیب نظر نے اس ترجمہ اور حواشی کو اہل سنت والجماعت کے مسلک کے مطابق ہونے کا فتویٰ دیا ہے۔

شیخ الاسلام حضرت مولانا مدنیؒ کے ساتھ حضرت شیخ التفسیر کی عقیدت: یہ تحسین

اور رائے کسی معمولی شخصیت کی نہیں یہ ایک بہت بڑے محدث اور ولی اللہ کی تصویب وتائید ہے۔ میں مسلم لیگ کے زمانے میں کہا کرتا تھا کہ حضرت مدنی کے جوتے میں جو علم ہے وہ احمد علی کے دماغ میں نہیں تم ان کی توہین کرتے ہو ان بزرگوں کی توہین کرنا حقیقت میں اپنے لئے ذلت ورسوائی خریدنا ہے میرا عقیدہ ہے کہ ان کا نظیر موجودہ دنیا میں نہ تھا اور نہ ہے، ان جیسا جامع الکمالات والصفات کون ہو سکتا ہے وہ شیخ الحدیث بھی تھے جمعیۃ العلماء کے صدر بھی تھے، مبلغ بھی تھے اور مجاہد بھی تھے اور ہزاروں لاکھوں اہل دل کے شیخ ومرشد بھی۔

حضرت مولانا مدنی نے اخیر میں دعائیہ کلمات ذکر کئے ہیں آخر میں مولانا احمد علی کو اس کامیابی پر مبارک باد دیتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے دارین میں ان کو سرخرو اور کامیاب فرمائے اور اپنی لقاء اور رضوان کے اعلیٰ درجات سے ان کو مالا مال کرے آمین۔ والله ولی التوفيق وصلى الله على خير خلقه سيدنا محمد وآله واصحبه وسلم۔

حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب کی تقریظ:

اسوۃ الفقہاء واستاذ العلماء حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب نے بھی ناچیز کی ہمت افزائی فرمائی (حضرت شیخ التفسیر قدس سرہ نے حضرت مفتی صاحبؒ کی رائے من اوله الی آخره سنائی)

وہ فرماتے ہیں کہ میں نے جستہ جستہ مقامات سے مطالعہ کیا اور اس طرز کو مفید اور سہل اور اقرب الی الفہم پایا میری نظر میں کوئی بات بھی مسلک اہل سنت والجماعت کے خلاف نہیں آئی۔ تمام ہندوستان کے مفتی اعظم اور صدر جمعیۃ علماء ہند کا یہ فتویٰ ناچیز کی سعادت وسرفرازی کا موجب ہے۔ مفتی مرحوم پانچ سو علماء کے صدر تھے ان کی وفات کے بعد حضرت مولانا مدنیؒ صدر مقرر کئے گئے۔ میں نے ان اکابرین کو یہ مسودہ اس لئے

دکھایا کہ اگر وہ اس کو رد کرنا چاہیں تو پہلے ہی سے رد کریں ایسا نہ ہو کہ شائع ہونے کے بعد یہ حضرات اس کی مخالفت کریں۔ ع

چہ کارے کند عاقل کہ باز آید پشیمانی

ملتان سنٹرل جیل میں حضرت شیخ التفسیرؒ اور مفتی اعظمؒ ہند اور مولانا احمد سعیدؒ و دیگر اکابرین

میں اور حضرت مفتی اعظم صاحب ملتان سنٹرل جیل میں تھے ہمارے ساتھ حضرت مولانا احمد سعید صاحب اور دیگر علماء و اکابرین بھی تھے حضرت مفتی صاحب کو دہلی سے گرفتار کر کے لایا گیا تھا اور مجھے یہاں لاہور سے گرفتار کر کے ملتان بھجوایا گیا تھا میں نے دوران قید و بند میں فرصت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ان کو یہ مسودہ دے دیا۔ ایک مہینہ تک یہ مسودہ ان کی کوٹھڑی میں پڑا رہا چونکہ وہ فارغ البال تھے اور میں نے مسودہ تصویب و تصحیح کے لئے دیا تھا۔

مفتی اعظم ہند کا فتویٰ :

اس لئے مفتی صاحب فرماتے ہیں میری نظر میں کوئی بات مسلک اہل سنت والجماعت کے خلاف نہیں آئی۔ تمام ہندوستان کے مفتی اعظم کا یہ فتویٰ میرے لئے کافی ہے۔ ....

نہ من تنہا دریں میخانہ مستم : جنید و شبلی و عطار ہم مست

مولانا عبدالعزیز گوجرانوالہ کی رائے :

حضرت مولانا عبدالعزیز صاحب خطیب جامع مسجد گوجرانوالہ نے اپنی رائے کے اخیر میں لکھا ہے، جو بعض مقامات میری نظر سے گزرے ہیں بحمد اللہ اصول اور نقل کی

اس میں برابر رعایت کی گئی ہے۔ ندوۃ العلماء کے مایہ ناز محقق مخدوم العلماء حضرت مولانا سید سلیمان ندوی کی تقریظ بھی موجود ہے۔

وہ اپنے رائے میں ناچیز کے متعلق لکھتے ہیں مولانا عبید اللہ صاحب سندھیؒ کے درس نے متعدد باکمال پیدا کئے جن میں سب سے پہلی جگہ (مولانا) احمد علی امیر انجمن خدام الدین کو حاصل ہے موصوف نے اس درس میں جو کچھ پایا اس کو وقف عام فرمایا۔ ان بزرگوں کی دعاؤں اور حوصلہ افزائیوں سے یہ سلسلہ چلا اور بحمد اللہ چل رہا ہے جلالین شریف پڑھنے سے تو آپ جلالین پڑھنے والوں کو سمجھا سکیں گے مگر عوام کو نہیں سمجھا سکیں گے دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ مجھے قرآن مجید پڑھانے کی توفیق دے اور تمہیں سمجھنے اور سمجھ کر پھیلانے کی توفیق بخشے۔

۲۔ رمضان المبارک ۱۳۷۸ھ

کل میں نے اپنے حواشی اور ربط آیات کے متعلق بزرگوں کی آراء حضرت سید انور شاہ حضرت مولانا مدنی حضرت مفتی اعظم صاحبؒ کی تقاریظ اجمالی طور پر بیان کی تھیں چونکہ ان بزرگوں کو دیگر علمی، مذہبی، تبلیغی مصروفیات سے پوری فرصت نہ ملتی تھی۔

حضرت مولانا سلطان محمود صاحب کوٹھیالوی کی رائے :

اس لئے انہوں نے چند مواضع دیکھ کر فرمایا کہ اہل سنت والجماعت کے موافق ہے اور اس مسلک کے خلاف کوئی بات اس میں نظر نہیں آتی۔ بعض بزرگوں نے یہ مسودہ اول سے لے کر آخر تک مطالعہ فرمایا ہے۔ حضرت مولانا سلطان محمود صاحب کوٹھیالہ ضلع گجرات سابق مدرس فتح پوری میں شیخ الحدیث رہے۔ حضرت شیخ الہندؒ کے شاگرد خاص ہیں۔ میں جب دہلی گیا تو میں نے ان کو یہ مسودہ دیا اور کہا کہ اس کو الف سے یٰ تک ایک ایک سطر اور ایک ایک لفظ مطالعہ کرنا ہوگا تاکہ بعد میں تنقیدات اور اعتراضات کا سلسلہ نہ ہو۔ خدا ان کو سلامت رکھے۔ انہوں نے فرمایا کہ جب سے فتح پوری آیا ہوں چھٹی نہیں لی جب آپ نے کہا تو چھٹی لی اور گھر جا کر اس کو اول سے آخر تک دیکھا۔ چنانچہ وہ اپنی رائے کو تحریر فرماتے ہیں: میں نے اس تفسیر کو اول سے آخر تک نہایت غور سے دیکھا اور دیکھنے کے بعد جس نتیجے کو پہنچا ہوں وہ یہ ہے۔

۱)۔ اول سے لے کر آخر تک کوئی بات ایسی نہیں پائی جو اہل سنت والجماعت کے مسلک کے خلاف ہو۔

۲)۔ ربط آیات کو اس خوبی کے ساتھ بیان کیا ہے کہ جس کی نظیر زمانہ ماضیہ میں معدوم الوجود ہے۔

۳)۔ مطالب اور مضامین قرآن کریم کی تشریح میں خیر الکلام ما قل

ودل کے مطابق اختصار بھی ہے اور باوجود اختصار کے پیرائیہ بیان نہایت سہل و سلیس ہے۔

۴)۔ اصول اسلام و ترقی و تنزل کے اسباب اس خوبی سے واضح کئے ہیں کہ کوئی الجھن باقی نہیں چھوڑی قرآن مجید کی ایک امتیازی شان پیدا کر دی ہے پڑھنے والے کی طبیعت کو کامل سیری حاصل ہو جاتی ہے، نزول قرآن مجید کی جو اصل غرض تھی (کہ اہل اسلام کو ایک مکمل دستور العمل دیا جائے) اس کی بے مثال تشریح ہے۔

۵)۔ جو حضرات فرض تبلیغ کو اپنے ذمے لئے ہوئے ہیں ان کے لئے بے نظیر سرمایہ ہے۔

۶)۔ زمانہ موجودہ کے لحاظ سے ہر طبقہ کو مفید و مرغوب الطبع واقع ہوگی۔

اکابر علماء دیوبند کی پسند :

اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہے مجھ پر ورنہ میں کچھ نہیں وہ جس سے چاہے کام کرائے اور بھی کئی تقریظات ہیں مگر میں نے مشت نمونہ خروارے کے طور پر بزرگوں کی چند تقاریظ پیش کیں۔ تاکہ آپ کو معلوم ہو جائے کہ اکابرین دیوبند اور بزرگان دین کی نگاہوں میں یہ ترجمہ کیسا ہے۔ انشاء اللہ العزیز آپ خود یہ فیصلہ کر سکیں گے کہ آپ نے جلالین اور بیضاوی کے ضمن میں ترجمہ پڑھا تھا اس سے قرآن سمجھنے اور سمجھانے میں کوئی خاص دلچسپی اور کشش نہیں تھی۔ اب بفضلہ تعالیٰ آپ کو اس کتاب سے خاص لگاؤ اور دلچسپی ہوگی اور اس کے پڑھنے میں اطمینان قلب حاصل ہوگا۔ لاکھوں مسلمان موجود ہیں مگر خدمت قرآن مجید کی یہ مقدس نعمت اور سعادت بہت کم خوش قسمت اصحاب کو نصیب ہوتی ہے۔ مجھ پر تو اللہ تعالیٰ کے ان گنت احسانات ہیں مدت دراز سے خداوند کریم نے اپنی کتاب کی اشاعت کے مواقع میسر فرمائے ہیں۔ مدینہ طیبہ میں کسی ہندوستانی عالم کا

بنا درس وتدریس کے فرائض انجام نہیں دیتا۔

مولانا حبیب اللہ کا مسجد نبوی میں درسِ قرآن :

میرا لڑکا مولوی حبیب اللہ خوش قسمتی سے وہاں روضہ اقدس کے جوار میں قرآن وحدیث کا درس دیتا ہے۔ پہلے وہ اردو میں پڑھایا کرتا تھا اب عربی میں پڑھاتا ہے حکومت نے باقاعدہ امتحان لیا۔ وہاں کے تین نگران مقرر کے حرم پاک میں ان سے پرچے لے گئے، پھر وہ جوابی پرچے مکہ معظمہ کے بڑے بڑے علماء وشیوخ کو بھیجے گئے۔ انہوں نے لکھا کہ یہ مسجد نبوی ﷺ میں قرآن وحدیث کے درس دینے کے لائق اور اہل ہے۔ حضرت مولانا سید محمود صاحب، حضرت مدنیؒ کے چھوٹے بھائی تھے۔ اس نے وہاں مدرسہ علوم شرعیہ قائم کیا ہے مولانا سید محمود صاحب کے بیٹے مولانا سید حبیب صاحب نے مولوی حبیب اللہ کو ایک دن کہا کہ یہاں عام افواہ ہے کہ ترکوں کے دور حکومت میں مسجد نبوی ﷺ میں تدریس عربی زبان میں ہوا کرتی تھی اب اردو میں ہو رہی ہیں۔ آپ عربی میں تدریس شروع کریں چنانچہ مولوی حبیب اللہ نے اس وقت سے عربی زبان میں تدریس شروع کی اور آج تک عربی زبان میں قرآن وحدیث کا درس دے رہا ہے۔ اگرچہ ہماری عربی میں ابتدائی مراحل میں کچھ خامیاں ہوتی رہتی ہیں، مگر آہستہ آہستہ مزاولت اور استعمال سے عربی درست ہو جاتی ہے۔ اب اس کے حلقہ درس میں مصری، شامی، مکی، مدنی طلبہ شامل ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی خصوصی توجہ اور رحمت ہے کہ قبولیت عام ہے۔

تو میں عرض کر رہا تھا کہ اب ترجمہ پڑھنے سے آپ حضرات کو قرآنی تعلیمات کے اغراض ومقاصد واضح ہو جائیں گے۔ یہ بات یاد رکھیں کہ ترجمہ تو تفاسیر اور تراجم کے مطالعہ سے بھی سمجھ میں آسکتا ہے مگر استاذ سے مشافہۃً سننے دیکھنے اور پڑھنے سے شرح صدر ہوتی ہے جو تفاسیر اور حواشی وغیرہ کے دیکھنے سے نہیں ہو سکتی اللہ تعالیٰ توفیق دے کہ

اس خدمت کو تادیر سرانجام دے سکوں، باقی میں نے یہ بات عرض کی تھی کہ :

نہ من تنہا دریں میخانہ مستم : جنید وشبلی وعطار ہم مست

اللہ تعالیٰ کا فضل ہے اور اس کے خصوصی عنایات ہیں اولیاء اللہ اور بزرگان دین کی توجہات ہیں ورنہ میں نے تو عرض کیا تھا کہ کچھ بھی نہیں اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جس سے چاہے کام لے۔ حضرت حسین احمد مدنی صاحبؒ جیسے بزرگوں کی توجہات اس ناچیز کو حاصل ہیں۔ میں انتخابات کے زمانہ میں کہا کرتا تھا کہ مولانا مدنیؒ کے جوتے میں جو علم ہے وہ احمد علی کے دماغ میں نہیں، تو ان حضرات کی تائید وتصویب کے بعد بھی اگر کوئی مخالفت کرے تو کوئی پرواہ نہیں۔

ترجمہ قرآن کی خدمت قبول ہو چکی :

ایک دفعہ یہاں لاہور میں ایک اجلاس کے لئے حضرت مولانا شاہ انور شاہ صاحبؒ اور مولانا مدنیؒ صاحب تشریف لائے تھے۔ میری بھی اس میں تقریر تھی میں نے اپنی تقریر میں کہا کہ اگر خدا مجھ سے پوچھے کہ تو نے کیا کیا ہے میں جواب میں عرض کروں گا کہ ان دو بزرگوں کے دعاؤں اور روحانی توجہات سے ترجمہ کلام پاک کی یہ خدمت سرانجام دی ہے۔ حضرت شاہ صاحب نے فرمایا کہ انشاء اللہ تعالیٰ آپ کی یہ خدمت قبول ہو چکی ہے۔

اولئک آبائی فجئنی بمثلھم : إذا جمعتنا یا جریر المجامع

حضرت مولانا انور شاہ صاحب کی پیشگوئی، کہ انشاء اللہ تعالیٰ حضرت شیخ التفسیر کی خدمت قبول ہو چکی ہے: مجھے یقین ہے کہ انشاء اللہ العزیز ان بزرگوں کی تائید، تائید اکمل ہوگی اور مقبولیت خداوندی کا ذریعہ۔ میری عادت ہے کہ میں پہلے پارہ اخیر کے ربع آخر میں چند سورتوں کے عنوانات اور ماخذ بیان کروں گا۔ ان میں سے جو مناسب سمجھوں گا اس کی تفسیر عرض کروں گا۔ ان چھوٹے سورتوں کے عنوانات اور ماخذ

سمجھنے سے انشاء اللہ لمبی سورتوں کے عنوانات اور ماخذوں کے سمجھنے میں آسانی ہوگی۔ یاد رہے کہ ہر سورت کا موضوع اور عنوان اور موضوع کا ماخذ پہلے عرض کروں گا۔ پھر رکوع کا عنوان اور ماخذ بیان کروں گا۔ جس سورت میں رکوع نہ ہو وہاں صرف سورت کا موضوع ذکر کروں گا۔

سورۂ فیل :

﴿أعوذ باللہ من الشیطان الرجیم • بسم اللہ الرحمن الرحیم﴾

ألم تر کیف فعل ربک بأصحٰب الفیل • ألم یجعل کیدھم فی تضلیل • وأرسل علیھم طیراً أبابیل • ترمیھم بحجارۃ من سجیل • فجعلھم کعصف مأکول •

میں پہلے عرض کر چکا ہوں کہ ہر سورت کا خلاصہ پہلے بیان کرونگا پھر اس کا ماخذ بیان کروں گا۔

سورۂ فیل کا عنوانِ عام :

اس سورۃ فیل کا عنوان عام یہ ہے: "توہین شعائر اللہ سے ذلت لازمی ہے" اس عنوان کا ماخذ اس سورت کی پہلی آیت ہے۔ الم تر کیف فعل ربک باصحٰب الفیل • ماخذ وہ آیت ہے جس سے واضح طور پر عنوان معلوم ہوسکے ماقبل اور مابعد کی آیتیں اس کے لئے مؤید ہوتی ہیں۔

شعائر اللہ چار ہیں :

میں نے اپنے ابتدائی درس میں بطور مبادی آپ کو عرض کیا تھا کہ میں قرآن مجید کی تفسیر حضرت شاہ ولی اللہؒ کے فلسفہ کی روشنی میں ذکر کرونگا حضرت شاہ صاحب اپنی مشہور تصنیف حجۃ اللہ البالغہ میں فرماتے ہیں: کہ شعائر اللہ چار ہیں۔

۱)۔ کتاب اللہ ...... ۲)۔ بیت اللہ ...... ۳)۔ رسول اللہ ...... ۴)۔ صلاۃ

شعائر شعار اور شعیرہ کی جمع ہے۔ ہر قوم کی خصوصی علامت کو شعار کہتے ہیں، جیسے چوٹی اور زنار ہندو کی علامت ہے، لوہے کا کڑا سکھ کا شعار، شعار خصوصی نشان اور علامت کو کہتے ہیں، کتاب اللہ کے لفظ کو سنتے ہی پتہ چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل شدہ کتاب ہے۔ اس لفظ ہی سے توجہ الی اللہ، رجوع الی اللہ کی کیفیت دل میں پیدا ہو جاتی ہے۔ اسی طرح بیت اللہ کا کلمہ لیجئے دنیا میں اور کئی بیوت ہیں مگر بیت اللہ کے کہنے سے اللہ تعالیٰ کا تصور فوراً آ جاتا ہے۔ اسی طرح رسول اللہ ﷺ کے لفظ سے بھی فوراً توجہ الی اللہ کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔ رسول کا معنیٰ ہے قاصد یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجے گئے۔ ان کلمات کے کہنے سے فوراً معلوم ہوتا ہے۔ بان ھذا الشیٔ مخصوص بذات اللہ جلّ جلالہ۔

اسی طرح نماز، اگر ایک آدمی نماز پڑھ رہا ہو اور اس کے قریب ایک عربی دان بیٹھا ہو اور وہ اس نمازی کی ہیئت کذائیہ کو دیکھ رہا ہو تو وہ اس آدمی پر مصلی کا اطلاق کرے گا کیونکہ وہ نمازی شروع ہی سے اللہ اکبر پڑھ کر ...... سبحانک اللھم وبحمدک وتبارک اسمک پڑھنے لگتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخاطبہ شروع کرتا ہے۔ اے اللہ ہم تیری پاکی بیان کرتے ہیں اور تیری حمد وثنا اور تعریف کرتے ہیں، اور تیرا نام بہت بڑی برکت والا ہے اور تیری شان بہت بلند ہے اور تیرے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں پھر أعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم پڑھتا ہے۔ میں اللہ تعالیٰ کی پناہ لیتا ہوں شیطان مردود سے پھر بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھتا ہے۔ میں اللہ تعالیٰ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت بڑا مہربان اور نہایت ہی رحم کرنے والا ہے پھر الحمد للہ رب العالمین پڑھتا ہے۔ ہر جگہ اللہ اللہ کا لفظ نمازی کے زبان پر ہے، رکوع کو جاتے وقت اللہ اکبر رکوع میں سبحان ربی العظیم رکوع سے سر اونچا کرتے وقت سمع اللہ لمن حمدہ، ربنا ولک الحمد کے کلمات ورد زبان ہیں غرض ہر جگہ اللہ کا نام نامی اور اس کی صفات جلیلہ ہیں، اس نمازی پر ھذا عابد للہ تعالیٰ

کا اطلاق ہوگا۔

اس لئے شاہ صاحبؒ نے یہ چار شعائر اللہ ذکر فرمائے ہیں۔ صفا مروہ اور تمام مسجدیں بھی شعائر اللہ ہیں۔ مگر یہ چار اصول ہیں اور عبادات کے دیگر مراکز اس کے فروع اور تابع ہیں۔

یمن کے گورنر ابرھہ کا بنایا ہوا کعبہ :

اب یہاں ایک مسئلے کو لاتا ہوں کہ یمن کا گورنر جس کا نام ابرھہ بن الاشرم تھا، جو شاہ حبشہ کی طرف سے یمن کا حاکم اور والی تھا۔ اس نے یمن کی دارالخلافہ صنعاء میں ایک خوبصورت عمارت تعمیر کرائی اور لوگوں کو کہنے لگا کہ میں نے تمہارے حج کیلئے یہ شاندار کعبہ بنایا آپ مکہ مکرمہ کے کعبہ کو چھوڑ کر میرے تعمیر شدہ حسین وجمیل کعبہ کے ارد گرد طواف کیا کریں اور یہاں حج کے امور ادا کریں مگر لوگ ابرھہ کے کہنے پر اس کے بنائے ہوئے کعبہ کی طرف متوجہ نہیں ہوئے۔ اتفاقاً مکہ مکرمہ کے ایک قافلہ والوں نے اس صنعاء کے کعبہ کے قریب آگ جلائی۔ اتفاقاً ہوا سے اس آگ کی چنگاری اڑ کر اس عمارت میں لگ گئی۔ جس سے عمارت راکھ کا ایک ڈھیر بن گیا۔ تحقیقات کے بعد پتہ چلا کہ یہ قافلے والے مکہ مکرمہ کے لوگ ہیں۔ اس نے سمجھا کہ یہ پوری سازش ہے۔ کہنے لگے کہ میں ان کے کعبہ کو منہدم کرونگا اور اینٹ سے اینٹ بجادونگا۔

بعض کہتے ہیں کہ قریش مکہ کو جب ابرھہ کے اس کعبہ کا علم ہوا تو وہاں ایک آدمی نے آکر پاخانہ کردیا۔ جس سے ابرھہ آگ بگولہ ہوا اور اس نے بیت اللہ شریف کو مسمار کرنیکی خاطر عظیم لشکر تیار کیا، جس میں ہاتھی بھی تھے، بڑے غرور اور تکبر کے ساتھ صنعاء سے روانہ ہوا راستے میں جو قبیلہ بھی بیت اللہ شریف کی عظمت واحترام کے خاطر سدِ راہ بنتا، اس کو مقہور ومغلوب کرتا۔ رحمۃ للعالمین ﷺ کے جد امجد عبدالمطلب صاحب جو خاندان قریش کا سردار اور بیت اللہ شریف کا متولی تھا۔ اسے جب ابرھہ کے

لاؤ لشکر اور فوج کشی کی اطلاع ملی اس نے تمام اہل مکہ کو متنبہ کیا۔

اے لوگو! ایک ظالم حاکم بیت اللہ شریف گرانے کے خاطر مکہ مکرمہ پر فوج کشی کر رہا ہے ہر آدمی اپنی حفاظت کا فکر کرے۔ ابرھہ کے پاس سرکردہ حکام نے اہل مکہ یعنی قریش اور بنو کنانہ اور بنو ھذیل کے اونٹ اور گھوڑے جو طائف کی طرف پہاڑوں اور وادیوں میں چر رہے تھے ان سب کو غنیمت بنا کر ابرھہ کے پاس لے گئے۔

ابرھہ وادی محسّر میں :

عبدالمطلب اپنے اونٹ کے تلاش میں وادی محسر پہنچا۔ کسی نے ابرھہ کو اطلاع دی، کہ مکہ مکرمہ کا بہت بڑا سردار آرہا ہے۔ عبدالمطلب انتہائی خوبصورت اور وجیہ تھے۔ بلند قامت بارعب شخصیت کے مالک تھے، ابرھہ نے بڑی توقیر اور تعظیم کی ترجمان سے پوچھا کہ ان سے پوچھو کہ کس مقصد سے آئے ہیں۔ بتایا گیا کہ ان کے اونٹ گم ہوگئے ہیں، ان کی تلاش میں آئے ہیں۔ ابرھہ نے بڑی مضحکہ خیز انداز میں کہا کہ آپ اونٹوں کے بارے میں آئے اور وہ کعبہ جو تیرا اور تیرے آباء واجداد کا دین اور قبلہ ہے آپ کو اس کی فکر نہیں۔ میں تو اس کے مٹانے اور گرانے کے لئے آیا ہوں۔ آپ کو اس گھر کے بارے میں کوئی فکر دامنگیر نہیں ہے اس کو چاہیے کہ وہ اس بیت کے بارے میں منت سماجت کرتے۔

عبدالمطلب کی دعاء :

عبدالمطلب نے پورے اطمینان کے ساتھ جواب دیا انا رب الابل وان للبیت ربا سیمنعه میں اونٹوں کا مالک ہوں، اس لئے اپنے اونٹوں کے تلاش میں آیا ہوں اور یہ خانہ کعبہ کوئی لاوارث گھر نہیں، رب العالمین جل جلالہ اس گھر کا محافظ ہے۔ وہ اپنے اس گھر کی حفاظت فرمائیگا ابرھہ نے کہا ما کان لیمتنع منی۔ وہ مجھ سے یہ گھر نہیں بچا سکتا۔ عبدالمطلب نے کہا انت وذاک تو اور اس گھر کا پروردگار۔ پھر ابرھہ نے

اپنے آدمیوں کو کہا کہ عبد المطلب کو اونٹ حوالہ کردو، عبد المطلب مکہ مکرمہ واپس ہوا اور قریش کو حکم دیا کہ گھروں سے نکلو اور پہاڑوں میں پناہ لے لو. پھر عبد المطلب نے ملتزم میں آکر رب البیت کے سامنے دست دعا دراز کئے اور کچھ قریشی لوگ بھی اس کے ساتھ دعاؤں میں شریک ہو گئے.

لاھم ان العبد یمـ	:	نع رحلہ فامنع رحالک
لا یغلبن صلیبھم	:	ومحالھم عدواً محالک
ان کنت تارکھم وقبـ	:	لتنا فامر ما بدا لک

اے میرے مولا! بندہ اپنے گھر کی حفاظت کرتا ہے تو اپنے گھر کی حفاظت فرما کہیں ابرھہ مسیحی کا صلیب غالب نہ ہو جائے اور ان کی پانی نکلنے کی چرخی آپ کی چرخی پر غلبہ نہ کرے. اگر تو ان کو اور ہماری قبلہ کو ان کے رحم و کرم پر چھوڑتا ہے تو یہ تیری مرضی ہے. پھر عبد المطلب صاحب اپنے ساتھیوں سمیت مکہ مکرمہ کے پہاڑیوں میں پناہ لینے کے لئے روانہ ہوا.

ابرھہ پر عذاب خداوندی :

صبح سویرے ابرھہ نے مکہ مکرمہ پر فوج کشی کا حکم دیدیا. اور اعلان کر دیا کہ اہل مکہ سے کوئی بھی اپنے گھر سے باہر نہ نکلے ورنہ قتل کر دیا جائیگا. محمود نامی ہاتھی کو آگے کیا. ہاتھی بیٹھ گیا. اس کو مارا پیٹا مگر وہ ایک چٹان کی طرح ڈٹا رہا. جب اس کا رخ یمن کی طرف موڑنے لگے تو اٹھ کر دوڑنے لگا. جب دوبارہ اس کا رخ مکہ مکرمہ کی طرف کرنے لگے تو پھر بیٹھ گیا. اللہ تعالیٰ نے ان پر چھوٹے پرندوں کا عذاب مسلط کیا. سمندر کی طرف سے سبز رنگ کے پرندوں کے غول کے غول اور جھنڈ کے جھنڈ ابرھہ کے فوج پر ٹوٹ پڑے اور ان پر بمباری شروع کی. ہر پرندے کے ساتھ تین تین کنکریاں تھیں. ایک کنکری اپنے چونچ میں اور دو کنکریاں اپنے دونوں پنجوں میں. کنکریاں بھی مسور کی دانوں کے

برابر کنکر کی پتھریاں کیا تھی؟ بندوق کی گولیوں سے زیادہ خطرناک. جو سر میں داخل ہو کر دوسری طرف نکل کر ہاتھی اور گھوڑے سے بھی آر پار نکل جاتی تھی. چند لمحات میں ابرھہ کے جرار لشکر کو پیوند خاک کر گئے. ابرھہ زخموں سے چور صنعاء کی طرف بھاگنے لگا. جب صنعاء پہونچا تو اس کا سینہ پھٹ گیا اور دل باہر نکلا اور ہلاک ہوا. ابرھہ کو وادی محسر میں ہلاک نہ کیا تاکہ لوگوں کو پتہ چلے کہ ابرھہ کس غرور اور گھمنڈ میں طاقتور فوج کے ساتھ گیا اور اب ذلیل و خوار کس مپرسی کے عالم میں شکست و ریخت کے ساتھ واپس ہوا. یہ اندوھناک واقعہ رحمۃ للعالمین ﷺ کی ولادت باسعادت سے پچاس دن قبل رونما ہوا. بعض سیرت کی کتابوں میں ہے کہ یہ واقعہ نبی کریم ﷺ کی ولادت مبارکہ کے دن ہوا.

تو آپ اگر ابرھہ کے اس قصے کو پوری تفصیل کے ساتھ بیان کریں تو آپ نے یقیناً تفسیر کا حق ادا کر دیا مگر ہمیں ان آیات کریمہ اور اس سورت مبارکہ سے کیا درس لینا ہے؟

شان نزول خاص اور حکم عام ہوتا ہے :

ہمارے فقہاء عظام جن کے ہم دامن گیر ہیں وہ فرماتے ہیں کہ اگر کسی آیت کا شان نزول اور محل نزول خاص ہوتا ہے. مگر حکم عام ہوتا ہے. آپ نے اصول فقہ کی کتابوں میں پڑھا ہے کہ دوران علت پر دوران حکم ہوتا ہے. مثلاً اگر خمر (شراب) کی حرمت کے لئے آپ یہ علت بتائیں الخمر حرام لانہ احمر یا یہ کہیں لان فیہ سیلاناً تو یہ علت درست نہیں کیونکہ اس کے دوران سے حکم کا دوران نہیں لان العسل ایضاً احمر والماء فیہ سیلان مع انھما لیسا من المحرمات.

تنقیح سے مراد حکم ہوگا :

اور اگر آپ یہ علت بیان کریں لانہ مسکر و کل مسکر حرام فالخمر

حرام تو دوران علت جہاں بھی ہو وہاں دوران حکم ہوگا۔ تنقیح مراد سے حکم ہوگا تنقیح مراد کرنا بہت بڑا کام ہے اس سورۂ فیل کا مورد اگرچہ خاص ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ابرھہ کی فوج کشی اور خانہ کعبہ کی توہین کے ناپاک عمل کے پاداش میں ابرھہ کو ہلاک کر دیا مگر حکم عام ہے کہ جو بھی شعائر اللہ کی توہین کریگا دنیا میں ذلت کی موت مریگا اور آخرت میں جہنم رسید ہوگا تو اب اس موضوع سے قیامت تک آنیوالی نسلوں کو بھی اس سے درس عبرت ملے گا اور لوگ شعائر اللہ کی توقیر واحترام کریں گے اور ان کے دلوں میں شعائر اللہ کی عظمت پیدا ہوگی اور ان کے بارے میں معمولی سی بے ادبی سے بھی اجتناب کریں گے۔

اب آپ پوری بصیرت کے ساتھ یہ عنوان اس سورت پر منطبق کر سکتے ہیں۔

کہ توہین شعائر اللہ سے ذلت لازمی ہے اسی تعبیر کو تفسیر بلا اعتبار والتاویل کہتے ہیں۔ الم تر کیف فعل ربک باصحب الفیل • کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ آپ کے رب نے ہاتھی والوں سے کیا برتاؤ کیا۔ یہ واقعہ نبی کریم ﷺ کے عہد مبارک میں بہت زیادہ مشہور تھا اس لئے فرمایا گیا۔ الم تر کیف فعل ربک باصحب الفیل • الم یجعل کیدھم فی تضلیل • کیا اللہ تعالیٰ نے ان کی تدبیر اور داؤ پیچ کو نیست و نابود نہیں کیا۔ وارسل علیھم طیرا ابابیل • ترمیھم بحجارۃ من سجیل • اور ان پر پرندوں کے جھنڈ مسلط کئے جو ان کو کنکریوں سے مار رہے تھے۔ فجعلھم کعصف ماکول • پھر ان کو کھاتے ہوئے بھس کی طرح چورا چورا کر دیا۔ فاعتبروا یا اولی الابصار (سورۃ الحشر: آیت: ۲) کا معنی یہی ہے کہ اے آنکھ والو ان واقعات سے عبرت پکڑو دیکھیں قرآن پاک میں ﴿ ان فی ذلک لعبرۃ لاولی الابصار ﴾ (سورۃ آل عمران: آیت: ۱۳)۔ کہیں ﴿ لقد کان لکم فی قصصھم عبرۃ لاولی الالباب ﴾ (سورۃ یوسف آیت: ۱۱۱)۔ ﴿ ان فی ذلک لعبرۃ لاولی الابصار ﴾ (سورۃ النور آیت: ۴۴)

اس تمام تفصیل سے آپ کے ذہن میں دو باتیں سمجھ میں آ گئیں: ایک یہ کہ شعائر

اللہ چار ہیں۔ دوسری بات یہ کہ شعائر اللہ کی توہین کرنے والوں کی ذلت و بربادی لازمی امر ہے۔

ذلت کے کئی اقسام ہیں۔ یہ اجتماعی سرمایہ داری اور توانگری بھی ایک قسم کی ذلت ہے۔ یہ امریکہ جرمنی وغیرہ بھی اسی ذلت میں مبتلا ہیں۔ یہ حکومتیں آپس میں لڑائیوں قتل وقتال کی ذلتوں میں مبتلا ہیں۔

﴿ قل ھو القادر علی ان یبعث علیکم عذابا من فوقکم او من تحت ارجلکم او یلبسکم شیعا ویذیق بعضکم باس بعض ﴾

(سورۃ الانعام آیت: ۶۵)

۱۹۱۴ء کی جنگ عظیم:

سن انیس سو چودہ ۱۹۱۴ء سے گھمسان کی لڑائی شروع ہوئی سن انیس سو سترہ ۱۹۱۷ء تک جاری رہی، جرمن نے لڑائی لڑی جس میں کئی لاکھ ہلاک ہوئے۔ سمندروں اور خشکیوں میں ان پر بمباری ہوتی رہی یہ ذلت نہیں تو اور کیا چیز ہے۔ بظاہر تو بادشاہ نظر آرہے ہیں مگر باطن میں گوناگوں درد و کرب، تکالیف اور ذلتوں میں مبتلا ہیں۔ دو ایٹم بم سے ڈھائی لاکھ جاپانی اڑ گئے پھر انہوں نے مغلوب ہو کر ہاتھ جوڑے کیا یہ اللہ تعالیٰ کا عذاب نہیں ہے؟

یہ بڑے بڑے آفیسر اور حکام جو شعائر اللہ کی توہین و تذلیل میں لگے ہوئے ہیں ان کو منانے اور محو کرنے میں دن رات کوشاں ہیں، یہ تمام کے تمام ذلتوں کا شکار ہیں۔ مختلف بیماریوں اور گوناگوں پریشانیوں میں مبتلا ہیں۔ میں نے سورۂ فیل کا خلاصہ بیان کیا۔ کیونکہ اس میں رکوع نہیں ہے جب ایسی سورت آئیگی جس میں رکوع ہوں گے تو وہاں میں رکوع کے خلاصے بھی بیان کرونگا۔

۳ رمضان المبارک: ۱۳۷۸ھ

﴿ اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم. بسم اللہ الرحمن الرحیم ﴾

﴿ لایلف قریش • الفھم رحلة الشتاء والصیف فلیعبدوا رب ھذا البیت • الذی اطعمھم من جوع وء امنھم من خوف • ﴾

سورۂ قریش کا خلاصہ :

فرائض علماء کرام وصوفیائے عظام :

اور اس کا ماخذ فلیعبدوا رب ھذا البیت کی آیت ہے وہی گذشتہ قاعدہ یاد رکھیں موارد خصوصیہ سے قواعد عمومیہ لئے جائینگے۔ مورد اور شان نزول اگر چہ کوئی خاص واقعہ ہو مگر حکم عام ہوگا اس سورت میں اللہ تعالیٰ نے قریش کو مخاطب فرمایا ہے۔

﴿ لایلف قریش ﴾ بعض مفسرین کے نزدیک اس جملہ میں مصدر کی اضافت فاعل کی طرف ہوئی ہے اور بعض دیگر مفسرین کے نزدیک اس میں اضافۃ المصدر الی المفعول ہے۔ دونوں توجیہات درست ہیں۔ اگر اضافت الی الفاعل ہے تو معنی یہ ہونگے۔ کہ قریش کو الفت کی وجہ سے یعنی قریش کی دلوں میں یہ الفت پیدا ہوئی کہ وہ گرمی اور سردی کے دو سفر کیا کریں اور ان دونوں سفر کی بدولت اپنی ضروریات زندگی اور حوائج انسانی کو مہیا کریں کیونکہ مکہ مکرمہ ایک غیر آباد وادی تھی جس کے متعلق قرآن مجید نے صاف الفاظ میں تصریح فرمائی ہے۔ ﴿ ربنا انی اسکنت من ذریتی بواد غیر ذی زرع عند بیتک المحرم ﴾ (سورۂ ابراہیم آیۃ: ۳۷)

اے میرے رب میں نے اپنی کچھ اولاد ایسے میدان میں بسائی ہے جہاں کھیتی نہیں ہے تیری عزت والے گھر کے پاس۔

مکہ مکرمہ کوہستانی اور جلستانی علاقہ ہے یا ریگستانی وادیوں پر مشتمل ہے۔ وہاں

زرعی زمین نہیں ہے۔ مولوی حبیب اللہ صاحب (مولوی حبیب اللہ صاحب حضرت مولانا لاہوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے بڑے صاحبزادے تھے۔ فاضل دیوبند تھے۔ یہاں سے ہجرت کر کے حرمین شریفین میں مقیم تھے۔ شیر علی شاہ) نے بتایا کہ اب تو سعودی حکومت نے بحری جہازوں اور ٹرکوں کے ذریعہ مٹی منگوائی ہے۔ مٹی کو مختلف میدانوں میں ڈال کر وہاں اب باغات لگائے ہیں۔ مولوی حبیب اللہ صاحب نے یہ بھی بتایا ہے۔ کہ مکہ مکرمہ میں سانپ نہیں ہے۔ کیونکہ سانپ کی خوراک مٹی ہے اور مکہ مکرمہ میں مٹی نہیں ہے۔ چونکہ مکہ معظمہ پتھلی زمین ہے۔ وہاں کھانے پینے کے لئے ذرائع نہیں تھے۔

اللہ تعالیٰ نے قریش کے دلوں میں تجارتی کاروبار کی رغبت ڈالی اور ان کو تجارت کے طریقے سکھائے۔ سردی میں وہ یمن کی طرف تجارت کے لئے سفر کرتے یمن گرم علاقہ ہے اور گرمی کے موسم میں وہ شام کی طرف تجارت کے لئے نکلتے۔ شام کا علاقہ سرسبز وشاداب علاقہ ہے۔ گرمی کے ایام میں سرد علاقے میں تجارت سے دولت بھی کماتے اور مکہ مکرمہ کی گرمی سے بھی بچ جاتے، اور یمن وشام دونوں ملکوں کے لوگ اہل مکہ کو پوری عقیدت واحترام کی نگاہوں سے دیکھتے تھے ان کے ساتھ خصوصی رعایت کرتے اور ان کے جان ومال سے کچھ تعرض نہ کرتے تجارتوں میں دولت کما کر واپس مکہ مکرمہ میں راحت وسکون زندگی کے لیل ونہار گذارتے جبکہ چاروں طرف لوٹ کسوٹ، قتل وغارت کا بازار گرم تھا۔

حرم مکہ امن کی جگہ ہے :

﴿ أولم یروا أنا جعلنا حرماً ءامناً ویتخطف الناس من حولھم أفبالبٰطل یؤمنون وبنعمة اللہ یکفرون ﴾ (سورۃ العنکبوت آیۃ: ۶۷)

کیا اہل مکہ اس نعمت کو نہیں دیکھتے کہ ہم نے حرم مکہ کو امن کی جگہ بنا دیا

ہے جبکہ اور لوگ ان کے ارد گرد اچک لئے جاتے ہیں. کیا یہ لوگ جھوٹ پر ایمان رکھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی نعمت کا ناشکری کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ اس سورت قریش میں قریش پر اپنی ان عظیم احسانات وانعامات کا ذکر فرماتا ہے کہ اے قریش! اس خانہ خدا کی برکت سے آرام وراحت کی زندگی سے لطف اندوز ہورہے ہو ابرھہ کے طاقتور فوج کو ملیامیٹ کرکے تمہیں ان کی وحشیانہ ظلم وستم سے محفوظ فرمایا اور شام ویمن کی تجارتوں میں تمہارے خورد نوش کا انتظام فرمایا ان پیہم ومسلسل کرم فرمائیوں کا تقاضا ہے کہ رب البیت جل جلالہ کی عبادت وطاعت میں دن رات لگ جاؤ. اگر دیگر نعمتوں کو ملحوظ نہیں رکھتے تو کم از کم اس عظیم نعمت کا شکریہ ادا کریں. اور اگر لایلف قریش میں مصدر کی اضافت مفعول کی طرف ہو تو پھر معنی یہ ہوں گے۔

لایلف اللّٰہ القریش فی قلوب الناس یعنی اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے دلوں میں قریش کے ساتھ الفت ومحبت ڈال دی. کیونکہ وہ دور طوائف الملوکی کا دور تھا۔ لوگ چوری، رہزنی، لوٹ کھسوٹ، شراب نوشی، زنا کاری، اور کئی ناگفتہ بہ جرائم میں مبتلا تھے. اس وقت اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے دلوں میں تمہاری محبت اور عزت ڈال دی تا کہ لوگ تمہیں کسی قسم کا نقصان نہ پہونچائیں. تمہارے تجارتی قافلوں کو نہ لوٹیں کیونکہ تم خانہ کعبہ کے مجاور اور خادم ہو. اس لئے تمہارے قافلے محفوظ تھے۔ رحلۃ الشتاء سردی کے موسم میں ضروریات زندگی کے فراہم کرنے کے لئے یمن کا سفر اور والصیف گرمی کے موسم میں شام کا سفر ان دونوں نعمتوں پر فلیعبدوا رب ھذا البیت یعنی ہم نے تم پر احسان کیا. تمہارے دلوں میں شوق والفت پیدا کیا اور لوگوں کے دلوں میں تمہارے عقیدت ومحبت کے جذبات پیدا کئے. تا کہ تمہارے معاشی ضروریات پورے سکون واطمینان کے ساتھ پورے ہوتے رہیں. اب تم اس احسان کے بدلے اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کرو اور وہ شکریہ اس کی بندگی اور عبادت ہے۔ الانسان عبد الاحسان انسان

احسان کا غلام ہے۔

ھل جزاء الاحسن الا الاحسن. ای: إذا أنعمنا علیکم بالقاء المودۃ والألفۃ فی قلوب الناس معکم أو بایرات ألفۃ التجارۃ فی قلوبکم فیجب علیکم لأجل ھذہ النعمۃ أن تعبدوا رب ھذا البیت.

اہل مکہ خانہ کعبہ کی وجہ سے محترم ہیں :

یعنی جس بیت اللہ کی مجاورت ومصاحبت کے بدولت دنیا میں تمہاری عزت وبڑائی ہے لوگ تمہیں عزت واحترام کی نگاہوں سے دیکھتے ہیں تمہارا فرض ہے کہ اس بیت کے خالق ومالک کی عبادت کرو. جس نے تمہاری جانیں محفوظ کردی ہیں تمہارے قافلوں کو محفوظ کردیا ہے اب ربط وترتیب سمجھ میں آگیا ہوگا۔

الذی اطعمھم: وہ رب جس نے یمن کے غلے محصولات اور پیداوار تمہارے لئے مکہ مکرمہ پہنچادیں، شام کے پیداوار سے تمہاری غذائی ضرورتیں مکمل فرمادیں. اس طوائف الملوکی کے دور دورہ میں لوگوں کے دلوں میں تمہارے ساتھ نیک برتاؤ، بہتر سلوک، والہانہ عقیدت ومحبت کے احساسات پیدا فرمائے. حالانکہ اس وقت دنیا میں کوئی نظم ونسق نہیں تھا ظلم وستم، چور بازاری، بدامنی، رہزنی وغیرہ جرائم چاروں طرف پھیلے ہوئے تھے ایسے تاریک حالات میں تم کو بھوک سے بچایا۔

وآمنھم من خوف:۔ اور ہر قسم کے خوف سے تمہیں نجات دی جاہلیت کے اس تاریک ماحول میں جب کہ فسادات، قتل وغارت، خون بہانا لوگوں کی عادت بن گئی تھی ایسے تاریک دور میں لوگ خانہ کعبہ کی تعظیم وتوقیر کیا کرتے تھے اور اس مقدس گھر کی مجاورت کی وجہ سے لوگوں کے قلوب میں تمہارے ساتھ حسن سلوک، احسان وہمدردی کے صفات پیدا کئے تمہارے خورد ونوش کے لئے شام ویمن کے رحلات واسفار کا انتظام فرمایا. اتنے احسانات کے ہوتے ہوئے تمہارے اوپر اس محسن حقیقی، مہربان رب کی

عبادت حتمی اور لازمی ہے. اس رب کی بندگی، عبادت کے طریقوں کو سمجھانے کے لئے اس رب نے رحمۃ للعالمین ﷺ کو مبعوث فرمایا اور اس کو قرآن مجید کا معجزہ عطا فرمایا. ان کی اطاعت کرو تب حق شکر ادا ہوگا. عبارت النص سے سمجھ میں آیا ہوگا. کہ مورد خاص ہے مگر حکم عام ہے یعنی علماء کرام اور صوفیائے عظام پر بھی یہی حکم چسپاں ہوگا کہ ان پر بھی علم و معرفت کی بدولت اللہ تعالیٰ کے بیشمار انعامات و احسانات ہیں. ان کو چاہئے کہ وہ ان اکرامات کا شکریہ ادا کرتے ہوئے قرآن مجید کی اشاعت و ترویج میں ہمہ تن لگ جائیں. اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہے.

علماءِ دین کا احترام علم دین کی وجہ سے ہے:

آپ کو تسلیم کرنا پڑے گا. کہ اب تک علماء دین و مشائخ طریقت کی عزت و احترام صرف علم دین ہی کی وجہ سے ہے اور اس دین کا منبع قرآن ہے. عامۃ المسلمین ان علماء و مشائخ کی خدمت طالب العلمی کے زمانے سے کر رہے ہیں، اور جب یہ طلبہ دینی علوم سے فارغ ہو جائیں، تب بھی لوگ ان کی خدمت کرتے ہیں. یہ مدارس عربیہ اس وجہ سے چلتی ہیں. کہ ان میں قرآن و حدیث اور علوم اسلامیہ کی خدمت ہو رہی ہے. لوگ سمجھتے ہیں کہ یہ طلبہ کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ کی حفاظت میں لگے ہوئے ہیں، تو لوگ پوری فراخدلی کے ساتھ ان مدارس کی اعانت کرتے ہیں. زمیندار زمینداری کر کے اپنا خون پسینہ ایک کر کے روزی کماتا ہے، اور عالم دین کو گھر بیٹھے بغیر کسی مشقت و محنت کے تیار پکی پکائی روٹی ملتی ہے تو یہاں مورد خاص ہے اور حکم عام ہے. دوران علت پر دوران حکم ہوتا ہے. اللہ تعالیٰ نے قریش کو مخاطب کر کے فرمایا کہ تمہاری عزت و احترام اور خورد و نوش کا سامان بیت اللہ ہی کی وجہ سے ہے. اسی طرح علماء اور صوفیائے دین کا احترام بھی دین کی وجہ سے ہے. جس طرح قریش و اہل مکہ پر رب البیت کی بندگی فرض عین ہے. اسی طرح علماء و فضلاء، پیران طریقت و مشائخ پر بھی دن رات رب البیت کی

بندگی فرض عین ہے۔

میں نے سنا ہے کہ سرحد میں بعض لوگ بزرگوں کے قبروں کے پاس غلے وغیرہ رکھتے ہیں تاکہ چوروں کی چوری سے محفوظ رہیں. کیونکہ چور اس بزرگ (صاحب قبر) کے ڈر کے مارے ان غلوں کو نہیں چراتا. یہ محض دین کی وجہ سے لوگ ان کا احترام کرتے ہیں (حضرت الشیخ رحمۃ اللہ علیہ نے ایک پٹھان طالب علم سے تصدیق طلب کی فرمایا کہ یہ بات درست ہے کہ لوگ بزرگوں کے مزارات میں غلے وغیرہ رکھتے ہیں. میں نے کہا کہ بعض لوگ لکڑیاں اور زمینداری کے آلات بھی بزرگوں کے قبروں کے پاس رکھ دیتے ہیں. حضرت الشیخ نے فرمایا آپ نے میرے معلومات میں اضافہ کر دیا پھر حضرت نے فرمایا کہ: سندھ میں ایک پیر تھا اس کا اونٹ چرا لیا گیا. چور کو جب بتایا گیا کہ یہ فلاں پیر کا اونٹ ہے تو فوراً وہ چور اس اونٹ کو پیر صاحب کی خدمت میں لے آیا اور معافی مانگنے لگا. یہ لوگوں کا غلط عقیدہ ہے. قبور میں مردہ کسی چیز کی حفاظت نہیں کر سکتے. ان کے ارواح یا علیین میں ہوتے ہیں. یا سجین میں۔ شیر علی شاہ) طلبہ اور علماء کو پکی پکائی روزی ملتی ہے. دین سے مراد کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ ہے۔ قاضی اور صدرا تھوڑے ہی دین کی کتابیں ہیں۔

یعنی جس طرح قریش ایک شعائر (خانہ کعبہ) کے مجاور و خادم تھے اس وجہ سے ان کی عزت ہوتی رہی اسی طرح علماء دین، دین کی خدمت کرتے ہیں۔ اس کی وجہ سے ان کو اعزازات و اکرامات سے نوازا جاتا ہے۔ ان کا فریضہ ہے کہ وہ اس دین کی صحیح معنوں میں خدمت کریں۔ اس رب البیت کی کتاب قرآن پاک کی ہر ممکن اشاعت کریں. اگرچہ علماء میں علماء سوء بھی ہیں ﴿ومن کل شیء خلقنا زوجین لعلکم تذکرون﴾ (سورۃ الذریات آیۃ: ۴۹۔ زوجین سے مراد نر اور مادہ. نیز اس سے مراد ہر دو متقابل چیزیں بھی مراد ہو سکتی ہے. جیسے دن رات، زمین و آسمان، تاریکی اور روشنی

وغیرہ۔ شیر علی شاہ) ہم نے ہر چیز میں دو قسم کے لوگ پیدا کئے۔ نیک بھی اور بد بھی۔ اسی طرح علماء بھی دو قسم کے ہوتے ہیں۔ کھرے اور کھوٹے۔

لیکن عوام تو ہر دونوں کو دین کا خادم سمجھ کر بغیر کسی امتیاز کے ان کی خدمت کو اپنی سعادت سمجھتے ہیں لہذا علماء کرام اور پیران عظام کا فرض ہے کہ جس دین کی بدولت روٹی کھاتے ہیں وہ اس دین کی اور اس دین کی کتاب کی صحیح معنوں میں کما حقہ اشاعت و ترویج کریں۔ پیروں کا فریضہ ہے کہ وہ اپنے مریدوں اور معتقدین کو اس دین کی طرف لائیں۔ اگر تفسیری قاعدہ کے مطابق (کہ سورۃ خاص اور حکم عام) عمل کیا جائے تو یہ سورت ہر زمانے اور ہر جگہ فٹ آسکتی ہے۔ دنیا کے کسی حصہ میں چلے جائیں یہ سورت قابل عمل ہوگی۔ اس قسم کی تفسیر بالا قتبار و التاویل سے اب آپ علماء و صوفیاء کو اس کام میں لگا سکتے ہیں۔ یہ قال کے حامل، اور وہ حال کے حامل، دونوں دین کی خدمت کر رہے ہیں۔

سورۂ کوثر کا عنوانِ عام :

تو اس سورت کا عنوان عام: "فرائض علماء کرام و صوفیائے عظام"۔ اور اس عنوان کا ماٴخذ فلیعبدو ربّ ھذا البیت ہے۔

﴿سورة الكوثر﴾

﴿إنا أعطينك الكوثر • فصل لربك وانحر •
إن شانئك هو الأبتر﴾

سورۂ کوثر کا عنوان عام: "اصول حربیت أعدائے اسلام"۔

اور اس کا ماٴخذ: آیت نمبر ۲ اور ۳ ہے۔

حوضِ کوثر کی تشریح :

﴿إنا أعطينك الكوثر﴾: ہم نے آپ کو کوثر عطا کی ہے۔ کوثر کی تفسیر میں مفسرین کی دو توجیہ ہیں۔ خیر کثیر یا حوض کوثر۔ میں آپ کو اصول بیان کرونگا۔ مفسرین

حضرات کی توجیہات میں جس توجیہ کو ترجیح دونگا اسی کو بیان کرونگا۔ ہر ایک توجیہ کو بیان کرنے سے قاصر ہوں۔ اسی بناء پر جو ربط بیان کرونگا وہ اسی توجیہ پر مبنی ہوگا۔ جس کو میں نے مناسب سمجھا ہے کیونکہ ہر ایک توجیہ کے ساتھ ربط آیات بیان کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ اگر کوثر سے مراد خیر کثیر لیا جائے (مفسرین نے الکوثر کے متعلق تقریباً چھبیس اقوال ذکر کئے ہیں۔ حوض کوثر، قرآن، اسلام، نبوت، توحید، علم و حکمت، مقام محمود، صحابہ کرام، علماء امت، نور ایمان، وغیرہ۔ شیر علی شاہ) تو پھر خیر کثیر سے مراد قرآن مجید ہے۔ اگر کوثر سے مراد حوض کوثر لیا جائے تو پھر دنیا میں اس سے مراد قرآن مجید ہے اور اگر آخرت میں مراد لیا جائے تو وہ حوض کوثر ہے۔

اب دونوں توجیہات میں تطبیق ہوگئی۔ حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: کہ جو چیزیں یہاں اس دنیا میں ہیں وہ وہاں آخرت میں بھی ہیں۔ صرف ہیئت و کیفیت میں فرق ہوگا۔ اب تطبیق ہوگئی کہ یہ قرآن وہ قرآن ہوگا۔ جنہوں نے دنیا میں اس قرآن پاک سے استفادہ کیا ہو۔ اس کی تلاوت کی ہو اس کے معانی و مطالب پر غور کیا ہو اور ان پر عمل کیا ہو اس کتاب کو اپنایا ہو۔ تو یہ قرآن مجید وہاں قیامت کے دن اس شخص کو حوض کوثر بن کر سامنے آئیگا۔ اور جس نے اس کا انکار کیا ہو اس کے تعلیمات کو جھٹلایا ہو۔ اس کی مخالفت میں اس کی زندگی گذری ہو وہ آخرت میں حوض کوثر سے محروم رہیگا۔

آخرت میں اعمال کی تجسیم :

ایک اور مسئلہ بھی بتاؤں حضرت شاہ ولی اللہ نے فرمایا ہے کہ جن چیزوں کی اس دنیا میں صورت نہیں یعنی اعراض ہیں۔ مجسم نہیں وہاں آخرت میں ان کو جسم دیا جائیگا وہاں وہ اعمال مجسم شکل میں نظر آئیں گے۔ مثلاً روزہ و نماز، تلاوت وغیرہ اعمال وہاں آخرت میں مجسم ہو جائیں گے۔

جیسے قرآن مجید اور روزہ قبر میں مجسم ہو کر مردہ کی شفاعت کریں گے قرآن مجید

دائیں طرف سے آکر شفاعت کرے گا اور روزے بائیں طرف سے آکر شفاعت کریں گے۔ حدیث شریف میں ہے۔ ﴿ اقرؤا القرآن فانہ یاتی یوم القیمۃ شفیعاً لاصحابہ ﴾۔ قرآن مجید کو پڑھتے رہو کیونکہ قیامت کے دن یہ اپنے پڑھنے والوں کی شفاعت فرمائیں گے۔

ان احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جن اعمال کا وجود مجسم دنیا میں نہیں ہے وہاں آخرت میں مجسم ہو جائیں گے دائیں طرف سے نماز آکر سفارش کرے گی بائیں طرف روزے آکر سفارش کریں گے۔

معلوم ہوا کہ یہ قرآن مجید جو ہمارے ساتھ ہے اور ہم اسے پڑھتے ہیں یہ اس قرآن پاک کا فوٹو ہے جو وہاں مجسم ہے تو ہم دونوں توجیہوں کو مانتے ہیں یعنی کوثر سے مراد قرآن بھی ہے اور حوض کوثر بھی قرآن دنیا میں اور حوض کوثر آخرت میں۔ یہ قرآن مجید یہاں جس نے سینہ سے لگایا ہے اور اس کے تعلیمات کو اپنایا ہے وہاں حوض کوثر سے سیرابی نصیب ہوگی۔

﴿ فصل لربک ﴾: یعنی اللہ تعالیٰ نے آپ کو خیر کثیر عطا فرما کر قرآن مجید کے معجزے سے نوازا اور حوض کوثر کی تقسیم کا اعزاز آپ کو بخشا جس سے آپ اپنی امت کو محشر میں سیراب فرمائینگے پس اتنے عظیم احسانات وانعامات کا شکریہ ادا کیجئے اور دن رات کو عبادات میں صرف فرماویں۔ اور تمام عبادات میں نماز امتیازی عبادت ہے۔ جس میں تمام عبادات موجود ہیں اور اگر ان عبادات کے راہ میں کوئی رکاوٹ ڈالے تو پھر ہر قسم کی قربانی سے دریغ نہ فرماویں۔

﴿ وانحر ﴾: اور قربانی کر۔ اس سے مراد وہ قربانی ہے جس کی بنیاد حضرت ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام نے رکھدی ہے۔ قربانی کی اصل حقیقت اپنے جسم وجان کو راہ خدا میں قربان کرنا ہے مگر اللہ تعالیٰ نے اپنے خصوصی عنایات سے جانور کی قربانی کو جانی

قربانی کے لئے قائم مقام کر دیا۔ پہلے کوثر کی نعمت کا ذکر فرمایا پھر فصل لربک وانحر اور اس کے بعد ﴿ إن شانئک هو الأبتر ﴾ فرمایا اب ان آیات کا باہمی ربط کیسے ہوگا۔ ﴿ إن شانئک هو الأبتر ﴾ کا ترتب سابقہ آیات پر کیسے ہوگا۔ جب آپ کو قرآن مجید اور حوض کوثر دیا گیا اور پھر آپ نماز پڑھیں، قربانی کریں تو کیسے دشمن ہلاک ہوگا آپ مان چکے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے کلام میں قوی جوڑ اور مضبوط ربط موجود ہے انسان کے کلام میں بے ربطی کو عیب سمجھا جاتا ہے تو کلام اللہ میں بے ربطی کیونکر عیب شمار نہ ہوگا۔ بظاہر سرسری نگاہ سے کوئی جوڑ معلوم نہیں ہوتا کیونکہ اگر آپ نماز پڑھیں اور قربانی کریں تو کافر ہلاک ہو جائیں اصل بات یہ ہے (خیال فرمایئے) کہ ہر چیز میں ایک صورت ہوتی ہے اور ایک اس کی حقیقت وماہیت، ایک ظاہر اور ایک باطن، ایک جسم اور ایک روح ہوتی ہے۔ بات مسلمات میں سے ہے، آپ عالم وفاضل ہیں، آپ اس کو سمجھتے ہیں۔ عالم کو اشارہ بھی کافی ہے، آپ کے سمجھنے کی وجہ سے ترجمہ تین مہینے میں ختم ہوگا۔ کیونکہ آپ کو زیادہ تفصیلات کی ضرورت نہیں ہے۔

اٹھارہ سال میں ترجمہ :

ورنہ جو ترجمہ میں عوام کو کرتا ہوں وہ کئی سالوں میں ختم نہیں ہوتا پہلی مرتبہ میں نے جو ترجمہ یہاں عوام کو شروع کیا تھا وہ اٹھارہ سال کی مدت میں ختم ہوا تھا، اور پھر اسی طرح بیالیس سال کی مدت میں صرف تین بار ترجمہ قرآن مجید پڑھایا گیا ہے۔

فصل لربک میں فا جزائیہ ہے تو تقدیر یوں ہوگی ...... لما اعطینک الکوثر فصل لربک واذا صلیت ونحرت فیکون شانئک هو الأبتر۔ اب ترتب درست ہوا اور ربط سمجھنے میں آیا۔ جب آپ کو خیر کثیر قرآن مجید کا ازلی ابدی معجزہ دیا گیا تو آپ اس کی اشاعت کے لئے موثر ترین طریقہ نماز ہی ہے۔ کیونکہ نماز میں ماموم (مقتدی) صرف قراءت ہی میں امام کی متابعت کرتا ہے۔ یعنی خود قراء

ت نہیں کرتا بلکہ امام کی قراءت سنتا ہے. قراءة الإمام قراءة لمن خلفه پر عمل پیرا ہوتا ہے، امام کی قراءت اس کے لئے کافی ہے

مسئلہ قرآت خلف الامام :

﴿ واذا قرئ القرآن فاستمعوا له وانصتوا ﴾ (سورۃ اعراف آیۃ:۲۰۴) متابعت صرف سماع قرآن ہی میں ہے امام قراءت کرتا ہے اور مقتدی سب خاموشی کے ساتھ سنتے ہیں، رکوع سجدہ وتشہد میں مقتدی بھی تسبیحات پڑھتا ہے التحیات پڑھتا ہے امام کی تسبیحات اور التحیات پر اکتفاء نہیں کرتا تو نماز حقیقت میں سماع قرآن کا بہترین ذریعہ ہے. یعنی جب حضور ﷺ اللہ کا کلام سنائیں تو مقتدی ہمہ تن گوش بن کر سنیں. ہمارے احناف کی ایک دلیل عدم قراءت خلف الامام کی یہ بھی ہے. خواہ غیر مقلد مانیں یا نہ مانیں. ہمارے لئے یہ دلیل کافی اطمینان بخش ہے یعنی جب ہم نے آپ پر احسان عظیم کیا اور آپ کو خیر کثیر قرآن مجید کی نعمت بخشی تو اب اس کی اشاعت کے لئے موثر طریقہ نماز ہی کو اختیار فرمادیں، اور نماز میں وہ شخص قرآن کو سنائے جس کے سنانے سے دلوں میں اثر ہو سنانے والا اعلم واقرا ہو جب سنانے والا عالم اور قاری ہو اور سننے والا ہمہ تن گوش کئے ہوئے ہو تب اعلم کی قراءت مقتدی کے دل میں اترے گی اور جب حضور اکرم ﷺ سنانے والے ہوں اور صحابہ کرامؓ سننے والے ہوں تو کیونکر اوقع فی القلوب نہ ہوگا۔

لب بہ بند و چشم بند و گوش بند
گر نہ بینی سرِّ حق بر من بخند

آنچہ از دل مے خیزد بر دل مے ریزد، دل سے جو بات نکلتی ہے وہ دلوں میں سرایت کر جاتی ہے. نماز میں مقتدی صرف قراءت قرآن کے وقت ہمہ تن گوش ہوتا ہے. اور باقی ارکان نماز میں ہمہ تن گوش ہونے کی ضرورت نہیں. اگر نماز کو اشاعت قرآن کا

ذریعہ بنایا جائے تو قرآنی تعلیمات دلوں کے اندر اترینگی۔

خیال فرمائیے نمازی جب گھر سے نماز کی نیت سے نکلتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے سوا تمام چیزوں سے تعلقات منقطع کر لیتا ہے گھر بار، بیوی بچے، خویش واقارب، مال ودولت، مکان جائیداد، منصب وجاہ تمام کے تمام چھوڑ بیٹھتا ہے. تاکہ اشاعت قرآن کے مقابلہ میں کوئی چیز سامنے نہ آئے اور یہ بات میں آپ کو مسلمات میں سے نکال رہا ہوں کہ جب نماز اشاعت قرآن کی غرض سے ہو تو سنانے والا بہترین ہونا چاہئے. اعلم ہو اقرء ہو، متقی پرہیزگار ہو، اس کی صورت وسیرت شرعی ہو، اسی طرح سننے والا بھی زاہد وعابد ہو، دنیا ومافیہا سے کٹ کر خالص اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو. پھر دیکھیں کہ قرآنی انوار ومعارف سے دل ودماغ منور ہوتے ہیں یا نہ. اگر اس نصب العین کے ماتحت قرآن کی اشاعت کریں گے تو یقیناً قرآنی تعلیمات زندہ ہو سکتے ہیں۔

ابراہیمی قربانی :

﴿ وانحر ﴾: اور قربانی کر اس سے مراد حضرت ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام جیسی قربانی ہے. ﴿ فلما بلغ معه السعي قال يبني إني أرى في المنام أني أذبحك فانظر ماذا ترى. قال يابت افعل ما تؤمر ستجدني إن شاء الله من الصبرين ﴾ (سورۃ الصافات الآیۃ:۱۰۲)۔

قربانی وہاں سے چلی آرہی ہے جو بیٹے کو ذبح کرنے میں دریغ نہیں کرتا وہ اپنے نفس کو راہ خدا میں بطریق اولیٰ قربان کر سکتا ہے. جو جان کا نذرانہ دے سکے اس کے سامنے مال ودولت کی کیا وقعت، ابراہیم علیہ السلام خواب میں دیکھتے ہیں کہ ان کو اپنے لاڈلے اکلوتے لخت جگر کے ذبح کرنے کی تلقین ہو رہی ہے خواب سے بیدار ہوتے ہی اپنے پیارے بیٹے کو مخاطب کر کے خواب شب بیان کرتے ہیں. بیٹا بھی ابراہیم کا تھا سراپا تسلیم، اور اتقیاء کا پیکر. بلا توقف جواب دیتے ہیں۔ یابت افعل ما تؤمر اے

میرے پیارے ابا جان افرمان الٰہی کی تعمیل کیجئے۔ ان شاء اللہ آپ مجھے صبر کرنے والوں میں پائیں گے۔

دین زندہ رہے :

﴿فصل لربک وانحر﴾: اس سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت کی یاد مسلمانوں سے تازہ کرائی جارہی ہے۔ یعنی اگر اللہ تعالیٰ کے دین کو زندہ رکھنے کی خاطر ہم سب کی جانیں قربان ہو جائیں، تو قربان ہونے دو، دین زندہ رہے۔ ہم رہیں یا نہ رہیں، قرآن مجید کی اشاعت کے سلسلے میں اور اس کے تعلیمات، فرمودات زندہ کرنے کے سلسلہ میں بھی قربانی پیش آئے تو پورے ضبط و صبر، تسلیم و انقیاد کے ساتھ برداشت کرنی چاہئے۔ یقیناً پاکیزہ احساسات و جذبات کی بدولت نصرت خداوندی کا نزول ہوگا۔

﴿یاایھا الذین ءامنوا إن تنصروا اللہ ینصرکم ویثبت اقدامکم﴾ (سورۃ محمد آیۃ: ۷)۔

میں کہا کرتا ہوں کہ نبوت کا دروازہ بند ہو چکا ہے اب حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کے بعد کوئی نیا نبی آنے والا نہیں وہ خاتم النبیین ہیں۔ مگر فرشتوں کا دروازہ بند نہیں اب بھی تمہاری نصرت و امداد کے لئے فرشتے آسکتے ہیں۔

قرآن پاک کے نظام کو زندہ کرکے دم لیں گے :

اگر ہم اللہ تعالیٰ کے دین کی، قرآن مجید کی، اور سنت رسول اللہ ﷺ کی اشاعت کے لئے جدوجہد کریں تو اللہ تعالیٰ ہماری مدد کے لئے فرشتے بھیجے گا۔ اللہ تعالیٰ کی نصرت جس میدان میں نازل ہوگی تو یقیناً وہاں غلبہ و فتح نصیب ہوگی، دشمن مغلوب و مقہور ہوگا اس کے مقدر میں ذلت و رسوائی ہوگی۔ حاجی ترنگزئی (حاجی ترنگزئی بہت بڑے ولی اللہ گزرے تھے حضرت شیخ الہند کے ساتھ تحریک ریشمی رومال میں شریک تھے۔ شیر علی شاہ) رحمۃ اللہ علیہ نے جب اسلام کے ناموس پر انگریزوں کے مقابلہ میں جہاد کا اعلان کیا تو اللہ تعالیٰ کی

نصرتیں ان کے شامل حال ہو کر انگریزوں کو شکست فاش کا سامنا ہوا۔ اب بھی الحی القیوم اللہ تعالیٰ زندہ ہے۔ اس کا وعدہ زندہ ہے۔

ہم کہتے ہیں کہ ہم قرآن پاک کے نظام کو زندہ کرکے دم لینگے۔ ہماری جانیں قربان ہو جائیں، اگر ہم اخلاص وللہیت کے ساتھ میدان میں نکلیں تو نصرت خداوندی ہماری تائید فرمائیگی۔ ملک گیری اور کشورستانی مقصود نہ ہو بلکہ اللہ تعالیٰ کے قانون کی بالادستی مقصود ہو تو کامیابی و کامرانی ہوگی۔ نصر من اللہ وفتح قریب کی بشارتیں استقبال کرینگی۔ صحابہ کرامؓ نے ان ہی جذبات کے ماتحت روم، فارس کی سلطنتیں فتح کی تھیں۔ قیصر و کسریٰ کے تخت و تاج کو تاراج کیا تھا۔

پیر دم بتو مایۂ خویش را   تو دانی حساب کم و بیش را

کیا صحابہ کرامؓ کے ساتھ لشکر کی تعداد زیادہ تھی یا ان کے ساتھ اسلحہ زیادہ تھا، نہیں نہیں ان میں اخلاص وللہیت کوٹ کوٹ کر بھری پڑی تھی ان کو اللہ تعالیٰ کی نصرت و مدد پر قوی اعتماد تھا۔

﴿إنا أعطینٰک الکوثر﴾: ہم نے آپ کو خیر کثیر دیا ہے۔ الکوثر جو خیر ہی خیر ہے۔ جس کی تصویر اور جسمیت آخرت میں حوض کوثر میں ہوگا۔

فصل لربک: پس اشاعت قرآن کے لئے نماز میں قرآن سنا دیا جائے اور سنانے والا بھی اعلم ہو۔ یہ نیت و اخلاص ہو پھر دیکھا جائے کیا رنگ چڑھتا ہے۔ ﴿وإن جندنا لھم الغلبون﴾۔ (سورۃ الصافات آیۃ: ۱۷۳) ہمارا لشکر یقیناً غالب ہے۔

﴿وکان حقاً علینا نصر المؤمنین﴾۔ (سورۃ الروم آیۃ: ۴۷) اور ہم پر ایمان والوں کی نصرت لازمی ہے۔ رب العالمین جل جلالہ کے ایسے جتنے وعدے موجود ہیں تو پھر مسلمان کیسے شکست کھا سکتا ہے۔ بشرطیکہ نور ہو قرآن کا، اور جند ہو جند اللہ کا، ذاتی اغراض اور ملک گیری مقصود نہ ہو۔

اب ﴿ فصل لربک ﴾ کا ترتب تیج ہوگا۔ جس مجاہد کے دل میں سچا ایمان ہو اور اخلاص وتوکل ہو اس کی مدد اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ (حضرت لاہوریؒ نے فرمایا کہ مجھے ایک دوست نے بتایا کہ ہم کشمیر کے جہاد کے لئے گئے تھے۔ قبائلی مجاہد بھی ہمارے ساتھ تھے۔ ہم ایسے مقام پر پہنچے جہاں ہمیں کھانے کیلئے کوئی چیز نہیں مل رہی تھی۔ ہم نے جب حملہ کیا اور ہندوؤں نے پٹھان کا نام سنا تو ہندو ڈوگرہ کانپ جاتے تھے۔ اور ایک ایک مسلمان ان سے پانچ پانچ بندوقیں چھین لیتا تھا۔ ایک بڑے قلعے کو فتح کر کے ہندو بھاگ گئے۔ ہندوؤں نے اپنے بڑوں کو اطلاع دیدی تھی کہ ہم بھوکے ہیں، ہندوؤں کی ایک جہاز نے آکر ہم پر بسکٹ ڈالدیئے۔ دوسرے جہاز نے آکر ہم پر کمبل پھینکدئے۔ ﴿ ومن یتق اللہ یجعل لہ مخرجا ویرزقہ من حیث لا یحتسب ﴾ غیب سے مجاہدین کے کھانے اور اوڑھنے کا سامان مہیا فرمایا۔ دشمنوں کے ہاتھوں مجاہدین کی مدد کی گئی۔ شیر علی شاہ۔) نماز اور قربانی مرد مومن میں ایسی روحانی قوت پیدا کرتے ہیں جن کے سامنے تمام قوتیں کافور ہو جاتی ہیں۔

قربانی کی غرض محبوب حقیقی کی خوشنودی :

﴿ وانحر ﴾ کا معنی یہی ہے کہ جو رکاوٹ بھی اشاعت قرآن مجید کے راستے میں سد راہ ہے اس کے دور کرنے میں ہر ممکن قربانی سے دریغ نہ کیا جائے تب فتح نصیب ہوگی کیونکہ قربانی سے غرض صرف گوشت و پوست کی قربانی نہیں ہے۔

﴿ لن ینال اللہ لحومہا ولا دماؤھا ولکن ینالہ التقوی منکم ﴾ (سورۃ الحج آیۃ: ۳۷)

بلکہ قربانی سے مراد روح قربانی ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی مرضی کے سامنے ہر محبوب ترین چیز کو قربان کرنا ہے۔ اگر ہماری جانوں کی قربانی سے محبوب حقیقی کی خوشنودی حاصل ہو سکتی ہے تو عین مطلوب ومحبوب ہے۔

یوم السبت ۴ رمضان المبارک ۱۳۷۸ھ

﴿ سورۃ لہب پڑھئے ﴾

﴿ تبت یدا أبی لہب وتب • ما أغنی مالہ وما کسب • سیصلی نارا ذات لہب • وامرأتہ حمالۃ الحطب • فی جیدھا حبل من مسد • ﴾

سورۃ لہب کا عنوان عام :

تبلیغ حق میں حارج نوع ابی لہب میں داخل ہے۔

حضرت شیخ التفسیر لاہوریؒ نے آغاز درس میں فرمایا: ﴿ من سن سنۃ حسنۃ فلہ اجرھا واجر من عمل بھا ﴾ الحدیث۔ اس پنجاب میں سب سے پہلے درس قرآن مجید حضرت مولانا حسین علی رحمۃ اللہ علیہ کا تھا۔ پنجاب میں انہوں نے تفسیر قرآن مجید کا آغاز کیا ہے۔ وہ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے تلمیذ خاص اور مرید تھے۔ ان کو قرآن مجید کے ترجمہ وتفسیر کا خصوصی شغف تھا۔ لیکن وہاں مستقل طور پر دورہ تفسیر نہیں ہوتا تھا۔ بہت بڑے بزرگ ولی اللہ تھے۔ وہ فرداً فرداً علماء کو دورہ تفسیر پڑھاتے۔ ان کے بعد باقاعدہ طور پر درس بندہ نے شروع کیا ہے۔ اب تو بحمد اللہ کئی درس ہو گئے ہیں۔

۳۵ سال سے میرا درس شروع ہے :

۳۵ سال سے منتظم طور پر یہاں شیرانوالہ مسجد میں دورہ تفسیر ہو رہا ہے۔ حضرت مولانا عبداللہ صاحب درخواستی کا درس بعد میں شروع ہوا۔ میں جب فاضل ہوا تو وہ بچے تھے۔ دین پوری رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد تھے اور حضرت مولانا غلام اللہ خان صاحب نے تو اب کئی سال سے دورہ تفسیر شروع کیا ہے۔ اور مولانا عبید اللہ صاحب شجاع آبادی نے بھی

دورہ تفسیر شروع کیا ہے وہ یہاں میرے حلقہ درس میں رہ چکے ہیں۔ حضرت مولانا حسین علی رحمۃ اللہ علیہ جب بھی کسی طالب العلم کو میرے پاس بھیجتے تو ان کو ایک رقعہ پر لکھ دیتے کہ محترم مولانا احمد علی صاحب زید مجدہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ میں نے حامل رقعہ طالب العلم مولوی..... کو فلاں فلاں سورت کا ترجمہ پڑھا دیا ہے۔ بقیہ سورتوں کا ترجمہ آپ پڑھا دیں۔ آخر میں لاشئی حسین علی لکھتے۔

مولانا حسین علیؒ عاشق قرآن :

میں کہتا ہوں کہ حضرت مولانا حسین علیؒ عاشق قرآن مجید تھے اور فنافی التوحید تھے۔ تمام قرآن مجید سے صرف ایک مسئلہ نکالتے توحید کا مسئلہ۔ الحمدللہ میرا درس ترجمے کا دھرا ہے۔ حضرت مولانا عبداللہ درخواستی صاحب اور حضرت مولانا غلام اللہ خان صاحب میرے دو پر ہیں۔ مولانا عبداللہ شجاع آبادی صاحب میرے دوست ہیں اور اس نے یہاں میرے درس کو سنا ہے۔

الحمدللہ چشم ما روشن دل ما شاد۔ الحمدللہ ﴿من سن سنة حسنة فله اجرها واجر من عمل بها﴾ سارے پنجاب میں قرآن مجید کی تفسیر کا درس نہیں تھا حضرت مولانا حسین علی نے اس کی بنیاد رکھی ہے قرآن مجید کی برکتیں ہیں ہم حکومت کو چیلنج دیتے ہیں کہ ہمیں چوبیس گھنٹے حکومت حوالے کر دو پھر دیکھو کہ اس ملک میں اسلامی رنگ آتا ہے یا نہ۔

میں پکا حنفی ہوں :

ہدایہ، شرح وقایہ سے یہ برکات حاصل نہیں ہو سکتے۔ میں ان کتابوں کا مخالف نہیں، میں نے خود یہ کتابیں پڑھی ہے اور پڑھائی ہیں۔ میں پکا حنفی ہوں۔ تینوں بیٹوں کو یہ کتابیں پڑھائی ہیں فقہ کی کتابوں کی کتاب الطہارۃ اور کتاب الصلاۃ اور زکوۃ وصوم تو مسلمان کے لئے ہے۔ اور جو سرے سے کافر ہیں ان کو تو پہلے ایمان لانا چاہئے۔ اس کو

ایمان لانے کے لئے ترغیب و ترھیب ہونا چاہئے۔ مسلمان ہونے کے لئے قرآن وحدیث کے تعلیمات ہونے چاہئیں۔ الحمدللہ آپ نے جو پڑھا ہے وہ میں نے بھی پڑھا ہے۔ حمداللہ، قاضی، صدرا وغیرہ۔

میں سُلّم کا حافظ تھا :

میں سلم العلوم کا حافظ تھا۔ میں سلم یاد کرتا تھا۔ حضرت مولانا عبید اللہ سندھیؒ گذرتے اور میرے سلم کی عبارت سنتے تھے۔ منطق وفلسفہ میں اپنی تمام زندگی صرف نہ کریں۔ اہم مقصد اشاعت قرآن وحدیث ہے۔ یہ کتابیں بھی ضروری ہیں۔ میں خود کافی مدت تک ان کتابوں کو پڑھاتا رہا تاکہ مسائل مستحضر ہوں۔ تدریس و مزاولت سے یہ علوم راسخ ہو جاتی ہیں۔ اب مجھے فرصت نہیں ورنہ میں اب بھی ان کتابوں کو پڑھاتا۔ اب تو میں خدام الدین کا خطبہ لکھتا ہوں۔ فالج کا عارضہ بھی ہے۔ ادھر مرد بھی آتے ہیں اور عورتیں بھی مسائل پوچھنے کے لئے آتی ہیں۔ بنات کے مدرسے کے نگرانی بھی میرے ذمہ ہے۔

صبح کی نماز کے بعد عوام کو درس قرآن مجید کا انتظام ہے اور پھر آپ کے اس درس میں خاصا وقت صرف ہوتا ہے اللہ تعالیٰ آپ کو توفیق عطا فرمادے کہ آپ قرآن مجید کے مطالب ومقاصد سمجھ کر اوروں کو پڑھا سکیں۔ ان شاء اللہ تعالیٰ اب اس درس کی وجہ سے آپ لوگوں کو سمجھا سکیں گے۔ جلالین شریف اور بیضاوی شریف پڑھنے سے ایک فاضل عوام کو قرآنی اھداف واغراض نہیں سمجھا سکتا۔ جو فضلاء میرا درس لکھتے ہیں۔ پہلے رف کاغذ پر اجمالاً لکھیں پھر تفصیل کے ساتھ صاف لکھیں۔

کارآمد تحریرات :

یہ تحریرات آپ کے لئے کارآمد ثابت ہوں گے۔ یہ جو میں کہہ رہا ہوں اس کو اگر قلمبند نہ کرتا تو میرے پاس کچھ نہ ہوتا۔ ضبط تحریر آئندہ کے لئے ازحد مفید ہوتا ہے۔ قرآن مجید میں میں نے جو عنوانات اور حواشی لکھے ہیں اس میں تفصیل نہیں ہے اب

جو میں آپ کو تفصیلات بیان کر رہا ہوں ان کے روشنی میں آپ طبع شدہ تفسیر کو سمجھ سکیں گے۔ ﴿ العلماء ورثة الأنبياء ﴾ علماء انبیاء کرام علیہ الصلاۃ والسلام کے نائب ہیں نیابت رسول میں سے سب سے اہم کام اشاعت قرآن مجید ہے۔ باقی علوم اس کے ممد ومعاون ہیں۔

تو میں عرض کر رہا تھا کہ سورۃ لہب کا عنوان عام اور موضوع فریضہ تبلیغ میں خارج نوع ابی لہب میں داخل ہے۔ ما خذ پہلی آیت ہے۔ جو بھی مبلغین وعلماء کرام کو تبلیغ و دعوت سے منع کرتا ہے اس کا انجام بھی ابولہب کی طرح ہوگا۔

حضور ﷺ کی دعوت پر قریش مکہ کا اجتماع :

نبی کریم ﷺ پر ﴿ وانذر عشيرتك الأقربين ﴾ (سورۃ الشعراء آیت: ۲۱۴) نازل ہوئی تو آپ ﷺ نے صفا کی چوٹی پر چڑھ کر تمام اہل مکہ وقریش کو طلب کیا اور فرمایا: تعالوا یا معشر القریش اپنے خاندان اور دیگر خاندانوں کو بلایا دور سے لیکر قریب تک بلاتے رہے۔ سب اہل مکہ جمع ہوئے قریش بھی آئے اور ابولہب بھی آیا آپ ﷺ نے پوچھا ﴿ أرأيتكم لو أخبرتكم أن خيلا بالوادي تريد أن تغير عليكم، أكنتم مصدقي؟ قالوا: نعم ما جربنا عليك إلا صدقا ﴾۔ یعنی اے اہل مکہ اگر میں آپ کو یہ خبر سنادوں کہ اس پہاڑ کے پیچھے دشمن ہے اور وہ تم پر حملہ کرنے والا ہے۔ کیا تم میری اس بات کو مان جاؤ گے؟ سب نے کہا کہ ہاں آپ کی بات کی تصدیق کریں گے کیونکہ ہم نے آپ کو بار بار آزمایا ہے اور آپ کو سچا پایا ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا: کہ جب تم میری بات کو مانتے ہو تو میں تمہیں سخت عذاب سے ڈراتا ہوں۔ چونکہ وہ لوگ بعث بعد الموت (دوبارہ زندگی) کے قائل نہیں تھے وہ عذاب قبر اور قیامت کے منکر تھے۔

ابولہب کا انکار :

تو ابولہب نے صاف انکار کیا اور کہا: تبا لك سائر اليوم ألهذا جمعتنا؟ (یعنی تو ہلاک ہو جائے آپ نے ہمیں اس بات کے لئے جمع کیا ہے) وہ آخرت کا منکر تھا کہتے تھے أإذا متنا وكنا ترابا ذلك رجع بعيد (سورۃ ق آیت: ۳)۔ جب ہم مر کر خاک میں خاک ہو جائینگے تو پھر دوبارہ زندہ ہونا بہت دور کی بات ہے۔ شیر علی شاہ) اس پر یہ سورت نازل ہوئی اہل مکہ تو سمجھے کہ کہیں شدید خطرہ ہے اس کے متعلق ہمیں جمع کر رہا ہے۔ جب ان کو جہنم کے عذاب شدید سے ڈرایا گیا سب انکار کرنے لگے اس پر یہ سورت نازل ہوئی۔ تبت یدا ابی لہب، ابولہب کے دونوں ہاتھ ٹوٹ جائیں اور وہ بھی ٹوٹ جائے۔

ابولہب کا نام عبدالعزی تھا۔ یہ آنحضرت ﷺ کا چچا تھا مگر حضور ﷺ کا شدید ترین دشمن تھا۔ جنگ بدر کے بعد اس کے بدن پر ایک زہریلا دانہ نکلا اور اس سے ہلاک ہوا۔ تین دن لاش پڑی رہی، جب اس کی بدبو سے لوگ تنگ آگئے تو حبشی مزدوروں کو کافی رقم دے کر اس کا لاش دور گھسیٹ کر دفن کر دیا گیا۔ ﴿ ما أغنى عنه ماله وما كسب ﴾۔ اس کی مال و دولت اور کمائی نے اس کو کچھ فائدہ نہ دیا۔ جب اللہ تعالی کا عذاب آتا ہے تو پھر اولاد، خویش واقارب مال و دولت سب کے سب کام نہیں آتے۔ ابولہب نے رسول اکرم ﷺ کی مخالفت کی اور اس کو تبلیغ اسلام سے منع کیا تو نتیجہ سیصلی نارا ذات لہب نکلا کیونکہ آنحضرت ﷺ کے ارشادات فرمودات من جانب اللہ ہیں۔ وما ينطق عن الهوى إن هو إلا وحي يوحى. (سورۃ النجم آیت: ۳۔۴) تو رسول اللہ ﷺ کی مخالفت اللہ تعالی کی مخالفت ہے۔

سیصلی نارا ذات لہب: وہ شعلہ دار آگ میں داخل کیا جائیگا۔

﴿ وامرأته حمالة الحطب ﴾: ابولہب کی بیوی بھی ہلاک ہوئی اس وجہ

سے نہیں کہ وہ ابولہب کی بیوی تھی بلکہ وہ مستقلاً آنحضرت ﷺ کی مخالفت کیا کرتی تھی۔ (صاحب جلالین نے فرمایا ہے۔ انها عذبت لأنها كانت امرأة أبي لهب) وہ جنگل سے کانٹیں لا کر حضور ﷺ کے راستے میں ڈال دیتی تھی تا کہ ان کے پاؤں زخمی ہو کر تبلیغ دین کے لئے چلنے پھرنے سے رک جائے وہ اس وجہ سے عذاب میں مبتلا نہیں ہوئی کہ اس کا خاوند ابولہب تھا۔ اگر خاوند کی وجہ سے بیوی کو سزا دی جاتی تو فرعون کی بیوی کو بھی سزا دی جاتی حالانکہ وہ مومنہ تھی۔ ابولہب کی بیوی ام جمیل جس طرح یہاں دنیا میں کانٹوں کا گٹھا جنگل سے لا کر حضور ﷺ کے راستوں میں ڈالتی وہاں جہنم میں بھی اسی نیت کے ساتھ جہنم والوں پر آگ تیز کرنے کے لئے لکڑیاں لاتی رہے گی۔ الجزاء من جنس العمل۔ جیسا کرو گے ویسا بھرو گے۔

فی جیدها حبل من مسد: اس کے گردن میں مونجھ کی رسی ہوگی۔ بات یہ ہے کہ بوجھ اٹھانے کی دو صورتیں ہیں۔ یہاں لاہور میں مزدور لوگ سر پہ بوجھ اٹھاتیں ہیں اور کشمیر وغیرہ کے پہاڑی علاقوں کے لوگ پیٹھ پر بوجھ اٹھاتے ہیں اسکی رسیاں کاندھوں پر رکھ دیتے ہیں۔ ممکن ہے وہاں عرب میں بھی بوجھ اٹھانے کا یہی طریقہ ہو تو اس طرح ام جمیل ابولہب کی بیوی دنیا میں کانٹوں کا گٹھا اٹھا کر لاتی تھی۔ اس طرح اس نوع کا عذاب اسکو دیا جائیگا جیسا کہ احادیث میں آیا ہے: کہ خودکشی کرنے والا (قاتل النفس) جہنم میں بھی اپنی نفس کو ایسا مارتا رہیگا۔ جس طرح اس نے اپنے آپ کو قتل کیا ہے۔

مانعین دعوت و تبلیغ ابولہب کے زمرہ میں داخل ہیں :

اس سورت کا مورد خاص ہے یعنی ابولہب اور اس کی بیوی کے بارے میں یہ سورت نازل ہوئی ہے۔ مگر اس کو احکام عامہ میں تبدیل کریں گے۔ علت کو دیکھیں گے آنحضرت ﷺ اپنا فرض منصبی تبلیغ انجام دے رہے تھے۔ قرآن مجید کی اشاعت میں مصروف تھے ابولہب اور اس کی بیوی تبلیغ کے راستے میں رکاوٹیں کھڑی کر دیتے

تھے تو اللہ تعالیٰ کے عذاب میں مبتلا ہوئے۔ تو اسی طرح اب بھی اگر کوئی بدبخت، بدقسمت، علماء دین، مبلغین اسلام کو اشاعت قرآن و حدیث اور تبلیغ اسلام سے منع کریں گے۔ وہ ابولہب کے صنف اور زمرہ میں داخل ہونگے۔ اس سورت میں دونوں میاں بیوی کا انجام بتلا کر لوگوں کو متنبہ کیا گیا کہ جو بھی انبیاء کرام علیہم الصلاۃ والسلام کے وارثین اور نائبین رسل کی مخالفت کرتا رہیگا اس کا انجام بھی یہی ہوگا جو ابولہب اور ام جمیل کا ہوا۔

﴿ وكذلك جعلنا لكل نبيّ عدوًّا شيطين الإنس والجن يوحي بعضهم إلى بعض زخرف القول غرورا ﴾۔ (سورۃ الانعام آیت: ۱۱۲)

یعنی جس طرح پہلے انبیاء کرام علیہم الصلاۃ والسلام کے دشمن تھے۔ اسی طرح آنحضرت ﷺ کے بھی دشمن ہیں اور علماء کرام و مشائخ عظام جو انبیاء کرام کے نائبین ہیں۔ ان کے بھی دشمن ہوں گے۔ اس نظام عالم میں خیر و شر، نیکی اور بدی کا معرکہ چلا آرہا ہے۔ ہمیشہ سے اہل حق کی دعوت کو دبانے کے لئے اہل باطل میدان میں نکل آتے ہیں۔

قرآن پڑھانے والوں کے لوگ دشمن ہو جاتے ہیں :

شیطان نے پہلے کہا تھا :

﴿ قال رب فأنظرني إلى يوم يبعثون ۔ قال فإنك من المنظرين إلى يوم الوقت المعلوم ۔ قال رب بما أغويتني لأزيّنن لهم في الأرض ولأغوينّهم أجمعين إلا عبادك منهم المخلصين ۔ ﴾

(سورۃ الحجر آیت: ۳۶۔۴۰)

جیسے ہمارے بابا آدم علیہ الصلاۃ والسلام کی اولاد ہے اسی طرح شیطان کی بھی اولاد ہے۔ شیطان اور اس کی ذریت کا نصب العین اور مشن اغوا (لأغوينّهم) لوگوں کو سیدھے راستے سے روکنا اور گمراہ کرنا ہے۔ جب بھی کوئی پیغمبر اللہ تعالیٰ کی طرف سے مبعوث ہوتے اور لوگوں کو حق بات سناتے۔ لوگ مخالف ہو جاتے حضور ﷺ نے بھی

جب اہالیان مکہ کو عذاب الٰہی سے ڈرایا تو ابولہب اور دیگر لوگ مقابلہ میں اٹھ کھڑے ہوئے۔ آج بھی یہی حالت ہے اگر کوئی عالم دین لوگوں کو قرآن پاک پڑھانے لگے تو فوراً مخالفت شروع کر دیتے ہیں، اگر کوئی بھی بدترین قسم کی برائی کرے کوئی مخالفت نہیں ہوتی۔ برائیوں میں سب اکٹھے ہو جاتے ہیں نہ بریلوی کا سوال ہوتا ہے نہ دیوبندیت کا۔ کہیں کتے لڑانے کا اکھاڑا ہوتا ہے وہاں سب جمع ہو جاتے ہیں۔

قرآن مجید کی تعلیمات سنانے کے لئے کوئی عالم دین آئے، تو شیطان آ جاتا ہے اور لوگوں کو مخالفت پر آمادہ کرنے کی کوششوں میں لگ جاتے ہے۔ (حضرت لاہوری دامت برکاتہم العالیہ نے فرمایا: ایک بزرگ تھے ہمیں ہر بزرگ کی عزت کرنی چاہیے، ہر شریف آدمی، ہر بوڑھے اور ہر بڑے کا ادب کرنا چاہیے۔ میرا خاندان نقشبندی ہے مگر میں تمام خاندانوں اور سلسلوں کی عزت کرتا ہوں سب بزرگ ہمارے بزرگ ہے۔ حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ میرے پیر نہیں تھے مگر میں ان کی عزت و ادب کرتا تھا جس طرح ایک مرید اپنے مرشد کی عزت کرتا ہے۔ دلی میں جب بھی مجلس عاملہ کا اجلاس ہوتا تھا میں تین تین گھنٹے قعدہ کی حالت میں ادبا بیٹھا رہتا وہ سمجھ جاتے ہیں، جو کامل ہوتے ہیں، وہ غافل نہیں ہوتے، تو اس بزرگ نے قصہ سنایا:

کہ میں ایک دفعہ ایسی جگہ گیا جہاں میں نے ایک آدمی دیکھا: جس کی مونچھیں لمبی لمبی تھیں اور دونوں کانوں میں عورتوں کی طرح بالیاں ڈالے ہوئے تھا وہاں لوگ مجھے دوپہر کا کھانا لے آئے۔ میں نے کھانا نہیں کھایا لوگوں نے منت سماجت شروع کی۔ میں نے شرط لگائی کہ کھانا تب کھاؤں گا کہ اس آدمی کی مونچھیں دور کرو تب جا کر تمہارا کھانا کھاؤں گا، اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اس کی مونچھیں قینچی سے کاٹ دیں اور ایک آدمی منگوایا جس کے ذریعہ سے اس کی بالیاں بھی کاٹ دیں وہ پھر کو شیطان آیا کہا کہ تو نے میری ساری محنت پر پانی پھیر دیا میں نے کتنی مشقتوں سے اس کو اپنا بنایا تھا۔ اس بزرگ نے فرمایا: کہ ایک دفعہ لوگ سخی سرور کے میلے

سے واپس آ رہے تھے انہوں نے پگڑیاں سروں سے اتاری ہوئی تھیں اور پاؤں میں گھنگرو ڈالے ہوئے آ رہے تھے اور آپس میں مغلظات گالیاں دے رہے تھے۔ شیطان میرے پاس دوڑتا ہوا آیا اور کہنے لگا۔ دیکھ میری امت ہے، بہر حال جس طرح ہمارے نبی کی امت ہے اسی طرح شیطان لعین کی بھی امت ہے۔ اس بزرگ نے مجھے ایک اور واقعہ سنایا کہ میری دو بیویاں تھیں ایک دن میں نماز پڑھ رہا تھا شیطان آیا اور کہنے لگا تیری بیویاں آپس میں لڑ رہی ہیں۔ میں سمجھ گیا کہ شیطان مجھے نماز سے نکالتا ہے۔ جب میں فارغ ہوا تو کیا دیکھتا ہوں کہ دونوں بیویاں آپس میں لڑ رہی ہیں شیطان ہر ایک کو سوال و جواب کا تلقین کرتا رہا۔ میں نے آ کر شیطان کو کہا کہ لعین تو نے میرا گھر دیکھا ہے اس کہنے ہی سے بھاگ گیا اور وہ عورتیں بالکل خاموش ہو گئیں کوئی لڑائی نہ رہی)

بہر حال قرآن مجید کی اشاعت کے سلسلے میں روڑے اٹکانے والا بھی ابولہب کی صنف میں داخل ہے۔ خواہ وہ شیطان ہو یا انسان۔ کیونکہ بعض انسان، انسانی صورت میں شیطان ہوتا ہے (مسند احمد میں ابوذر غفاریؓ سے روایت ہے۔ قال رسول اللہ ﷺ:

یا اباذر! تعوذ باللہ من شیاطن الانس و الجن فقلت: او للانس شیاطین قال: نعم. حضور ﷺ نے فرمایا:

اے ابوذر! انس و جن کے شیطانوں سے پناہ مانگ۔ ابوذرؓ نے پوچھا: یا رسول اللہ انس میں بھی شیطان ہے؟ فرمایا ہاں) اس کی سیرت شیطان کی ہوتی ہے۔ جب بھی قرآن مجید کھولیں گے وہاں لوگ وہابی، حنفی کا سوال پیدا کر دیں گے۔ یہ قاعدہ کلیہ ہے اس میں استثناء نہیں، دنیا کے ہر قاعدے میں مستثنیات ہوتے ہیں مگر اس قاعدہ کلیہ میں استثناء نہیں ہے۔ وکذلک جعلنا لکل نبی عدوا من المجرمین. (سورۃ الشعراء آیت: ۲۰۰) حضرت مولانا حسین علی صاحبؒ نے جب قرآن پاک کا درس شروع کیا تو کئی لوگ مخالف ہو گئے۔

مولانا نجم الدین اور درس قرآن :

میرے ایک استاد تھے مولانا نجم الدین صاحب اورئینٹل کالج میں پڑھاتے تھے وہ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد تھے انہوں نے میرے بعد ترجمہ شروع کیا۔ بازاری لوگ اس کی مخالفت شروع کرتے گئے۔ یہاں تک کہ مخالفین سڑک پر لیٹ جاتے تھے احتجاج کے طور پر کہ ترجمہ نہ پڑھائیں۔

میرے درس قرآن کی مخالفت :

یہ میری مسجد لاوارث مسجد ہے۔ یہاں پر پولیس لائن تھا ان میں کسی ایک نیک بخت بندۂ خدا نے چھوٹی سی مسجد بنائی۔ خدا نے مجھے یہاں لاتا تھا۔ یہاں چاروں طرف لق دق بیابان تھا۔ یہاں رات کسی کا گذر نہیں ہو سکتا تھا۔ چوروں، لٹیروں کا خطرہ ہوتا تھا۔ یہاں میں نے قرآن پاک کا درس شروع کیا لوگوں نے مخالفتیں شروع کر دیں۔ مجھ پر کافی حملے کیے گئے۔ اللہ تعالیٰ کا فضل تھا بچ گیا۔ بہاولپور کا ایک مولوی مخالفت کے لئے آیا۔ یہاں ایک محلے والا بریلوی کافی مخالفت کرتا رہا۔

ایک دفعہ اس نے ساری شہر میں منادی کر دی۔ کہ فلاں مولوی (ایک بریلوی مولوی) اور مولانا احمد علی تقریریں کریں گے۔ میرے ایک دوست نے جب یہ افواہ سنی۔ وہ فوراً ڈی سی کے پاس گیا تاکہ انسداد کا انتظام ہو، بدقسمتی سے ڈی سی کسی قتل کے کیس میں لاہور سے باہر گیا ہوا تھا ادھر مخالفین نے میری طرف سے اشتہار شائع کیا کہ میرے دوست جتنے ہیں وہ مسجد کو نہ آئیں اور اگر آئیں بھی تو مخالفین کے گالیوں کا جواب نہ دیں۔ شام ہو گیا، تو گیس وغیرہ لے آئے۔ ادھر میرے دوست نے دوبارہ ڈی سی کو اطلاع دی کہ فساد کا خطرہ ہے۔ ڈی سی نے بریلوی عالم پر پابندی لگا دی کہ وہ شیرانوالہ مسجد میں نہ جائے۔ بریلوی لوگ کافی تعداد میں آگئے گالیاں دینے لگے۔ اللہ تعالیٰ کا فضل تھا کہ کوئی فساد نہ ہوا ایک دفعہ محلہ والوں نے ایک شخص کو بھیجا کہ آپ ترجمہ میں بیٹھ

جائیں۔

مولانا لاہوریؒ کے خلاف دشمنوں کا پروگرام :

ہم مسجد کے باہر کھڑے ہوں گے۔ مولانا جب ترجمہ شروع کریں تو اس میں رخنہ ڈالدیں۔ ہم جب آپ کی باتیں سن لینگے تو فوراً اندر آجائیں گے اور مولانا اور اس کے ساتھیوں کو خوب زدوکوب کرینگے۔

مخالف، مخلص بن گیا :

وہ آدمی آ کر بیٹھ گیا۔ ترجمہ سننے لگا۔ اس پر ایسا اثر ہوا کہ وہ میرا مخلص ساتھی بن گیا۔ ایک دفعہ یہی مخلص آدمی اپنے ساتھ بندوق لے آیا اور اپنے سامنے رکھ دیا۔ میں نے نماز پڑھ کر پوچھا کہ آپ بندوق کیوں لے آئے ہو۔ کہا میں نے افواہ سنی ہے کہ آپ پر حملہ ہو رہا ہے۔ اس کے بچاؤ کے لئے بندوق لے آیا ہوں۔ بتایا کہ مجھے اطلاع ملی ہے کہ آپ کو چوبیس گھنٹے کے اندر اندر قتل کر دیا جائیگا اس لئے بندوق لے آیا۔ یہ حملے ہوتے رہتے ہیں، مگر حق کامیاب ہو جاتا ہے ایسی مخالفتیں ہوتی رہتی ہیں۔ مگر صاحب استقامت واستقلال کو گھبرانا نہیں چاہیے، بالآخر کامیابی نصیب ہوتی ہے۔ باطل ہمیشہ حق سے ٹکراتا ہے اور آخر حق ہی کامیاب ہو جاتا ہے ایک طرف رسول اللہ ﷺ کا غلام ہوتا ہے اور دوسری طرف شیطان کا نائب۔ پہلے سب یار ہوتے ہیں، مگر جب قرآن مجید کا درس ہوتا ہے تو وہی یار دشمن بن جاتے ہیں۔ باطل ابتداء میں پورا زور دکھاتا ہے، مگر آخر میں شکست خوردہ رہ جاتا ہے۔

حق ہمیشہ کامیاب ہوتا ہے :

﴿وقل جاء الحق وزهق الباطل ان الباطل كان زهوقا﴾ (سورۃ الاسراء آیت: ۸۱) پہلے یہاں معمولی کام ہوتا رہا اب خدا کا فضل ہے ابھی تک

دس لاکھ تو ہزار رسالے شائع ہو گئے ہیں اور خدام الدین کا ہفتہ وار رسالہ دنیا کے گوشہ گوشہ میں پہنچ رہا ہے۔ مدینہ منورہ، مکہ معظمہ، ایران، ترکی اور انڈونیشیا پہنچتا ہے۔

چراغے را کہ قدرت بر فروزد : کسے گر تف زند ریشش بسوزد

تو مقصد یہ تھا کہ فریضہ تبلیغ ادا کرنے والوں کے راستوں میں رکاوٹیں ڈالنے والے ابولہب کے گروہ میں شامل ہیں۔ اگر آپ بھی قرآن مجید کھول کر لوگوں کو سنائیں گے تو لوگ مخالفت کے لئے نکل آئیں گے۔

منطق وفلسفہ پڑھانے والوں کی مخالفت نہیں ہوگی :

اگر آپ منطق وفلسفہ کی کتاب پڑھائیں میبذی، صدرا اور قاضی حمد اللہ کو پڑھائیں گے تو مخالفت نہیں ہوگی۔ کیونکہ شیطان ان کتابوں کے پڑھانے سے ناراض نہیں ہوتا۔ آپ ان شاء اللہ تعالیٰ یہاں ترجمہ سے فارغ ہو کر جب اپنے گھر چلے جائیں گے اور اپنے علاقہ میں قرآن مجید کا درس شروع کریں گے تو آپ دیکھیں گے کہ کتنے لوگ آپ کی مخالفت کرنے لگیں گے۔ آپ کو تسلی ہوگی کہ واقعی ہمیں شیرانوالہ کے درس میں کہا گیا تھا۔

یہی وجہ ہے کہ اکثر مولوی صاحبان قرآن مجید نہیں پڑھاتے وہ لوگوں کی مخالفت سے ڈرتے ہیں۔ قرآن مجید پڑھاتے وقت مخالفتوں کا مقابلہ کرنا آسان کام نہیں۔ اللہ تعالیٰ کی توفیق شامل حال ہو تو پھر یہ مراحل آسان ہو جاتے ہیں۔ محض علوم پڑھنے سے قرآنی خدمات کو سرانجام نہیں دیا جا سکتا۔ جب تک اہل اللہ کی صحبت میسر نہ ہو۔ اللہ والوں کے مجالس میں انقطاع عن الخلق اعتماد علی اللہ کے جواہر پیدا ہوتے ہیں اور ان کی وجہ سے اعداء اسلام کی مخالفتوں سے گھبراہٹ نہیں ہوتی۔ انبیاء کرام علیہم السلام انہی جواہر کی بدولت کامیاب ہوئے۔ ﴿وما اسئلکم علیہ من اجر ان اجری الا علی رب العلمین﴾ (سورۃ الشعراء آیت: ۱۰۹۔۱۲۷۔۱۴۵۔۱۶۴۔۱۸۰)

پیغمبران عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام پیغام رسالت بلا کم وکاست پوری امانت ودیانت کے ساتھ امتوں کو پہنچاتے ہیں اور اس کی اجرت ومعاوضہ لوگوں سے نہیں مانگتے۔ اللہ تعالیٰ ہی سے اجر وثواب کے طلبگار ہوتے ہیں۔ پیغمبر تو یہی چاہتا کہ جو کوئی چاہے توفیق ربانی سے اپنے رب کا راستہ پکڑے، یہی انبیاء کرام علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مراد ومطلوب ہوتا ہے۔ جب حضور ﷺ نے فرمایا: ﴿قل ما اسئلکم علیہ من اجر الا من شاء ان یتخذ الی ربہ سبیلا﴾ (سورۃ الفرقان آیت: ۵۷) تو مخاطبین کو یہ شبہ ہونے لگا کہ جب اجر ومعاوضہ نہیں مانگتے، تو بود وباش کا ذریعہ کیا ہوگا، کہاں سے کھائیں گے تو اللہ تعالیٰ نے آگے فرمایا: ﴿وتوکل علی الحی الذی لایموت وسبح بحمدہ وکفی بہ بذنوب عبادہ خبیرا بصیرا﴾ (سورۃ الفرقان آیت: ۵۸) یعنی آپ تنہا نصرت خداوندی پر بھروسہ رکھیں۔ فانی دنیا کی چیزوں پر کیا اعتماد، اعتماد وسہارا تو صرف حی قیوم پر ہونا چاہئے۔

شاہ ولی اللہ کا ایک اصول :

حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے فوز الکبیر میں فرمایا ہے کہ جب کسی آیت کے بارے میں شبہ ہوتا ہے تو قرآن مجید وہاں شبہ کو ذکر نہیں کرتا بلکہ اس کا جواب ذکر کرتا ہے۔ قرآن مجید کی خدمت کا صحیح طریقہ یہی ہے جو مسلک نبوت نے بتا دیا ہے کہ دعوت دینے والا اور مبلغ لوگوں سے فیس اور مزدوری کے خاطر دعوت وتبلیغ نہ کرے۔ بلکہ رب العالمین کے خوشنودی کے خاطر تمام جدوجہد کریں اور اسی کے اجر وثواب کا طالب رہے، یہ اعتماد علی اللہ اور انقطاع عن الخلق کے صفات حمیدہ بزرگوں کے جوتوں کے خاک میں ملتا ہے۔ جمعہ کے دن میں نے لاہور والوں سے کہا تھا کہ لاہور کی آبادی چودہ لاکھ ہے تمام کے تمام دستخط کریں کہ مجھے ایک دانہ اور ایک گھونٹ پانی کا نہ دیں صرف میرا قرآن مجید سنیں۔ میں ان کو قرآن مجید سناؤں تو مجھے یہ منظور ہے۔ پھر دیکھیں کہ

مجھے کھانا پینا کہاں سے ملتا ہے۔

تقویٰ وتوکل تمام مشکلات کا علاج :

﴿ومن یتق اللہ یجعل لہ مخرجا ویرزقہ من حیث لا یحتسب، ومن یتوکل علی اللہ فھو حسبہ﴾ (سورۃ الطلاق آیت: ۲-۳) تقویٰ اور توکل علی اللہ تمام مشکلات کا علاج ہے۔ اعتماد علی اللہ اور انقطاع عن الخلق سے ایک قلبی سکون واطمینان میسر ہوتا ہے۔ جس کے بعد تمام پریشانیاں کافور ہو جاتی ہیں۔

اے کریمے کہ از خزانہ غیب : گبرو ترسا وظیفہ خور داری

دوستاں را کجا کنی محروم : توکہ با دشمناں نظر داری

ہمارے فلسفہ ومنطق کے نصاب کی کتابوں میبذی، صدرا، قاضی، حمد اللہ اور ملاحسن وغیرہ کے پڑھنے سے اعتماد علی اللہ کا جذبہ پیدا نہیں ہوتا۔ یہ جذبہ شیخ کامل کی صحبت سے میسر ہوتا ہے۔ مگر یہ اس وقت کہ طالب اپنے طلب میں صادق ومخلص ہو، ادب واحترام سے کام لے۔

اعتماد علی اللہ اور انقطاع عن الخلق :

اعتماد علی اللہ اور انقطاع عن الخلق کی صفت قرآن مجید کی اشاعت کیلئے روح رواں ہے۔ لوگ سنیں یا نہ سنیں، آپ سناتے رہیں، اجرت وفیس کا مطالبہ نہ کریں، وعظ فروش نہ بنیں۔ پھر دیکھیں تمہاری دعوت وارشاد میں اللہ تعالیٰ کتنی برکتیں پیدا فرماتا ہے۔ لوگوں کے دلوں میں آپ کی باتیں اتریں گی۔

﴿سورۃ الماعون پڑھیں﴾

﴿ارءیت الذی یکذب بالدین ۰ فذلک الذی یدع الیتیم ۰ ولا یحض علی طعام المسکین ۰ فویل للمصلین ۰ الذین ھم عن صلاتھم ساھون ۰ الذین ھم یراءون ویمنعون الماعون ۰﴾

سورۃ ماعون کا عنوان عام اور موضوع : ﴿اوصاف مکذبین قیامت﴾

اس کا ماخذ دوسری اور تیسری، چھٹی اور ساتویں آیات ہیں۔

﴿ارءیت الذی یکذب بالدین﴾: کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا ہے کہ قیامت کے دن کا منکر ہے، پس وہ وہی ہے جو یتیم کو دھکے دیتا ہے، آپ کو معلوم ہے:

یتیم کی پرورش، حضور ﷺ کا ساتھ :

کہ حضور ﷺ نے فرمایا: انا وکافل الیتیم کھاتین فی الجنۃ میں اور یتیم کی کفالت اور پرورش کرنے والا جنت میں ان دونوں انگلیوں کی طرح قریب رہیں گے۔ یتیم وہ ہے جس کا باپ مرگیا ہو، یتیم کی خدمت وکفالت سے حضور ﷺ کی سنگت اور معیت نصیب ہوتی ہے۔ حالانکہ یتیم کی خدمت اتنی بڑی چیز نہیں ہے۔ آپ نے تجربہ کیا ہوگا کہ اگر آپ ایک چھوٹے بچے کو ایک پیسہ دیں گے وہ کتنا خوش ہوجاتا ہے۔ ایک بچہ بھوک کی وجہ سے رو رہا ہو، آپ اس کو روٹی کا ٹکڑا دیدیں، وہ اتنا خوش ہوتا ہے، جیسے کسی نے اس کو بادشاہی کا تخت دیدیا ہے۔ اتنے سستے داموں میں سید المرسلین ﷺ کی معیت حاصل ہوتی ہے۔ کوئی بھی اس سودے کو چھوڑنے کو تیار نہیں جو باوجود اس وعدے کے بجائے رحم وکرم یتیم پر ظلم کرتا ہے۔ یتیم کے مال کو دباتا ہے۔ درحقیقت وہ قیامت کا منکر ہے۔ یہ منکرین قیامت کی ایک صفت ہے اور دوسری صفت ولا یحض علی طعام المسکین اور مسکین کے کھانے پر کسی کو رغبت نہیں دلاتا۔ یعنی نہ خود مسکین کی خبر گیری کرتا ہے نہ دوسروں کو فقیر کے ساتھ امداد کی ترغیب دیتا ہے۔ حالانکہ یتیم اور مسکین کی حالت زار پر رحم وکرم ہر مذہب میں ضروری ہے۔

طلبہ کو سمجھانا آسان ہے :

آپ کو معلوم ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا ہے: ﴿اللہ فی عون العبد

﴿ كان العبد في عون أخيه ﴾ اللہ تعالیٰ اس شخص کا معاون ہے (دنیا و آخرت میں) جو شخص کسی مسلمان بھائی کی اعانت فرماتا ہے۔ آپ کو سمجھانا آسان ہے، آپ علوم پڑھ چکے ہیں، احادیث پڑھ چکے ہیں، آپ کو اشارہ ہی کافی ہے، عوام کا سمجھانا مشکل ہے۔ وہ بیچارے پورے تفصیل کے بغیر نہیں سمجھ سکتے۔ اس لئے میں کہتا ہوں کہ جس کو حدیث کا علم حاصل نہ ہو اس کو حق حاصل نہیں کہ وہ قرآن مجید کا ترجمہ پڑھ جائے۔ حدیث ہی آئینہ ہے قرآن پاک کا۔

تو حدیث میں ہے کہ مسکین کی مدد سے اللہ تعالیٰ کی نصرت نصیب ہوتی ہے۔ کتنا آسان کام ہے اگر کسی کے پاس کچھ نہیں ہے، اپنے جیب سے نہیں دے سکتا تو کم از کم دوسروں کو رغبت دلا دے۔ اور فقیر کی سفارش کرے کہ یہ مسکین ہے، محتاج ہے اس کو کچھ دیدیں تو ترغیب دینے والے کو بھی ثواب ملیگا۔ جب اتنے سستے داموں میں معرفت خداوندی حاصل ہو تو کتنا سستا سودا ہے۔ جو قیامت کا قائل ہے تو وہ ضرور یہ سودا کریگا اور جو آدمی نہ تو اپنے جیب سے دے۔ اور نہ کسی کو ترغیب دے اتنا بھی زبان نہ ہلا سکے کہ یہ مسکین محتاج ہے اس کو کچھ دیدیں۔ یقیناً ایسا شخص منکر قیامت ہے (اوصاف مکذبین قیامت کا مسئلہ صاف ہو گیا اب آگے چلئے نصف سورت باقی ہے) ﴿ فويل للمصلين الذين هم عن صلوتهم ساهون ﴾۔ پس دنیا کے کاروبار میں اتنے منہمک ہیں کہ نماز کا وقت نکل گیا اور انہیں پتہ بھی نہ چلا، یا نماز ہی کے اندر دنیا کے دھندوں کا فکر دامنگیر ہے۔ نماز پڑھتا ہے مگر معلوم نہیں کہ کتنی رکعتیں پڑھ چکا ہوں۔ پتہ نہیں کہ نماز کس کے ساتھ مناجات ہے، میں کس کے سامنے کھڑا ہوں۔

الماعون کی مراد :

﴿ ويمنعون الماعون ﴾: اور عام استعمال کی چیزوں کو لوگوں سے منع کرتا ہے۔ ماعون ہر وہ چیز جو عام استعمال کی ہو جس کے لینے دینے میں دقت نہ ہو۔ مثلاً طالب علم کے لئے قلم، پنسل، دوات ماعون ہے گھر والوں کے لئے دیگچی، چائنک، پیالے، کلہاڑی، سوئی وغیرہ ماعون ہے۔ عرف میں لوگ یہ چیزیں ایک دوسرے سے عاریۃً لیتے ہیں ان سے کام لیکر پھر واپس کر دیتے ہیں۔ تو یہ نمازی مانگنے والوں سے یہ عام استعمال کی چیزیں بھی منع کرتا ہے اور دینے سے گھبراتا ہے۔ ایک آدمی آئے اور کہا کہ میرے مہمان آئے ہیں ہمیں یہ بڑا دیگچہ دیدیں کل واپس کر دونگا، یا کسی سے آگ کا سلگا ہوا انگارہ مانگیں پھر یہ بہانے بناتا ہے۔ حالانکہ ان چیزوں کے دینے سے کچھ کمی نہیں آتی۔ حالانکہ اتنی حقیر چیزوں کے دینے سے اللہ تعالیٰ راضی ہوتا ہے، تو یہ عجیب نمازی ہے اللہ کے بارگاہ میں سربسجود ہوتا ہے، قیام کرتا ہے، رکوع کرتا ہے، سجدہ میں جاتا ہے۔ ادھر تو نماز پڑھی سربسجود ہوا، پیشانی کو زمین پر رکھ دیا جس کا مقصد یہ ہے کہ سر جائے تو جائے، مولا تو راضی ہو جا، ادھر تو رضائے مولا کے خاطر سر دینے کو تیار ہے، مگر دوسری طرف بے چارے کی یہ حالت ہے۔

﴿ ويمنعون الماعون ﴾ کہ عام استعمال کی چیزوں کو بطور عاریت دینے سے عاری ہے۔ ﴿ الذين هم يراءون ﴾: اور نماز بھی دکھلاوے کے لئے پڑھتا ہے۔ نماز تو مناجات الٰہی ہے۔ چاہئے تھا کہ یہ خالصۃً اللہ تعالیٰ ہی کی خوشنودی کے خاطر پڑھتا، ایسے لوگ جو یتیم کو دھکے دیتے ہیں اور مسکین کو کھلانے کے خاطر کسی کو ترغیب تک نہیں دے سکتے اور نماز بھی ہے تو جی کے ساتھ پڑھتے ہیں اور اس میں بھی ریاکاری مطلوب ہے۔ اور عام برتنے کی چیزیں بھی کسی کو عاریۃً نہیں دیتے۔ یقیناً ایسے لوگ روز جزا پر ایمان نہیں رکھتے۔ ﴿ ويمنعون الماعون ﴾ بھی ماخذ ہے۔

حضرت لاہوریؒ کا انداز تفسیر :

میں یہ باتیں باہر سے نہیں لاتا، انہی آیتوں سے نکالتا ہوں۔ یہ چیزیں تدبر فی القرآن اور تفکر فی الآیات سے حاصل ہوتی ہیں۔

واقعاتِ جزئیہ کو قواعد کلیہ میں لاتا ہے :

واقعاتِ جزئیہ کو قواعد کلیہ میں لاتا ہے. کیونکہ حضور ﷺ کافۃ للناس بشیرا ونذیرا ہے. اور قرآن مجید ھدی للناس اور ھدیً للعالمین ہے. اس کے معانی ومطالب کو عام بناتا ہے۔

آیت کو شانِ نزول کے ساتھ مختص نہ کریں :

بعض مفسرین تو ہر آیت اور ہر سورت کے لئے شانِ نزول بیان کرتے ہیں، مگر ان کا مقصد اسی شانِ نزول کے ساتھ اختصاص نہیں ہوتا. شانِ نزول کے ساتھ آیت کے معانی ومطالب کو منحصر نہیں کرنا چاہیے. اس سورت کے بعض آیتیں اہل مکہ اور بعض بنو قریظہ اور بنو نظیر اور منافقین اہل مدینہ کے بارے میں نازل ہوئی ہیں مگر وہ آج اور قیامت تک آنے والوں کے لئے ہے. قرآنی آیات کو شانِ نزول تک محدود نہیں کرنا چاہیے بلکہ یہ کـافـۃ للناس کے لئے ہیں. آپ ان شاء اللہ تعالیٰ اس قسم کے ترجمے کر سکیں گے. جس طرح میں ترجمہ کرتا ہوں اب آپ میں یہ استعداد ان شاء اللہ تعالیٰ پیدا ہوگا. پہلے نہ تھا ترجمہ ایسا ہو جو دنیا کے ہر خطہ ہر ملک کے باشندوں پر چسپاں ہو سکے۔

﴿سورۃ الکافرون﴾

﴿قل یٰـأیھا الکٰفرون ۰ لا أعبد ما تعبدون ۰ ولا أنتم عٰبدون ما أعبد ولا أنا عابد ما عبدتم ۰ ولا أنتم عٰبدون ما أعبد ۰ لکم دینکم ولی الدین ۰﴾

مقاطعہ عن الکفار :

اس سورت کا عنوان "مقاطعہ عن الکفار" ہے۔

اور ماخذ آخری آیت ﴿لکم دینکم ولی دین﴾ ہے۔

سیوطیؒ کے ہاں سترہ آیات منسوخ ہیں :

جلالین والے نے تو لکھا ہے کہ یہ سورت آیات قتال کی وجہ سے منسوخ ہے. نسخت بآیات القتال، جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک تقریباً سترہ اٹھارہ آیتیں منسوخ ہیں. حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے پانچ آیتیں منسوخ مانی ہیں. ہمارے استاد حضرت مولانا عبید اللہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں ایک آیت بھی منسوخ نہیں ہے. جب ان آیات میں ایسی تاویل ہو سکتی ہے. جس سے آیت معمول بہ بن سکے تو نسخ کی کیا ضرورت ہے۔

ابو بکر جصاصؒ نے بھی فرمایا ہے. متی امکن الجمع لا یجوز لنا الحکم بالنسخ. یعنی جب تک کسی بھی صورت میں آیت کو معمول بہا بنایا جا سکے تو یہ بہتر ہے بہ نسبت اس کے کہ آپ اس کو منسوخ العمل قرار دیدیں تو بتا رہیں ...... لکم دینکم ولی دین ...... کے یہ معنی نہیں کہ ہم تم کو کچھ نہیں کہتے تم جو چاہو کرو، بلکہ اس سے مراد اعلان قاطعہ ہے جیسا کہ عام قاعدہ ہے. جب عداوت حد سے بڑھ جاتی ہے اور دشمن مصالحت کے لئے آمادہ نہیں ہوتا تو کہتے ہیں چلو دیکھ لینگے تُسی وکرے. اسی وکرے جیسے قوم کے بزرگ، اہل حل واعقد دو متخاصم فریقین میں فیصلہ کی کوششیں کرتے ہیں مگر فریقین فیصلہ نہیں مانتے تو بڑے کہہ دیتے ہیں چلو اٹھو گل مک گئی۔

یعنی آپ اب ان کو چیلنج کریں. پہلے تو بہت کچھ رعایت اور نرمی برتی گئی اب بات ختم ہوئی یہ اعلان جنگ نہیں. مگر اعلان مقاطعہ ضرور ہے. نہ تم ہمارے نہ ہم تمہارے. مصالحت کی کوشش کے بعد جب مصالحت نہیں ہوتی تو عداوت بڑھ جاتی ہے تو کہہ دیتے ہیں کہ تمہارا ہاتھ آزاد ہے جو چاہو تمہیں اجازت ہے. دیکھ لیں گے. اعلان جنگ قـاتـلـوا کے آیات سے ہوا مکہ کے بعض بڑوں نے نبی کریم ﷺ سے

مصالحت کا مطالبہ کیا کہ کچھ دن ہم آپ کے خدا کی عبادت کریں گے پھر اس کے بدلے کچھ دن آپ ہمارے معبودوں کی عبادت کریں۔ آپ نے فرمایا۔ معاذ اللہ ایسے کیسے ہوسکتا ہے۔ پھر انہوں نے کہا کہ ہمارے معبودوں کی مذمت نہ کریں۔ اس پر یہ سورت نازل ہوئی یعنی تمہارے ساتھ ان باتوں پر قطعاً مصالحت نہیں ہوسکتی۔ لا اعبد مضارع کا صیغہ ہے۔ مضارع حال واستقبال دونوں کے لئے آتا ہے۔ تو میں نہ تمہاری معبودوں کی عبادت کرتا ہوں اور نہ تم میرے معبود کی عبادت کرتے ہو۔ ﴿ولا انا عابد ما عبدتم﴾ استقبال کے لئے ہے یعنی نہ مستقبل میں یہ توقع رکھنی چاہیئے کہ میں تمہارے معبودان باطلہ کی پرستش کرونگا اور نہ تم سے یہ توقع کی جاسکتی ہے کہ تم معبود برحق کی عبادت کروگے لہذا لکم دینکم ولی دین۔ یہ اعلان مقاطعہ ہے۔ کیونکہ بات (حقانیت اسلام وتوحید) سمجھ میں آگئی ہے۔ یہ لوگ صرف ضد اور عناد پر اڑے ہوئے ہیں اب اسلام اور کفر کا مقابلہ ہے۔ جیسے ہمارے بزرگوں نے انگریز کو کبھی تسلیم نہیں کیا۔ ایک دفعہ حضرت مولانا مدنی رحمۃ اللہ علیہ جیل سے رہا ہوئے تو ایڈریس میں انہوں نے فرمایا کہ سوروں اور کتوں کے ساتھ مصالحت نہیں ہوسکتی۔ لکم ﴿دینکم ولی دین﴾ ہم اپنے صراط مستقیم اور دین توحید پر قائم ہیں تم اپنی ہٹ دھرمی اور عناد پر قائم رہو۔ ہر ایک کو اپنے اعمال کا ثمرہ ملے گا۔ ہمارا کام دین حق کی تبلیغ تمہارا کام انکار۔

فکر ہر کس بقدر ہمت اوست
دیوانہ بکار خود ہوشیار

۵ رمضان المبارک: ۱۳۷۸ھ

﴿سورۃ الھمزہ﴾

﴿ویل لکل ھمزۃ لمزۃ۔ الذی جمع مالاً وعددہ۔ یحسب أن مالہ أخلدہ۔ کلا لینبذن فی الحطمۃ۔ وما أدرٰک ما الحطمۃ۔ نار اللہ الموقدۃ۔ التی تطلع علی الأفئدۃ۔ إنھا علیھم مؤصدۃ۔ فی عمد ممددۃ۔﴾

زر پرستوں سے سلوک الٰہی:

سورۃ الھمزۃ کا عنوان عام: "زر پرستوں سے سلوک الٰہی"

ماخذ: پہلی دو آیتیں۔ ویل سے عددہ تک۔

خیال فرمایئے۔ دنیا میں آپ کو دو قسم کے لوگ ملیں گے۔ ایک خدا پرست اور دوسرے زر پرست۔ خدا پرست کا نصب العین رضائے مولیٰ ہی ہوتا ہے۔ زر پرست کا نصب العین جلب زر ہوتا ہے۔

یہ قاعدہ کلیہ ہے کہ انسان جس چیز کو مقصود بالذات سمجھتا ہے وہ غیر مقصود کو اس مقصود پر قربان کرتا ہے۔ اور وہ دن رات مقصد کو باقی رکھنے کی کوشش کرتا ہے۔ جس کا مقصد رضائے مولیٰ ہے وہ اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے سب کچھ قربان کرتا ہے۔

﴿لا تجد قوماً یؤمنون باللہ والیوم الآخر یوآدون من حاد اللہ ورسولہ ولو کانوا آباءھم او أبناءھم او إخوانھم او عشیرتھم أولٰئک کتب فی قلوبھم الإیمن وأیدھم بروح منہ﴾ جو خوش نصیب اللہ تعالیٰ پر یقین رکھتے ہیں وہ دشمنان خدا اور رسول کو دوست نہیں رکھتے۔ خواہ وہ دشمنان خدا ان کے باپ

اور بیٹے اور بھائی کیوں نہ ہوں. اللہ تعالیٰ نے ان فدایان اسلام کے دلوں میں سے ایمان کو راسخ کر دیا ہے. انہوں نے رضائے مولیٰ کے خاطر سب کو ناراض کیا. صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی شان یہی تھی. مقربین بارگاہ الٰہی دن رات یہی چاہتے ہیں کہ سب کچھ چلا جائے کوئی پرواہ نہیں. مگر رضائے مولیٰ کسی طریقہ سے حاصل ہو. زر پرست کا مقصد دولت کمانی ہے جیسے بھی ہوسکے خدا راضی رہے یا نہ رہے مگر میرے ہاتھ میں کچھ مال و دولت آجائے.

حضور ﷺ نے فرمایا:

"تعس عبد الدينار والدرهم إن أعطى رضى وإن لم يعط سخط"

اب رہا یہ کہ زر پرستوں سے خدا کا سلوک کیا ہوگا. اس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا. ﴿ ويل لكل همزة لمزة ﴾ ھلاکت ہے، جہنم ہے، ہر غیبت کرنے والے، اور ہر طعنہ دینے والے کے لئے. آگے فرمایا: ﴿ الذى جمع مالاً وعدده ﴾ جو مال و دولت کو جمع کرتا ہے اور اس مقصد و نصب العین کے خلاف جتنی چیزیں ہوں وہ ان کو حقارت و توہین کی نگاہ سے دیکھتا ہے. سرمایہ داروں کے ہاں علماء کی عزت و توقیر نہیں ہوتی زمیندار کو زمینداری کا احترام، کارخانہ داروں کو کارخانوں کا احترام، علماء کرام کو دینی الٰہی کا احترام، ہمارے ہاں علماء دین اور بزرگان اسلام کی قدر و قیمت ہے. وہ اولیاء اللہ تعالیٰ جن کو دیکھ کر خدا یاد آجائے. بیسہ کچھ نہ ہو مگر رضائے مولیٰ کی دولت ہو. اگر کسی سرمایہ دار سے دوسرا سرمایہ دار مال و دولت میں زیادہ ہے تو یہ کم درجے والے اونچے سرمایہ دار کی غیبت کرے گا اور برا بھلا کہے گا. اور جو اس سے سرمایہ داری میں کم ہو تو اس کو حقیر سمجھے گا. اس طرح سرمایہ دار اور زر پرست لوگ مولویوں کو حقیر سمجھتے ہیں. جاہل لوگ علماء کے شان کو کیا جانتے ہیں. وہ مولوی جو حق پر ہوگا. وہ ان دولت کے پجاریوں کو حق کی باتیں سناتا ہوگا.

انگریزی دان لندن سے آئی ہوئی زبان سمجھتے ہیں :

میں ان انگریزی دانوں کو کہا کرتا ہوں. کہ تم لندن سے آئی ہوئی زبان سمجھتے ہیں اور ہم لوح محفوظ سے آئی ہوئی زبان جانتے ہیں. زر پرست سمجھتا ہے اگر خدا سے تعلق نہ بھی ہو تو کوئی پریشانی کی بات نہیں. مال کام کی چیز ہے. مال کام آئیگا. اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں تنبیہ فرمائی کہ یہ دولت ہمیشہ نہیں رہیگی. ﴿ كلا ﴾ ہرگز ہرگز ایسا نہیں ہے بلکہ یہ مال ان کو جہنم رسید کریگی. ﴿ لينبذن في الحطمة ﴾: اى: كل واحد من الجامع والمجموع. مال جمع کرنے والا زر پرست اور اس کا مال دونوں جہنم رسید ہوں گے. اس کی تائید یہ آیت کررہی ہے. ﴿ والذين يكنزون الذهب والفضة ولا ينفقونها في سبيل الله فبشرهم بعذاب أليم ٭ يوم يحمى عليها في نار جهنم فتكوى بها جباههم وجنوبهم وظهورهم هذا ما كنزتم لأنفسكم فذوقوا ما كنتم تكنزون ﴾ (سورۃ التوبۃ آیت: ۳۴-۳۵)

یعنی جو لوگ زر اندوزی کرتے ہیں اور اپنی دولت میں سے راہ خدا میں خرچ نہیں کرتے تو اسی سونے چاندی سے ان کے ماتھوں اور پسلیوں اور پیٹھوں کو داغ دئے جائیں گے. ﴿ وما أدرك ما الحطمة ﴾ آپ کو حطمہ کی حقیقت کیا معلوم؟ ﴿ نار الله الموقدة ﴾ وہ اللہ تعالیٰ کی بھڑکائی ہوئی آگ ہے.

جہنم کی آگ پہلے دل پر اثر انداز ہوگی :

﴿ التي تطلع على الأفئدة ﴾. اس آگ کی خاصیت یہ ہے کہ وہ سب سے پہلے دل پر اثر انداز ہوگی. دنیا والی آگ تو پہلے کھال کو جلا دیتی ہے پھر گوشت کو پھر ہڈیوں کو. اس کے بعد دل جلاتی ہے. نار جہنم کا خاصہ الگ ہے. کیونکہ دل سب سے بڑا مجرم ہے. اسی دل نے زر پرستوں کو مال و دولت کے لالچ میں مختلف قسم کی گناہوں میں مبتلا کر دیا تھا. اس واسطے مناسب ہے کہ سب سے پہلے سب سے بڑے مجرم کو سزا دی

جائے۔ حدیث میں ہے۔ ﴿ إنّ فی الجسد مضغةً إذا صلحت صلح الجسد کله و إذا فسدت فسد الجسد کله ألا وهی القلب ﴾ کہ انسان کے بدن میں ایک گوشت کا ٹکڑا ہے جب وہ درست ہو جائے، تو تمام جسم درست ہو جاتا ہے۔ اگر وہ فاسد ہو جاتا ہے تو تمام جسم فاسد ہو جاتا ہے۔ اور وہ ٹکڑا دل ہے۔

﴿ إنها علیهم مؤصدة ﴾ : وہ آگ چاروں طرف بند کر دی جائیگی۔

یعنی اس کے چاروں طرف دیواریں ہونگیں۔ جس کی وجہ سے اس کی حرارت بہت زیادہ ہوگی۔ ویسے بھی جہنم کی آگ دنیا کی آگ سے ستر گنا زیادہ ہے۔ اور پھر جب کہ اس کے چاروں طرف محصور ہوں جیسے اینٹ کے بٹے میں چاروں طرف دیواریں ہوتی ہیں۔ جس سے آگ کی تیزی محدود ہو کر تین دن میں اینٹوں کو پکا دیتی ہے۔ اگر یہ اینٹیں سطح زمین پر ہوں تو کئی دنوں میں بھی پکا نہیں سکتیں۔ ﴿ فی عمد ممددة ﴾ وہ آگ ستونوں میں بند ہوگی۔ اللّٰھم لا تجعلنا منھم۔ (حضرت مولانا احمد علی رحمۃ اللہ ہمیشہ جب اہل جنت کے بارے میں آیات ہوں تو اللّٰھم اجعلنا منھم کی دعا فرماتے۔ اے اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ان میں شامل فرما، اور جب اہل جہنم کا تذکرہ ہو تو ...... اللّٰھم لا تجعلنا منھم ...... مولا ہمیں ان میں شامل نہ فرما کی دعا فرماتے۔ شیر علی شاہ)

اب اس قسم کی تفسیر بالاعتبار و التاویل سے آیت کا مضمون عام ہو گیا اور یہ آیت ساری دنیا کے لئے معمول بہا بن گئی۔ ہر جگہ جائیں اس زر پرستی کے مرض کے بیشمار بیمار تمہیں ملیں گے۔ بلکہ آج کل تو اکثریت زر پرستوں کی ہے۔ جن کی شبانہ روز کوششیں دولت کمانے کے لئے ہیں، ایمان جائے کوئی بات نہیں مگر چند ٹکے ہاتھ میں آجائیں۔ یہ چور، ڈاکو، رشوت خور، ملاوٹ کرنے والے، ناپ تول میں کمی کرنے والے سب کو دنیا محبوب و مرغوب ہے۔ آپ کو خدا پرست، طالبان آخرت بہت کم ملیں گے۔

آگے جائیے:

﴿ سورۃ نصر ﴾

﴿ إذا جاء نصر الله و الفتح ۰ ورأیت الناس یدخلون فی دین الله أفواجا ۰ فسبح بحمد ربک و استغفره إنه کان توّابا ۰ ﴾

سورۃ نصر کا عنوان عام :

"رسول اللہ ﷺ کی کامیاب زندگی کا معیار"

ماخذ دو آیتیں۔ (۱)۔ إذا جاء کی آیت (۲)۔ فسبح کی آیت۔

ہم قرآن مجید ہی سے یہ ثابت کرینگے کہ رسول اللہ ﷺ دنیا میں اپنے فرض منصبی میں کامیاب ہو کر اس دنیا سے تشریف لے گئے ہیں۔ کیونکہ جزیرۃ العرب کا دارالخلافہ مکہ معظمہ فتح ہوا اور بلاد عرب میں توحید کا جھنڈا نصب کر دیا گیا۔ مکہ مکرمہ پر تمام عربی قبائل کی نظریں مرکوز تھیں، لوگ یہی تصور کرتے تھے۔ کہ محمد ﷺ بھی قریشی ہیں اور اس کے مخالفین بھی سب قریشی ہیں دونوں کا آپس میں تصادم ہے۔ جو بھی کامیاب ہوا ہم اسی کے ساتھ ہو جائینگے۔

نبی کریم ﷺ کی کامیاب زندگی کا معیار :

نبی کریم ﷺ کے ساتھ چند صحابہ کرام تھے۔ جس میں حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت علی شامل تھے۔ لوگ اس وقت بھی خانہ کعبہ کی احترام کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت ہے۔ کہ صاحبزادوں کو مکہ معظمہ میں نبوت سے نوازا کیونکہ عوام میں صاحبزادوں کی بڑی عزت ہوتی ہے۔ اگر عالم سید ہو تو لوگ اس کی باتیں مانتے ہیں۔ اگر چہ وہ باطل پر کیوں نہ ہو لوگ کہتے ہیں۔ نبی کے دو حصے ہیں، سید، بادشاہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت کاملہ کا مظاہرہ فرمایا کہ مکہ معظمہ کے مشائخ سے ایک کو نبوت کے تاج سے سرفرازی بخشی۔ آپ دیکھیں گے کہ جب دونوں طرف سے سادات ہوں، تو لوگ کسی کا ساتھ نہ دینگے ڈرتے ہیں کہ کہیں سادات بددعا نہ دیں۔ بلکہ نیوٹل ہوتے ہیں۔ اس وقت پبلک متحیر

تھی کہ ان دونوں صاحبزادوں میں جو بھی کامیاب ہوگا ہم ان کا ساتھ دیں گے۔ جب مکہ معظمہ فتح ہوا تو سب قبائل نے اسلام قبول کیا۔

تمام دنیا کا دل خانہ کعبہ ہے :

رسول اللہ ﷺ کو اہالیان مکہ نے وہ ایذائیں پہنچائیں جن کا ہم تصور بھی نہیں کر سکتے۔ ان کے ساتھیوں کے ساتھ جو وحشیانہ سلوک کیا گیا تو نوبت یہاں تک پہنچی کہ کفار مکہ نے حضرت پر شب خون کی تیاری کرلی کہ ہم رات کو اس پر حملہ کرکے قتل کردیں گے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کو ہجرت پر مامور کردیا گیا آپ ﷺ مدینہ منورہ تشریف لے آئے اللہ تعالیٰ نے توفیق دی مکہ معظمہ فتح ہوا عرب قبائل سمجھ گئے کہ کفر کا بند ٹوٹ گیا کہ یہی قریش حق پر ہے۔ وہ جوق در جوق دین اسلام میں داخل ہونے لگے۔ یہاں تک کہ سارا جزیرہ عرب اسلام کے انوار سے منور ہوا۔ دین مکمل ہوا تمام دنیا کا دل خانہ کعبہ اور اس کا تمام نورانی ماحول کلمہ پڑھنے والوں سے گونج اٹھا۔

﴿ اذا جاء نصر اللہ ﴾ : جب اسلام کی کامیابی کا یہ مبارک منظر سامنے آئے ﴿ والفتح ﴾ اور مکہ معظمہ فتح ہوجائے یہ فتح بڑی فیصلہ کن بات ہے۔ کیونکہ تمام روئے زمین پر یہی مقدس ٹکڑا بیت اللہ ہے یہی اسلامی حکومت کا دار السلطنت ہے۔

﴿ ورأیت الناس یدخلون فی دین اللہ افواجا ﴾ : اور آپ دیکھیں کہ لوگ دین الٰہی میں فوج در فوج داخل ہوں گے۔

﴿ فسبح بحمد ربک ﴾ : ای اذا کان الأمر کذلک فسبح بحمد ربک۔ اب اللہ تعالیٰ کے احسانات و انعامات کا شکریہ ادا کریں اور ان فتوحات عظیمہ پر تسبیحات و تحمیدات کیجئے۔

حضرت ابوبکر صدیق کا رونا :

﴿ واستغفرہ ﴾ : اپنے لئے اور اپنی امت کے لئے رب العالمین جل جلالہ

سے مغفرت طلب فرمادیں۔ آپ کو یاد ہوگا کہ احادیث میں آیا ہے۔ کہ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ سورت سنی تو زار و قطار روئے۔ ساتھیوں نے کہا ما لھذا الشیخ یبکی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ انتہائی دانشور اور سمجھدار تھے۔ وہ سمجھ گئے کہ جب اسلام اس درجہ بلند اور غالب ہوگیا اب چاروں طرف سے وفود آکر اسلام میں داخل ہورہے ہیں تو ہر کمالے را زوالے۔ تو اب آپ ﷺ کو دنیا میں رہنے کی ضرورت نہیں۔ تو اس سورت سے آنحضرت ﷺ کی کامیاب زندگی کا معیار معلوم ہوا۔

قاعدہ یہ ہے کہ جب دو دشمن آپس میں لڑتے ہیں۔ تو ہر ایک دوسرے دشمن کو اپنے مقبوضہ زمین کا ایک چپہ تک دینے کے لئے تیار نہیں ہوتا۔ چپہ چپہ پر خون ریزی ہوتی ہے۔ اور جب ایک دشمن اپنے مد مقابل پر غالب آجاتا ہے۔ تو مغلوب ہونے والا دشمن مرکز پر ایڑی چوٹی کا زور لگاتا ہے۔ کہ مرکز پر دشمن قبضہ نہ کرے۔ کیونکہ مرکز اور دار الخلافہ کو فتح کرنے پر آخری فیصلہ ہوتا ہے۔ اگر دشمن دار الخلافہ اور مرکز پر قبضہ کرلیتا ہے۔ تو فتح ہوجاتی ہے تو جب آنحضرت ﷺ نے ہجرت کے آٹھویں سال دار السلطنت مکہ معظمہ کو فتح کرلیا تو کفر کا طلسم ٹوٹ گیا کفری طاقتیں فیل ہوگئیں۔ اسلام غالب آیا جب ایسا ہوا تو فسبح بحمد ربک آپ اپنی آخری معروضات بارگاہ الٰہی میں پیش فرما کر خداوند قدوس سے استغفار کرکے رخصت ہوجائیں۔

یہاں ایک اعتراض ہے کہ واستغفرہ سے پتہ چلتا ہے۔ کہ پہلے حضور ﷺ گناہگار تھے۔ جس کے لئے مغفرت طلب کرنے کا حکم دیا۔ حالانکہ اہل سنت والجماعت کا متفقہ عقیدہ ہے۔ کہ انبیاء کرام علیہم الصلاۃ والسلام صغائر و کبائر دونوں سے معصوم ہوتے ہیں۔ ہمارا عقیدہ ہے کہ ان کے ذنوب ہمارے حسنات سے بھی بالاتر ہوتے ہیں۔ جب ایسا ہوا تو استغفار کے کیا معنی آپ نے اہل اللہ کا ایک فقرہ سنا ہوگا ...... ﴿ حسنات

الأبرار سیئات المقربین﴾ بعض اوقات اجتہادی طور پر ان سے ایسا کام ہو جاتا ہے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارادہ اس سے آگے ہوتا ہے۔ یاد رکھئے کہ گناہ یہ ہے کہ مامور من اللہ کی خلاف ورزی کی جائے۔ انبیاء کرام علیہم الصلاۃ والسلام کبھی بھی مامور من اللہ کی خلاف ورزی نہیں کرتے۔ یہ بات ان کی فطرت سلیمہ سے خلاف ہے تو وہ گناہ سے معصوم ہو گئے۔ ان کا ذنب یہ ہے کہ اجتہادی طور پر ایک کام کر لیتے ہیں، جس سے اللہ تعالیٰ کا ارادہ اونچا ہوتا ہے۔ ہم اپنے بزرگوں اور اسلاف کے اقوال کو تسلیم کریں گے۔ جو مسلمات میں سے ہیں۔ اگر ہم اپنے اسلاف کے مسلمات کو غلط کہیں گے تو یہ ہماری حماقت ہوگی۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے۔ ﴿انا فتحنا لک فتحاً مبیناً ۰ لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک وما تاخر ویتم نعمته علیک ویھدیک صراطاً مستقیماً﴾ (سورۃ الفتح آیت:۱-۲)

اب تطبیق کیا ہے۔ کیونکہ اس میں من ذنبک کے کلمات آگئے ہیں، ذنب کی تعریف تو ابھی میں نے کر دی کہ مامور من اللہ کی خلاف ورزی کو گناہ اور ذنب کہتے ہیں۔ مگر پیغمبروں کے بارے میں جو ذنب وغیرہ کے الفاظ آتے ہیں اس سے مراد یہ ہوتا ہے۔ کہ انہوں نے جو کام اپنے قوت اجتہادی سے کر لیا، اللہ تعالیٰ کی مرضی اس سے آگے ہے۔ جیسے اُساری بدر (بدر کے قیدی) کے بارے میں حضور ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنھم اجمعین سے مشورہ طلب کیا، اپنی طرف سے کوئی حکم صادر نہیں فرمایا۔ تا کہ ڈکٹیٹر شپ نہ ہو .... ﴿وشاورھم فی الأمر فاذا عزمت فتوکل علی اللہ﴾ (سورۃ آل عمران آیت:۱۵۹)

نبی کریم ﷺ ایسے امور میں اپنے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے مشورہ لیا کرتے تھے۔ بدر کی لڑائی میں ستر کافر مارے گئے اور ستر کو قید کر لیا۔ اب قیدیوں کے بارے میں ساتھیوں سے مشورہ طلب کیا۔ حالانکہ رسول اللہ ﷺ کو مشورہ

کی ضرورت نہیں تھی۔ آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے اس عظیم عقل سے نوازا تھا جو تمام انبیاء کرام و رسل علیہم الصلاۃ والسلام سے زیادہ ارفع و اعلیٰ تھا۔ مشورہ دینے والوں میں دو بڑے مقتدا تھے ایک طرف حضرت ابوبکر صدیقؓ اور دوسری طرف حضرت عمر فاروقؓ۔ ان دونوں کے رائے میں اختلاف تھا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ اور اکثر صحابہ کرامؓ کی یہ رائے تھی کہ ان قیدیوں سے فدیہ لے کر ان کی جان بخشی کی جائے۔ کیونکہ سب قیدی صحابہ کرامؓ کے خویش و اقارب تھے۔ ان کی جان بخشی اور نرم سلوک سے یہ لوگ مسلمان ہو جائیں گے۔

نبی کریم ﷺ کا میلان بھی رحمت کاملہ فطری شفقت و صلہ رحمی کی بناء پر حضرت ابوبکرؓ کے رائے کے موافق تھا۔ حضرت عمر فاروقؓ کا شانِ جلال ان کو تہ تیغ کرنے کا مشورہ دے رہا تھا۔ کہا باپ بیٹے کو اور بیٹا باپ کو، بھائی بھائی کو قتل کرے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ کہ یہ سب قیدی مشرکین کے سردار اور کفر کے امام ہیں۔ ان کو تہ تیغ کرنے سے کفر کے ایوانوں پر لرزہ طاری ہوگا۔ رسول اللہ ﷺ نے بحیثیت رحمۃ للعالمین حضرت ابوبکر صدیقؓ کے رائے کو ترجیح دیدی اس پر یہ آیت اتری۔ ﴿لولا کتٰب من اللہ سبق لمسکم فیما اخذتم عذاب عظیم﴾ (سورۃ الانفال آیت:۶۸) حضور ﷺ رو رہے تھے۔ تنبیہ آئی۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ آئے اور پوچھنے لگے کہ مجھے بھی حکم ہے میں بھی روؤں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ کا عذاب آتا تو سوائے عمرؓ کے اور کوئی نہ بچتا۔

تو میں عرض کر رہا تھا کہ نبی کریم ﷺ نے اجتہادی طور پر حضرت ابوبکرؓ کی رائے کو ترجیح دیدی۔ جس سے رب العالمین جل جلالہ کا فیصلہ آگے تھا۔ اس کو ذنب کہا گیا۔ حالانکہ ذنب وہ ہے جس میں مامور من اللہ کی خلاف ورزی ہو۔ یہاں تو پہلے اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی حکم قیدیوں کے بارے میں نازل نہیں ہوا تھا تو حضور ﷺ کا یہ فعل

خلاف اولیٰ تھا۔ مستحب جیسا معاملہ ہے جس کے کرنے میں ثواب نہ کرنے میں عذاب نہیں۔

قرب سلطان آتش سوزاں بود
بابداں الفت ھلاک جان بود

ایسے کام پر امت کو گرفت نہیں ہوتی ہے۔ نزدیکاں را بیش بود حیرانی

حالانکہ حضور ﷺ کا فیصلہ سراپا رحمت وعین شفقت کا فیصلہ تھا۔

ایک قانونی ضابطہ ہے اور ایک عشق ومحبت کا معاملہ ہے۔ جیسے بچہ روتا ہے۔ ماں روٹی دیتی ہے۔ وہ اسے پھینکتا ہے۔ مٹھائی دیتی ہے وہ اسے پھینکتا ہے اور وجہ نہیں بتاتا تو یہ تکلیف بما لایطاق نہیں (طلبہ نے حضرت الشیخ دامت برکاتہم العالیہ سے کئی سوالات پوچھے حضرت مدظلہ العالی تفصیل سے جوابات دیئے پھر تبسم فرما کر فرمانے لگے۔ میں ایک ہوں تم سارے۔ بشیر علی شاہ)

﴿سورۂ اخلاص﴾

﴿قل ھو اللہ احد ۰ اللہ الصمد ۰ لم یلد ولم یولد ۰ ولم یکن لہ کفوا احد ۰﴾

توحید اسلام کا طغرائے امتیاز:

سورۃ اخلاص کا عنوان عام: "توحید اسلامی کا طغرائے امتیاز اور مذاہب باطلہ کے تمام مقامات لغزش پر تنبیہ"۔

ماخذ: ساری سورت ہے۔

خیال فرمایئے توجہ سے سنیں اب آپ کو مناسبت ہوگئی ہے اب آپ کو سمجھنے میں تکلیف نہیں ہوگی دنیا کے وہ تمام اقوام جو اپنے مذاہب کو آسمانی کتاب کی طرف منسوب کرتی ہیں، وہ توحید مانتی ہیں۔ کہ خدا ہے اور اپنی اپنی زبان میں اس کو پکارتی ہے۔

پرماتما، پرمشن، بھگوان، دیوتا، گاڈ، خدا، اللہ، ذات ایک ہی ہے۔ الفاظ مختلف ہیں۔

کامل توحید پر امت محمدیہ ہے:

یہود، نصاریٰ بھی توحید کے قائل ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی قدرت ہے کہ کامل توحید ماسوائے امت محمدیہ کے اور کسی قوم میں موجود نہیں ہے۔ انہوں نے توحید میں ایسے شوشے لگائے ہیں۔ جن سے توحید، توحید کامل نہیں رہا۔ وہ التثلیث فی التوحید والتوحید فی التثلیث کے قائل ہیں۔ یعنی تین ایک اور ایک تین۔ کبھی تجزیہ کہتے ہیں کبھی اتحاد۔ ﴿لقد کفر الذین قالوا ان اللہ ھو المسیح ابن مریم﴾ (سورۃ المائدۃ آیت: ۱۷، ۷۲) ﴿وقالت النصاری المسیح ابن اللہ﴾ (سورۃ التوبۃ آیت: ۳۰) ﴿وقالت الیھود عزیر ابن اللہ﴾ (سورۃ التوبۃ آیت: ۳۰) توحید کے ساتھ حضرت عیسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کو خدا ماننا یا خدا کا بیٹا ماننا، اسی طرح حضرت عزیر علیہ الصلاۃ والسلام کو خدا کا بیٹا کہنا توحید کے منافی ہے۔ یہ یہودی اور نصرانی دونوں مذہب سماوی کے قائل ہیں۔

آج پچیس کروڑ کے قریب ماتما اور پچیس کروڑ دیوتا مانتے ہیں۔ وہ بھی خدا کے قائل ہیں۔ مشرکین مکہ بھی اللہ تعالیٰ کے قائل تھے۔ وہ اپنی تلبیہ میں کہتے۔ لبیک اللھم لبیک لا شریک لک لبیک إلا شریکا تملکہ وما ملک۔ توحید کے ساتھ إلا شریکا سے توحید نہیں رہی۔ کیونکہ انہوں نے خانہ کعبہ کے اردگرد تین سو ساٹھ (۳۶۰) بت شریک بنالئے تھے۔ یہ کیسے توحید ہوئی توحید اسلام میں تمام دنیا کے مذاہب باطلہ پر تنبیہ کی گئی ہے ﴿قل ھو اللہ احد﴾ فرما دیجئے کہ اللہ ایک ہے۔ ﴿اللہ الصمد﴾ اللہ بے نیاز ہے۔ اس فقرہ میں مذاہب باطلہ کے اور مشرکین دنیا کی تردید کی گئی ہے۔

شرک کا نظریہ :

تفصیل سے سن لیجئے کہ شرک اس نظریہ سے پیدا ہوتا ہے کہ مشرک لوگ اللہ تعالیٰ کو بادشاہ کی طرح سمجھتے ہیں، تو جس طرح بادشاہ کو کلی اختیارات حاصل ہوتے ہیں اور وہ اپنے ماتحت وزیروں کو مقرر کرتا ہے۔ یہ وزیر داخلہ ہے، یہ وزیر خارجہ ہے، یہ وزیر تجارت ہے اور یہ وزیر صحت ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔ چونکہ بادشاہ مملکت کے تمام امور کو خود سرانجام نہیں دے سکتا، وہ ہر جگہ نہیں پہونچ سکتا، وہ وزیروں کو مختلف کام سپرد کر دیتا ہے۔ یہ وزراء اپنے اپنے کاموں میں مختار کل ہوتے ہیں، ان کو اپنے سپرد شدہ وزارت میں کسی کام کرنے کے لئے بادشاہ سے مشورہ کی ضرورت نہیں ہوتی۔ تو اسی طرح مشرکین نے یہ سمجھا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ مختار کل ہے اور یہ معبودان باطل اس کے نائب ہیں اور یہ نائب اپنے کاموں میں مختار کل ہیں۔ حالانکہ یہ غلط ہے اللہ تعالیٰ کی الوہیت اور خدائی کو بادشاہوں کی سلطنت پر قیاس نہیں کیا جا سکتا۔ اس غلط قیاس کی وجہ سے یہ مشرکانہ عقیدے پیدا ہو جاتے ہیں۔ ﴿اللہ الصمد﴾ نے اس نظریہ کو رد کر دیا اللہ تعالیٰ سب سے بے نیاز ہے کسی کا محتاج نہیں اس کو امور مملکت چلانے میں کسی کی مدد کی قطعاً ضرورت نہیں ہے وہ ہر جگہ سب دنیا کا نظام خود چلاتا ہے۔

﴿ونحن أقرب إليه من حبل الوريد﴾ (سورۃ ق آیت: ۱۶)

وہ شاہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے۔ حدیث جبرائیل علیہ السلام میں ہے۔

﴿الإحسان أن تعبد الله كأنك تراه فإن لم تكن تراه فإنه يراك﴾

خداوند کریم بادشاہوں کی طرح (سلطنت کے امور سرانجام دینے میں) کسی کا محتاج نہیں ہے۔ وہ اپنا نظام لفظ کن سے چلاتا ہے۔ ﴿إنما قولنا لشيء إذا أردناه أن نقول له كن فيكون﴾ (سورۃ النحل آیت: ۴۰) ﴿وإذا قضى أمراً فإنما يقول له كن فيكون﴾ (سورۃ البقرۃ آیت: ۱۱۷) اب شرک کا ایک شاخ رہ گیا اور وہ یہ ہے کہ اہل

کتاب تو بظاہر شرک نہیں کرتے مگر ان کو شیطان نے ورغلایا ہے کہ اللہ تعالیٰ تو کسی کا محتاج نہیں ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ کو بعض انبیاء کرام علیہم السلام اور بزرگ اتنے قریب ہوتے ہیں کہ وہ ان کی باتوں کو ضرور مانتا ہے۔ جیسے باپ اپنے بیٹوں کی باتیں از روئے شفقت پدری مانتا ہے۔ حقیقت میں اس نظریے کا رنگ بھی وہی ہے جو پہلے مشرکین کا ہے، کیونکہ اس سے معلوم ہوا کہ انبیاء کرام، اولیاء عظام بھی مختار کل ہیں۔ یعنی عیسیٰ راضی تو خدا راضی، تو اس خیال کی تردید ﴿اللہ الصمد لم يلد ولم يولد﴾ سے کی گئی پس اہل کتاب وغیرہ اہل کتاب دونوں کی تردید اللہ الصمد لم يلد ولم يولد سے ہو گئی حقیقت میں تین رشتے ہیں۔ (۱)۔ والدین کا رشتہ۔ (۲)۔ اولاد کا رشتہ (۳)۔ بھائی بہن کا رشتہ۔ دونوں پہلے رشتے لم يلد ولم يولد سے رد کئے گئے۔ اور تیسرا رشتہ ﴿ولم يكن له كفواً أحد﴾ سے رد کیا گیا۔ کہ اللہ تعالیٰ کا کوئی ہمسر نہیں۔

﴿سورۃ فلق﴾

﴿قل أعوذ برب الفلق ۰ من شر ما خلق ۰ ومن شر غاسق إذا وقب ۰ ومن شر النفثت في العقد ومن شر حاسد إذا حسد ۰﴾

﴿سورۃ الناس﴾

﴿قل أعوذ برب الناس ۰ ملك الناس ۰ إله الناس ۰ من شر الوسواس الخناس ۰ الذي يوسوس في صدور الناس ۰ من الجنة والناس ۰﴾

﴿سورۃ الفلق﴾ : ﴿سورۃ الناس﴾

سورۃ الفلق کا عنوان عام:

"مضرات جسمانی سے بچنے کے لئے پناہ الٰہی میں آنے کی تلقین"۔

ماخذ: ساری سورت ہے۔

سورۃ الناس کا عنوان عام :

''مضرات روحانی سے بچنے کیلئے پناہ الٰہی میں آنے کی تلقین''۔

ماخذ : من شرّ الوسواس سے آخر سورت تک۔

خیال فرما دیں، انسان پر دو قسم کی مصیبتیں آتی ہیں ان میں ایک قسم کے مصائب کا تعلق جسم کے ساتھ اور دوسرے قسم کی مصیبتیں روح سے وابستہ ہیں۔ سورۃ الفلق میں جسمانی مصائب سے بچنے کی تلقین ہے۔ اور سورۃ الناس میں روحانی مصائب سے بچنے کی تلقین ہے۔

﴿ قل أعوذ برب الفلق ﴾ : رب الفلق کیوں ذکر فرمایا اس کی وجہ یہ ہے۔ ﴿ والله أعلم بمراده ﴾ فلق کے معنی چیرنا۔ یعنی اللہ تعالیٰ رات کے اندھیرے کو چیر کر صبح صادق کی روشنی برآمد فرماتا ہے۔ اس لحاظ سے رب الفلق کہا گیا۔ انسان کو الفلق سے یہی مناسبت ہے کہ جیسے اللہ تعالیٰ رات کے اندھیروں سے صبح کی روشنی کو چاک کر کے نکالتا ہے۔ اسی طرح انسان کو ماں کے پیٹ سے نکالتا ہے۔ وہی تعلق ہے جیسے یہ دنیا اندھیرا ہے ویسے ماں کا پیٹ بھی اندھیرا ہے۔

﴿ من شر ما خلق ﴾ : پناہ مانگتا ہوں ہر اس چیز سے جس کی خلقت میں شر ہو۔ جو انسان کے شر کیلئے پیدا ہوں ان کے شر سے بچنے کے لئے اللہ تعالیٰ سے مدد مانگ رہا ہوں۔ شری اشیاء دو قسم کے ہیں۔ بعض وہ اشیاء ہیں جن کی خلقت اور فطرت نقصان دہ اور شری ہے۔ جیسی سانپ، بچھو وغیرہ۔ بعض وہ ہیں جن کی تخلیق تو انسانی ضرر کے لئے نہیں مگر ان کی عادت میں شر پیدا ہو جاتا ہے۔ جیسے رات کی اندھیری جب چھا جاتی ہے تو اس کی اندھیری میں کئی مصائب ہوتے ہیں۔ چور اس کی تاریکی میں چوری کرتا ہے۔ دشمن رات کی اندھیری میں اپنے دشمن کے قتل کے لئے روانہ ہوتا ہے۔ اغوا کرنے والے اندھیروں میں اپنے جرائم کا ارتکاب کرتے ہیں۔ سحر اور جادو وغیرہ بھی رات کی تاریکیوں

میں کئے جاتے ہیں۔

﴿ ومن شر غاسق إذا وقب ﴾ اور اندھیرے کے شر سے جب اندھیرا خوب چھا جاتا ہے۔ اس میں سب تاریکیاں مراد ہیں خواہ ظاہری اندھیرا یا باطنی اندھیرا بیماری، گمراہی، پریشانی سب باطنی اندھیرے ہیں۔

﴿ ومن شر النفثت في العقد ﴾ : اور ان جادوگر عورتوں کے شر سے بھی پناہ مانگتا ہوں۔ جو گرہوں میں سحر پھونکتی ہیں۔ چونکہ سحر و جادو عورتوں میں زیادہ ہوتا ہے۔ اس لئے النفثت مؤنث کا صیغہ لایا گیا۔ حضور ﷺ پر جو سحر لبید بن اعصم نے کیا تھا اس میں اس کے ساتھ کافی عورتیں شریک تھیں۔ ہمارے پنجاب میں مشہور ہے۔ کہ بنگال میں جادو زیادہ ہے۔ انسان کے جسم کے لئے جتنی چیزیں مضرت رسان ہے ان تمام کی شر سے پناہ الٰہی حاصل کرنی چاہئے۔

﴿ ومن شر حاسد إذا حسد ﴾ : اور حسد کرنے والے کے حسد سے بھی پناہ مانگتا ہوں۔ حاسد کو تخلیق حسد کے لئے پیدا نہیں کیا گیا مگر بعد میں اس میں یہ بری عادت پیدا ہو جاتی ہے۔ إذا حسد جبکہ حاسد اپنی یہ عادت خبیثہ کو ضبط نہ کر سکے اور عملی طور پر حسد کا اظہار کرنے لگے۔ محسود کو ایذا رسانی اور اس کے خلاف طعن و تشنیع کرنے لگے۔ حسد کے معنی یہ ہیں کہ ایک انسان کو اللہ تعالیٰ نے کسی نعمت سے نوازا ہے۔ اس کو شجاعت یا سخاوت یا ذہانت دی ہے، تو دوسرا آدمی اس آدمی کی اس نعمت کے زوال کا متمنی ہو۔

﴿ سورۃ الناس ﴾

اس کا عنوان ذکر کر چکا ہوں : ''کہ مضرات روحانی سے بچنے کے لئے پناہ الٰہی میں آنے کی تلقین''

خیال فرمائیے صاحب: ایک دفعہ میں بیمار ہو گیا دیا کے سال بعض دوستوں نے

مشورہ دیا کہ درس قرآن مجید بند کر دیجئے۔ میں نے کہا کہ اگر ایک احمد علی مرجائے تو دس
احمد علی پیدا ہو جائیں گے، تو یہ بہت سستا سودا ہے۔ میری یہی خواہش اور تمنا ہے کہ اللہ
تعالیٰ آپ حضرات کو توفیق عطا فرماوے۔ کہ آپ ترجمہ کلام پاک کی اشاعت کریں۔ اور
﴿العلماء ورثة الأنبياء﴾ کے زمرہ میں شامل ہو جائیں۔ میں بار بار کہا کرتا ہوں کہ
اہل اللہ کے جوتوں کی خاک میں جو موتیاں ملتی ہیں، وہ بادشاہوں کے تاج میں نہیں ملتی۔
یہ بات میں صرف عقیدت سے نہیں کہتا بلکہ پورے بصیرت سے کہہ رہا ہوں۔ سورۃ الفلق
میں مستعیذ انسان تھا اور مستعاذ بہ اللہ تعالیٰ کی ایک صفت ہے۔ رب الفلق اور مستعاذ
منہ چار ہیں۔ من شرّ ما خلق ایک، من شرّ غاسق دو، من شر النفثت
تین، اور من شرّ حاسد چار۔

''مستعیذ'' کا معنی پناہ مانگنے والا، مستعاذ بہ جس کی ذات وصفات کے ذریعہ
پناہ مانگی جائے، مستعاذ منہ جن چیزوں کے شر سے بچنے کے لئے پناہ مانگی جائے۔ سورۃ
الناس میں مستعیذ انسان ہے اور مستعاذ بہ اللہ تعالیٰ کے تین صفات ہیں۔ ربّ الناس
۔ ملک الناس ۔ إلٰه الناس اور مستعاذ منہ ایک شر ہے۔ من شرّ الوسواس۔ یہ
چیزیں آپ کی سمجھ میں آسکتی ہیں، آپ علوم عربیہ اسلامیہ پڑھ چکے ہیں۔ عوام ان
اصطلاحات کو نہیں سمجھ سکتے۔

یہ قاعدہ ہے کہ دشمن جتنا قوی ہو اس کے مقابلہ کے لئے اتنا ہی مضبوط اسلحہ لانا
ہوگا۔ بچھو تو مسواک سے بھی مرجائیگا، سانپ کے مارنے کے لئے لاٹھی کافی ہے۔ شیر کے
لئے بندوق لانا ہوگا۔ شیطان تمام دشمنوں میں قوی دشمن ہے اور اتنا خبیث دشمن ہے۔ اللہ
تعالیٰ ہم سب کو اس کے شر سے بچائے۔ اس نے بڑوں بڑوں کو رولایا ہے۔ لطف یہ ہے کہ
یہ خبیث دشمن نظر نہیں آتا اور دشمنی کر جاتا ہے۔ ﴿انه یرٰکم هو وقبیله من
حیث لا ترونهم﴾ (سورۃ الاعراف آیت: ۲۷) وہ ابلیس اور اس کا خاندان تمہیں

دیکھتا ہے ایسے جگہ سے کہ تم اسے نہیں دیکھ سکتے۔ اگر دشمن ظاہر ہو تو پھر کچھ نہ کچھ مقابلہ
ہو سکتا ہے۔ دشمن نظر نہ آئے اور آپ پر وار کرے تو بچاؤ کی کیا صورت ہوگی؟ اس سورۃ
الناس میں مستعاذ بہ (تین صفات) لائے گئے۔ رب الناس۔ ملک الناس۔ إلٰه
الناس۔

﴿رب الناس﴾ : اے میرے پروردگار تو میرا پالنے والا
ہے، تو مجھے اس خبیث سے محفوظ فرما۔

﴿ملک الناس﴾ : اے میرے مالک اور بادشاہ تو مجھے اس
کے شر سے بچا۔

﴿إلٰه الناس﴾ : اے میرے الٰہ اور معبود مجھے اس خناس
کے شر سے بچا۔

ان تین صفات کی ترتیب میں یہ نکتہ ہے کہ جس طرح بچہ بچپن کی حالت
میں جب تکلیف ومصیبت محسوس کرتا ہے، تو فوراً اپنے پالنے والی ماں کی طرف دوڑتا
ہے اور جب بالغ ہو جاتا ہے اور کوئی اس پر اس کے کاروباری سلسلہ میں ظلم وزیادتی کرتا
ہے تو وہ پھر بادشاہ کی طرف جاتا ہے۔ حکومت کے آدمیوں سے شکایت کرتا ہے۔ اور اگر
بادشاہ نے بھی اس کی بات نہ سنی تو پھر اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹ جاتا ہے۔ ہم اس لئے پہلے
رب الناس پھر ملک الناس پھر إلٰه الناس ان تین صفات کے ذریعہ بارگاہ الٰہی میں استدعا
پیش کرتے ہیں۔ کہ وہ اپنے فضل وکرم سے اس برے دشمن سے پناہ دے۔

﴿من شر الوسواس الخناس﴾ : اس زیادہ وسوسے ڈالنے والے
شیطان سے جو وسوسے ڈالتا ہے اور بندہ جب ذکر الٰہی کرتا ہے تو پھر وہ دشمن چھپ جاتا
ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے۔ ﴿الشیطان جاثم علی قلب ابن آدم فإذا
غفل وسوس وإذا ذکر الله خنس﴾ شیطان انسان کے دل میں بیٹھا رہتا ہے

اور اسے غافل پا کر وسوسے کرنے لگتا ہے۔ جب وہ ذکر الٰہی کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو وہ بھاگ جاتا ہے۔ انسان سمجھتا ہے کہ یہ میرا خیال طبع زاد ہے۔ حالانکہ وہ شیطان ہوتا ہے۔ اور شیطان جنات میں سے بھی ہوتا ہے اور انسانوں میں سے بھی ہوتا ہے۔ یہ من الجنة والناس میں من بیانیہ ہے اس کی تائید اس آیت میں ہے۔ ﴿وکذلک جعلنا لکل نبی عدواً شیطین الانس والجن یوحی بعضهم الی بعض زخرف القول غروراً﴾ (سورۃ الانعام آیت ۱۱۲) اسی طرح ہم نے ہر نبی کے لئے دشمن بنائے جو شریر آدمی اور جن میں جو ایک دوسرے کو ملمع باتیں سکھلاتے ہیں تاکہ لوگوں کو فریب دیا کریں۔

یہاں یہ شبہ ہوتا ہے کہ انسان شیطانوں کی فہرست میں کیسے آسکتا ہے تو اس سلسلہ میں ایک قاعدہ سنئے۔ انسان جس پیشے کو اختیار کرتا ہے۔ دنیا میں اسی پیشہ کی طرف منسوب ہوتا ہے۔ ایک عالم کا بیٹا جب جوتیاں سینے لگے تو لوگ اسے موچی کے نام سے پکاریں گے۔ اور اگر موچی کا بیٹا عالم بنے تو لوگ اسے مولوی اور عالم کے نام سے بلائیں گے۔ اور لوگ آکر اس سے دینی مسائل پوچھیں گے۔ اسی طرح شرارت اور شیطنت بھی ایک قسم کا پیشہ ہے۔

﴿قال فبعزتک لاغوینهم اجمعین﴾ (سورۃ ص آیت ۸۲) لوگوں کو راہ مستقیم سے بھٹکانا ابلیس کا کام اور پیشہ ہے جو بھی اس شیطانی پیشہ کو اپنائیگا، وہ بھی شیطان کہلائیگا۔

بعض انسان ایسے شریر اور شیطان طبع ہوتے ہیں۔ جن میں خباثت طبعی ہوتی ہے، وہ لوگوں کو آپس میں لڑاتا ہے، فساد پھیلاتا ہے۔ خواہ مخواہ ایک دوسرے پر بہتان عظیم باندھتا ہے۔

کل اناء یترشح بما هو فیه : ہر برتن سے وہی چیز گرے گی، جو اس کے

اندر ہو۔ جنات میں بھی نیک ہوتے ہیں اور شریر بھی ہوتے ہیں۔ جنات میں صحابہ کرامؓ اور اولیاء اللہ بھی ہوتے ہیں، سورۂ جن سے صاف واضح ہے۔ کہ ان میں صحابہ کرامؓ بھی تھے۔ جنہوں نے حضور ﷺ کو دیکھا تھا اور آپ ﷺ پر ایمان لے آئے تھے۔ ﴿انا سمعنا قرءانا عجبا یهدی الی الرشد فامنا به ولن نشرک بربنا احدا﴾ (سورۃ الجن آیت ۱۔۲)

مولانا لاہوریؒ کے درس میں جنات :

یہاں میرے ایک دوست مسٹر ابراہیم کی لڑکی پر آسیب تھے وہ میرے پاس آئے۔ میں یہ جنات کا کام نہیں کرتا اور اپنے بچوں کو بھی اس سے منع کیا کرتا ہوں۔ کہ کیمیا اور عملیات نہ کریں تو وہ دوست مجھے لے گئے۔ عشا کا وقت تھا۔ میں گیا۔ میں نے اس کی بیٹی کو کہا کہ بیٹی! اس نے جواب دیا کہ میں بیٹا ہوں بیٹی نہیں ہوں۔ ہر روز آپ کے ترجمہ میں بیٹھا رہتا ہوں۔ میں نے کہا جب میرے درس میں بیٹھتا ہے، تو پھر اس بے چاری کو کیوں تکلیف دیتا ہے۔ وہ بولا۔ یہ ہماری فطرت ہے۔ جنات نظر نہیں آتے، مگر جاننے والا ان کو جان لیتے ہیں۔

بہر جامے کہ باشی و مے باش
من اند از قدت را میشناسم

دو بڑے اولیاء اللہ :

حضرت مولانا میاں اصغر حسین صاحب ولی تھے۔ دارالعلوم دیوبند میں دو بڑے اولیاء اللہ تھے، ایک حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ اور دوسرے حضرت مولانا میاں اصغر حسین صاحبؒ۔

مولانا اصغر حسین نے جنی کا نمازہ پڑھایا :

مجھے میرے بیٹے مولوی حبیب اللہ نے ایک دفعہ ذکر کیا کہ ایک دفعہ حضرت

میاں اصغر حسین صاحب سبق پڑھا رہے تھے. دوران درس کچھ علماء تشریف لائے اور انہوں نے حضرت میاں صاحب سے پوچھا کہ واقعی آپ نے جنی کا جنازہ پڑھایا ہے تو میاں صاحب نے فرمایا ہاں شخص پر جنازہ آیا تھا اور اس جنی نے وصیت کی تھی کہ میرا جنازہ میاں صاحب پڑھائیں گے اس کو وہ جنات غزنی سے لائے تھے. شاید وہ مردہ میاں صاحب کا شاگرد ہوگا یا مرید.

جنات میں بعض اعلیٰ درجے کے شریر ہوتے ہیں اور بعض ادنیٰ درجے کے اور بعض شریف ہوتے ہیں تو شیطنت ایک پیشہ ہے. عبارت النص سے ثابت ہو گیا کہ انسان میں بھی شیطان ہوتے ہیں. میں کہا کرتا ہوں کہ قرآن مجید کا خاتمہ اس لفظ سے ہے کہ بعض انسان وہ ہوتے ہیں جن سے شر و فساد ہوتا ہے.

اللّٰھم لاتجعلنا منھم. آمین یارب العالمین

یوم الأحد ۶ رمضان المبارک: ۱۳۷۸ھ

﴿ سورة بيّنه ﴾

﴿ لم يكن الذين كفروا من اهل الكتب والمشركين منفكين حتى تأتيهم البيّنة ﴾

اس سورت کے مضامین تین حصوں میں منقسم ہیں. (والله اعلم بكتابه واسراره)

ضرورت بعثت محمدیہ :

پہلا حصہ:۔ ''ضرورت بعثت محمدیہ''۔

دوسرا حصہ:۔ ''آپ کا دین ادیان سابقہ سے متحد ہے''۔

تیسرا حصہ:۔ ''امتیاز بين خير البريه وشر البريه. (یعنی نیک لوگوں اور برے لوگوں کے درمیان فرق)''۔

پہلے مضمون کا ماخذ پہلی آیت: لم یکن سے البینہ تک۔

دوسرے مضمون کا ماخذ آیت: وما امروا سے دين القيمة تک۔

تیسرے مضمون کا ماخذ آیت: ان الذين كفروا سے خير البرية تک۔

من اهل الكتب میں من بیانیہ ہے. یعنی الذين كفروا سے مراد اہل کتاب اور مشرکین ہیں. لم یکن کی خبر منفكين ہے. انگریزی دان طبقہ اس کو سمجھ نہیں سکتا وہ اپنی اصلاح کرے تو بھی کافی ہے. آپ بحمداللہ ان چیزوں کو سمجھ رہے ہو تم سے میری توقع ہے کہ آپ ان شاءاللہ تعالیٰ اپنی اور دیگر مسلمانوں کی اصلاح کریں گے۔

﴿ لم يكن الذين كفروا من اهل الكتب والمشركين منفكين حتى تأتيهم البيّنة ﴾ ...... یہ کافر اپنے غلط افکار و خیالات اور اپنے

باطل، بیہودہ عقائد سے باز آنیوالے نہیں تھے۔ جب تک ان کی رہنمائی اور اصلاح کیلئے ایک عظیم الشان پیغمبر نہ آئے جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی کتاب ہو۔

﴿البینۃ﴾ مبدل منہ ہے اور رسول اس سے بدل ہے۔ ان اہل کتاب کا عقیدہ تھا کہ عیسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام اور عزیر علیہ الصلاۃ والسلام اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں۔ ان اہل کتاب یعنی یہود ونصاریٰ کا بسم اللہ ہی درست نہیں انہوں نے عقیدۂ توحید میں شرک ملا دیا ہے۔

خشتِ اول چوں نہد معمار کج : تا ثریا مے رود دیوار کج

اللہ تعالیٰ نے ان پر کفر کا فتویٰ لگا دیا ہے۔ ﴿لقد كفر الذين قالوا ان الله هو المسيح ابن مريم﴾ (سورۃ المائدۃ آیت: ۱۷-۷۲) یہاں بھی ان کو کافر کہا گیا۔ وہ اپنے آپ کو اہل کتاب کہتے ہیں، ان کو سمجھائے کون۔ یہود بھی اپنے آپ کو بڑے بزرگ سمجھتے ہیں۔ ﴿وقالت اليهود والنصارى نحن ابناء الله واحباؤه﴾ (سورۃ المائدۃ آیت: ۱۸) یہود اپنے آپ کو خدا کے بیٹے اور محبوب بتاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو کافر قرار دیا ہے۔

﴿وضربت عليهم الذلة والمسكنة وباء و بغضب من الله ذلك بانهم كانوا يكفرون بايت الله ويقتلون النبين بغير الحق ذلك بما عصوا و كانوا يعتدون﴾. (سورۃ البقرۃ آیت: ۶۱)

یہود پر ذلت اور محتاجی ڈال دی گئی ہے اور وہ غضب الٰہی کے مستحق ٹھہرے ہیں کیونکہ وہ آیات ربانی کا انکار کرتے ہیں اور پیغمبران عظام کو ناحق قتل کرتے ہیں۔ یہ اس لئے کہ وہ نافرمان تھے اور حد سے بڑھ جاتے تھے۔ باوجودیکہ اللہ تعالیٰ کے غضب اور لعنت کے مورد بنے ہوئے ہیں، پھر بھی اپنے آپ کو ابناء اللہ واحباؤہ کہتے ہیں۔ ان کا دماغ کون ٹھیک کریگا۔ حالانکہ انجیل اور تورات ان کے گود میں ہے۔ جب رسول آیگا اور

وہ پیغام ربانی لائیگا تو ان کے پیچھے چھوڑیگا اور جب قرآن مجید آئیگا تو ان کا منہ توڑیگا۔

﴿والمشركين﴾: اس سے مراد مشرکین مکہ ہیں۔ مطلق جب ذکر ہوتا ہے اس سے مراد فرد کامل ہوتا ہے۔ حضرت نبی کریم ﷺ کی پیدائش مکہ مکرمہ میں ہوئی۔ مشرکین بھی مکہ مکرمہ کے باشندے تھے اور تمام مشرکین گدی نشین تھے۔ سب پیری کہلاتے تھے۔ یہ حضرت ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام کے پڑپوتے اور حضرت اسماعیل علیہ الصلاۃ والسلام کے پوتے تھے۔ اور مرکز توحید (خانہ کعبہ) کے مجاور اور دنیا میں سب سے بڑی خانقاہ کے سجادہ نشین لوگوں میں اتنے مقدس سمجھے جاتے تھے کہ اگر کوئی دیہاتی خانہ کعبہ سے طواف کرنے کے لئے آتا تو ان گدی نشینوں سے کپڑے مانگتا اپنے کپڑے اتار کر ان گدی نشینوں کے کپڑے پہن لیتا تھا اور اس میں طواف کرتا تھا۔ اگر اہل مکہ سے اس کو کپڑے نہ ملتے تو پھر اپنے کپڑے اتار کر برہنہ طواف کرتا تھا۔

اب یہ رسول آئیگا اور ان کی اصلاح فرمائیگا۔ مشرکین مکہ باوجود عقیدۂ توحید کے اپنے تلبیہ میں إلا شريكا تملكه وما ملك کہتے یعنی آپ کا کوئی شریک نہیں مگر ایک شریک جس کا تو مالک ہے اور وہ تیرا مالک نہیں۔ شرک میں ڈوبے ہوئے خانہ کعبہ کے اردگرد تین سو ساٹھ بتوں کی پرستش کرتے تھے۔ اور جب رسول اللہ ﷺ نے ان کو ﴿أيها الناس قولوا لا إله إلا الله﴾ کا اعلان فرمایا تو سب کہنے لگے۔ ﴿أجعل الألهة إلهاً واحداً إن هذا لشئ عجاب﴾ (سورۃ ص آیت: ۵) کیا اس نے اتنے بیشمار خداؤں کی بندگی کے بدلے صرف ایک ہی بندگی پر اکتفا کر لی یہ تو بڑے تعجب کی بات ہے۔

﴿رسول من الله يتلوا صحفاً مطهرة﴾: یہ رسول اللہ تعالیٰ کی طرف سے مبعوث ہوگا۔ جو ان کو پاک صحیفے پڑھ کر سنائیگا اور کہیگا کہ تم تو پیغمبرزادے اور جانشین پیغمبر ہو۔ اور میں خود پیغمبر ہوں ان صاحبزادوں میں سے ایک صاحبزادہ ہی

رسول اللہ ﷺ بھی ہے۔ آپس میں دونوں صاحبزادے تھے۔ لوہا لوہے کو کاٹتا ہے۔ قبائل عرب اس انتظار میں تھے کہ ان دونوں جانبین میں جو بھی کامیاب ہوگا ہم اسی کا ساتھ دیں گے یعنی یہ اہل کتاب اور مشرکین مکہ غلط راستے کو اس وقت تک نہیں چھوڑتے جب تک ان کے پاس رسول نہ آئے۔

﴿ صحفاً مطهرة ﴾: پاکیزہ صحیفے

﴿ فيها كتب قيمة ﴾: جن میں پختہ احکام اور عمدہ مضامین ہیں جو اٹل اور محکم ہیں، ان میں کسی قسم کی ترمیم و تنسیخ نہ ہو سکے، وہ تمام شرائع میں مسلم ہیں۔ کیونکہ توحید کا مسئلہ تمام مذاہب میں متفق مسئلہ ہے۔ مگر یہود و نصاریٰ اور مشرکین مکہ اس بنیادی مسئلہ سے دور ہٹے ہوئے ہیں۔

خشت اول چون نہد معمار کج : تا ثریا مے رود دیوار کج

وہ عظیم الشان پیغمبر آ کر ان کو سمجھائیگا۔ کہ تم نے یہ شرک کہاں سے سیکھ لیا ہے۔ تمہاری کتابوں میں تو توحید کی تعلیم دی گئی ہے۔ پیغمبر بھی آیا صحف بھی لایا جن میں ان کو انکار کی گنجائش نہیں تھی۔

﴿ وما تفرق الذين أوتوا الكتب إلا من بعد ما جاء تهم البينة ﴾: سب سے پہلے انکار یہودیوں نے کیا تھا۔ جو کہ عالم تھے اور اہل کتاب تھے۔ مشرکین مکہ تو جاہل تھے اگر وہ انکار کرتے تو اتنی بڑی بات نہ تھی۔ ﴿ لتنذر قوماً ما أنذر آباؤهم فهم غفلون ﴾ (سورۃ یٰسین آیت: ۶) مکہ مکرمہ کے قریش میں تو حضرت اسماعیل علیہ الصلاۃ والسلام کے بعد کوئی پیغمبر نہیں آیا تھا اور ادھر بنی اسرائیل میں تو لگاتار مسلسل پیغمبر آتے رہے۔

﴿ أفكلما جاء كم رسول بما لا تهوى أنفسكم استكبرتم ففريقاً كذبتم وفريقاً تقتلون ﴾ (سورۃ البقرۃ آیت: ۸۷) مگر سب سے پہلے بگڑے

تو یہ یہود و نصاریٰ بگڑے۔ حالانکہ اب اس رسول کے واضح تعلیمات سے تمام شبہات دور ہوئے مگر یہ اہل کتاب ضد اور عناد کی وجہ سے مخالفت کر رہے ہیں۔

ایک مضمون ختم ہو گیا اب دوسرا مضمون شروع ہوتا ہے۔..... ﴿ وما أمروا إلا ليعبدوا الله مخلصين له الدين حنفاء ويقيموا الصلوة ويؤتوا الزكوة وذلك دين القيمة ﴾: ان لوگوں کو صرف یہی حکم دیا گیا تھا۔ کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت پوری اخلاص کے ساتھ کریں اور نماز قائم کریں، زکوۃ دیا کریں یہی محکم دین ہے اور یہ دین سابقہ ادیان کے ساتھ اس مسئلہ توحید میں متحد ہے۔ یعنی اس پیغمبر نے وہی تعلیمات پیش کئے جو ان کو اپنے پیغمبروں نے بیان کئے تھے۔ کہ ایک اللہ تعالیٰ کی عبادت گذار بندے بن جاؤ اوروں سے دست بردار ہو جاؤ یہی صحیح عقیدہ ہے۔

﴿ الصلوة ﴾ : بدنی عبادت۔

﴿ الزكوة ﴾ : مالی عبادت یعنی ان عبادات کو اللہ تعالیٰ ہی کے ساتھ مخصوص مانو۔ اب اس عقیدہ اور ان اعمال میں کونسی جدت ہے۔

﴿ حنفاء ﴾ : یکسو ہو جاؤ تمام باطل عقیدے چھوڑ کر خالص اسلامی عقائد پر ڈٹ جاؤ۔

﴿ وذلك دين القيمة ﴾ : یہی محکم دین ہے۔ جس میں کوئی تزلزل نہیں۔ اصول میں تمام سماوی ادیان مشترک ہیں صرف فروع میں مختلف ہیں اسلام کا دین پکا دین ہے۔

﴿ إن الذين كفروا من أهل الكتب والمشركين في نار جهنم خلدين فيها أولئك هم شر البرية ﴾

اب تیسرا مضمون شروع ہو گیا۔ (امتیاز بین خیر البریۃ وشر البریۃ) (بدترین مخلوقات اور بہترین مخلوقات میں فرق)

یعنی جو لوگ کافر اور مشرک ہیں اور رسول سے انکار کرتے ہیں، وہ بہت دھرم ہیں جن کے اصلاح کیلئے اس نبی کو اللہ تعالیٰ نے مبعوث فرمایا۔

﴿أولئک هم شر البرية﴾: جو لوگ رسول اللہ ﷺ پر ایمان نہیں لاتے یہ بدترین مخلوقات ہیں۔

تمام مخلوقات مجوزہ نظام الاوقات کے پابند ہیں :

یہ قاعدہ ہے اور "حجۃ اللہ البالغۃ" سے ماخوذ ہے۔ کہ انسان کے علاوہ باقی تمام مخلوقات اپنی مجوزہ نظام الاوقات کو عمل میں لانے کے لئے مجبور ہیں۔ مگر انسان مجبور نہیں۔ اس کو اختیار دیا گیا ہے۔

﴿فمن شاء فليؤمن ومن شاء فليكفر﴾ (سورۃ الکھف آیت:۲۹)

ہر چیز اپنی مقصدِ حیات کو پورا کرنے کے لئے مجبور ہے۔ اونٹ کتنا مضبوط جانور ہے۔ وہ اپنی مقصد حیات کو پورا کرنے کے لئے مجبور ہے۔ اس کا مقصدِ حیات بوجھ اٹھانا ہے۔ بوجھ دور دراز تک لیجاتا ہے۔ چھوٹا بچہ بھی اس کے ناک میں نکیل ڈال کر اس پر کئی من بوجھ لاد سکتا ہے۔ اس طرح بیل ایک طاقتور حیوان ہے۔ وہ بھی اپنے مقصدِ حیات میں منقاد اور تابع ہے۔ ورنہ اگر اطاعت سے انکار کرے تو کتنوں کو اپنے سینگ سے ہلاک کر سکتا ہے۔

انسان کو اختیار دیا گیا ہے :

تو انسان کو اختیار دیا گیا ہے۔ اب جب باوجود اختیار کے اور باوجود اس کے اس کو عقل و دانش سے نوازا گیا ہے۔ اس کو سمجھ دی گئی ہے۔ پھر بھی اطاعتِ خداوندی اور تعمیل حکم سے جی چرائے تو یقیناً ﴿شر البرية﴾ بدترین مخلوقات ہے۔ جب کہ تمام حیوانات امرِ الٰہی کے سامنے منقاد ہیں ﴿وله أسلم من في السموت والأرض طوعاً كرها﴾ (سورۃ آل عمران آیت:۸۳) تمام کائنات سماوی اور ارضی اللہ تعالیٰ ہی کے لئے

منقاد ہیں۔ سب نے اس کے فرمان کے سامنے سرِ تسلیم خم کیا ہے۔ چرند پرند سب مطیع و فرمانبردار ہیں۔ گھوڑے نے کبھی بھی اپنی مقصدِ حیات سے منہ نہیں موڑا تانگے بان کے لئے تانگہ چلاتا ہے۔ جب تک اس کی جان میں جان ہے چلتا ہے۔ اور چلتے چلتے گر کر مر جاتا ہے۔ صرف یہ ایک انسان ہے۔ جو باغی اور سرکش ہے۔ حیوان کے لئے جہنم نہیں وہ مٹی میں مٹی بکر فنا ہو جائیگا تمام آسمانی و زمینی نظام انسان کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔

﴿هو الذي خلق لكم ما في الأرض جميعا﴾ (سورۃ البقرۃ آیت:۲۹) اور پھر اللہ تعالیٰ نے انسان کو نعمتِ خلافت سے نوازا۔ ﴿إني جاعل في الأرض خليفة﴾ (سورۃ البقرۃ آیت:۳۰) انسان کو تمام دنیا کی نعمتیں دیدی ہیں اور خلافت عطا فرمائی ہے انسان کو عقل و دانش علم و معرفت کی نعمتیں عطا فرمائیں اور اتنی طاقت بخشی کہ وہ دریاؤں پر حکمرانی کرتا ہے۔ دریاؤں کے رخ بدل دیتا ہے انگریزوں نے پانچ دریاؤں پر پل باندھا ہے۔ اور ان کو بند کر دیا ہے اور اس سے چھ نہر نکالدئے ہیں اس پل پر چھتیس کروڑ روپیہ خرچ ہوا ہے اب اس جگہ کو پنج ند کہتے ہیں۔ انسان نے پہاڑوں کو چیر دیا ہے۔ فضاؤں کو مسخر کر دیا ہے۔ یہ جہاز کئی ٹن ہواؤں میں اڑتے ہیں۔ لاکھوں ٹن سامان سمندری جہاز ایک ملک سے دوسرے ملک کو پہنچاتے ہیں اللہ تعالیٰ نے یہ مخلوقات پیدا کئے وہی خالق ہے اور انسان کو ان مخلوقات میں تصرف کی طاقت سے نوازا۔ یہ انسان باوجود ان بیشمار نعمتوں کے ناشکری کرتا ہے۔ ﴿وإن تعدوا نعمة الله لا تحصوها﴾ ...... (سورۃ ابراہیم آیت:۳۴) اپنے منعم اور محسن کے انعامات واحسانات کی ناشکری بیوقوفی نہیں تو اور کیا ہے۔ یہی ناشکری کرنے والے شر البرية بدترین مخلوقات ہیں۔

﴿إن الذين ءامنوا وعملوا الصلحت أولئك هم خير البرية﴾: جو اہل ایمان ہیں اور اعمال صالحہ کے مرتکب ہیں وہ بہترین مخلوقات ہیں۔ یہ لوگ خلقت

کے لحاظ سے بھی افضل ہیں۔ ﴿ ولقد خلقنا الانسن فی احسن تقویم ﴾
ہم نے انسان بہت عمدہ انداز میں پیدا کیا ہے۔ اور خلیفہ خداوندی ہونیکی وجہ سے بھی
اشرف المخلوقات ہے۔ اور نتیجہ کے لحاظ سے بھی بہتر ہے کہ اطاعت خداوندی ہونے کی
وجہ سے بھی اشرف المخلوقات ہے اطاعت واختیار اور بندگی سے مزین ہے تو یہ خیر البریہ
بہترین مخلوقات ہے۔ کیونکہ باوجود قدرت واختیار کے نافرمانی نہیں کرتا ...... (اللهم
اجعلنا منهم)۔

﴿ جزاؤهم عند ربهم جنت عدن تجری من تحتها
الأنهر خلدين فيها أبدا رضی الله عنهم ورضوا عنه ذلک لمن
خشی ربه ﴾ : ان کا بدلہ ان کے رب کے ہاں جنتوں میں ہمیشہ کے لئے رہنا ہے۔
ایسی جنتیں جن میں نہریں بہتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہے اور وہ اللہ تعالیٰ سے راضی
ہیں۔ یہ نعمتیں ان کو اسی وجہ سے نصیب ہونگی کہ وہ اپنے پروردگار سے ڈرتے رہے تھے۔

(سورۃ زلزال اور سورۃ قارعہ دونوں پڑھئے)

سورۃ الزلزال: ﴿ إذا زلزلت الأرض زلزالها ۰ وأخرجت
الأرض أثقالها ۰ وقال الإنسن مالها ۰ يومئذ تحدث أخبارها ۰
بأن ربک أوحی لها ۰ يومئذ يصدر الناس أشتاتا ليروا
أعملهم ۰ فمن يعمل مثقال ذرة خيرا يره ۰ ومن يعمل
مثقال ذرة شرا يره ﴾

سورۃ القارعة: ﴿ القارعة ۰ ما القارعة ۰ وما أدرک
ما القارعة ۰ يوم يكون الناس كالفراش المبثوث ۰ وتكون
الجبال كالعهن المنفوش ۰ فأما من ثقلت موزينه ۰ فهو فی
عيشة راضية ۰ وأما من خفت موزينه فأمه هاوية ۰ وما

أدرک ما هية ۰ نار حامية ﴾
کیونکہ ان دونوں سورتوں میں باہمی ربط ہے اس لئے دونوں کی تفسیر کو یکجا
کر دیا ہے۔

سورۃ الزلزال کا عنوان عام: "ابتدائے واقعہ حائلہ قیامت"۔
اور اس کا ماخذ آیت: إذا زلزلت سے تحدث أخبارها تک
چار آیتیں۔

اور سورۃ القارعہ کا عنوان عام: "انتہائے واقعہ حائلہ قیامت"۔
اور اس کا ماخذ آیت نمبر ۶ سے ۹ تک۔

زمین میں ریکارڈنگ کی طاقت موجود ہے:

﴿ إذا زلزلت الأرض زلزالها ﴾ : جب زمین شدید زلزلہ سے ہلادی
جائیگی اور اپنے اندر تمام بوجھ نکال دیگی زمین کے اندر جتنے خزائن ودفائن اور مردے
ہیں سب کے سب باہر نکل آئیں گی۔ انسان حیرانی کے عالم میں کہیں گے۔ ما لها کہ کیا
ہوگیا۔ یہ ہولناک زلزلہ کیسے ہوا اور زمین نے یہ تمام مدفونات مخزونات کیسے باہر
پھینکدئے زمین اس دن تمام راز افشاء کریگی کہ فلاں شخص نے مجھ پر یہ نیک کام کئے
تھے فلاں نے یہ برے کام کئے تھے زمین میں ریکارڈنگ کی طاقت موجود ہے۔ انسان
جو بھی عمل کرتا ہے وہ ریکارڈ ہوتا ہے۔ ﴿ ووجدوا ما عملوا حاضرا ولا يظلم
ربک أحدا ﴾ (سورۃ الکہف آیت ۴۹) زمین خود نہ بولے گی بلکہ اللہ تعالیٰ بلوائے گا۔

﴿ بأن ربک أوحی لها ﴾ : اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے بولنے کا۔ جس شخص
نے زمین کے ٹکڑے پر جو بھی کام کیا ہے۔ وہ اس دن برآمد ہوگا اس سے یہ معلوم ہوتا ہے
کہ زمین میں بھی حس اور حیات موجود ہے۔ اور اس حقیقت کو وہی سمجھ سکتا ہے۔ جس میں
ذکر اللہ کی وجہ سے روحانیت پیدا ہو اللہ تعالیٰ کے مبارک نام کے ذکر سے قلب میں

نورانیت پیدا ہوتی ہے۔

حجر و شجر سب ذاکر :

پھر یہ احساس ہوتا ہے کہ ہر چیز ذاکر ہے۔ پتہ پتہ، ٹہنی ٹہنی، حجر اور شجر سب کے سب ذکر اللہ میں مصروف ہیں۔ ایک بزرگ میرے دوست تھے۔ کبھی کبھی جب میں جلسوں میں جاتا تو وہ بھی آجاتے۔ تقریر نہیں کرتے تھے۔ اگر لاہور سے گزرتے تو میرے پاس آجاتے مجھے اطلاع نہیں دیتے تھے۔ ان کے متعلقین میں سے کسی نے بتایا کہ ان کے حلقۂ مریدین میں سے ایک مرید قضائے حاجت کے لئے جنگل میں گئے تو وہاں اسے ہر شاخ اور ہر پتہ اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مشغول نظر آیا۔ چاروں طرف جمادات و نباتات اللہ تعالیٰ کی ثنا خوانی میں لگے ہوئے ہیں۔ پھر واپس اپنے کھیت میں آیا وہاں بھی یہی منظر، ہر پودا ذکر و اذکار میں حالت وجد میں ہے پھر اس نے دعا کی کہ مجھ سے یہ کیفیت دور ہو۔ تاکہ قضائے حاجت کروں۔ یہ روحانی طاقت تزکیہ نفس سے حاصل ہوتی ہے۔

﴿ویزکیھم﴾ ﴿وان من شیء الا یسبح بحمدہ ولکن لا تفقھون تسبیحھم﴾ (سورۃ الاسراء آیت: ۴۴)۔ ہر ایک مخلوق خدا اللہ تعالیٰ کے حمد و ثنا میں لگا ہوا ہے۔ مگر تم ان کے ان تسبیحات و تحمیدات کو نہیں سمجھ سکتے۔ زمین میں بھی حیات ہے، وہ تسبیح میں دن رات مشغول ہے۔ مفسرین کہتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ یہ منقاد ہیں ٹھیک ہے۔ مگر ان میں حیات بھی ہے۔ تسبیح حالی نہیں بلکہ تسبیح قالی کرتے ہیں۔

قیامت کے دن اعضاءِ انسانی گواہی دیں گے :

ہماری ادراک و بصیرت کی کمی کی وجہ سے اب ہمیں زمین بولتی ہوئی نظر نہیں آتی مگر جب اللہ تعالیٰ اسے بلوائیگی اور وہ بولیگی تب انسان ششدر و حیرانی میں کہیگا۔ ﴿وقال الانسان مالھا﴾ اس دن زمین کی شہادت پر دارومدار ہوگا۔

﴿الیوم نختم علی افواھھم وتکلمنا ایدیھم وتشھد ارجلھم بما کانوا یکسبون﴾ (سورۃ یٰسین آیت: ۶۵) جس طرح آج کل ہمارے ہاتھ پاؤں نہیں بولتے۔ خاموش ہیں ہم یہ سمجھتے ہیں کہ یہ کچھ نہیں سمجھتے ہیں مگر قیامت کے دن جب زبان بندی ہوگی اور منہ پر مہر لگادی جائیگی اور ہاتھ پاؤں اور دیگر اعضاء کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ملیگا تو بدن کا ہر ٹکڑا بولنے لگے گا۔ اور جس جس عضو سے جو جو جرم کیا ہوگا وہ اعضاء ان جرائم کو بیان کریں گے۔

﴿حتی اذا ما جاءوھا شھد علیھم سمعھم وابصارھم وجلودھم بما کانوا یعملون﴾ (سورۃ فصلت آیت: ۲۰) کافر لوگ اپنے ان اعضاء کو غصہ ہوں گے۔ کیوں تم اپنے آپ کو عذاب میں مبتلا کرنا چاہتے ہو۔ جسم کے اعضاء جواب دیں گے یہ تو ہماری بس کی بات نہیں اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس گویائی پر مامور فرمایا ہے۔ ﴿انطقنا اللہ الذی انطق کل شیء﴾ (سورۃ فصلت آیت: ۲۱) گویا یہ انسانی اعضاء انسان کے جاسوس ہیں۔

تو میں یہ عرض کر رہا تھا کہ زمین میں جان ہے لکڑی میں جان ہے، پتھر میں جان ہے۔ جب ٹہنی اپنی اصل (درخت) سے وابستہ ہو تو وہ زندہ ہوتی ہے۔ تسبیح و ذکر کرتی ہے۔ جب کٹ جاتی ہے تو مردہ ہو جاتی ہے۔ زمین میں جان ہے جب اس سے برتن یا اینٹ وغیرہ بنالیتے ہیں تو مردہ ہو جاتی ہے۔

﴿بان ربک اوحی لھا﴾ زمین خاموش تھی۔ جب اللہ تعالیٰ نے بلوایا تو بولنے لگی۔

﴿یومئذ یصدر الناس اشتاتا﴾ اس دن لوگ گروہ در گروہ آئیں گے۔ حدیث شریف میں ہے ﴿المرء مع من احب﴾ آدمی اس کے ساتھ ہوگا جس کے ساتھ اس کی محبت ہوگی۔ نمازی نمازیوں کی جماعت میں شامل ہو کر آئیں

گے۔ شرابی شرابیوں کی ٹولی میں جائیگا۔ یصدر الناس لوگ قبروں سے میدان محشر کی طرف آئیں گے۔ اس کی تفصیل قارعہ میں آئیگی۔ یہاں تو یہ بتادیا کہ تمام اعمال کے نتائج سامنے آجائیں گے۔ نیکی کا ثواب اور بدی کا عذاب سامنے ہوگا۔

﴿سورة القارعة﴾

عنوان عام : ''اثبات وقوعِ حائلہ قیامت''

ماخذ: فاما من ثقلت موازینه إلی آخر السورة.

﴿القارعة ما القارعة﴾: استفہام استعجاب کے لئے ہے تاکہ سامع (سننے والے) کے دل میں سننے کا اشتیاق بڑھتا جائے۔ القارعة دلوں کو ہلانے والی۔

﴿یوم یکون الناس کالفراش المبثوث﴾: اس دن لوگ بکھرے ہوئے پروانوں کی طرح ہوں گے۔ یہ تو میدان محشر میں جاکے یہ حالت ہوگی۔ ابتدائے قیامت کے احوال تو سورۂ زلزال میں گزر گئے۔ کالفراش المبثوث. انسان سب سے زیادہ دانشور اور عقلمند ہے مگر قیامت کے دن ہوش ربا احوال وقائع کیوجہ سے مسلوب العقل، مخبوط الحواس، حواس باختہ ہوگا۔ جس طرح ساون کے موسم میں بارش کے دنوں میں فانوس کے اردگرد پروانے غیر منظم طور پر آکر گرتے ہیں، اسی طرح انسانوں میں بھی ان دہشتناک مناظر کیوجہ سے نظم ونسق ختم ہوجائیگا۔ جب عقلمند انسان کی یہ حالت ہوگی، تو اور مخلوقات کا کیا کہنا۔ فراش فراشة کی جمع ہے۔ پروانے کو کہتے ہیں۔ المبثوث بکھرے ہوئے۔

﴿وتکون الجبال کالعهن المنفوش﴾: مخلوقات میں سب سے زیادہ سخت اور مضبوط پہاڑ ہیں۔ لوہا پگل جاتا ہے اور پانی کی طرح بہہ جاتا ہے۔ مگر پہاڑ نہیں پگلتا۔ مگر اس دن یہ مضبوط اور مستحکم پہاڑ بھی وحشت کی وجہ دھنکی ہوئی اون کی طرح ہوجائیگا۔ اس کی صلابت ختم ہوجائیگی اور اس میں جو امتزاج اجزاء ہے۔ اس میں انتشار

پیدا ہوگا اور قوت تماسک مفقود ہوجائیگا۔ ﴿واذا الجبال نسفت﴾ (سورۃ المرسلٰت آیت:۱۰) پہاڑ ہوا میں اڑتے پھریں گے۔

﴿فاما من ثقلت موازینه﴾: پس جس کے اعمال حسنہ وزن میں بھاری ہوں گے۔ ﴿فهو في عيشة راضية﴾ تو وہ مسرت کی زندگی میں ہوگا۔

ثقل وخفتِ اعمال کی توجیہ میں ذرا غور فرمائیے! ایک استاد جب دو شاگردوں کو سبق پڑھاتا ہے۔ دونوں کو استاد نے تین سطر پڑھائے۔ ایک شاگرد جاکر اپنے سبق کو خوب دہرا دہرا کر یاد کر لیتا ہے۔ دوسرا شاگرد جاکر کتاب بالائے طاق رکھ دیتا ہے اور چار پانچ اخبار یں دیکھ لیتا ہے۔ استاد صبح جب دونوں سے کل کا سبق پوچھتا ہے، تو پہلے محنتی طالب العلم تمام سبق کو فر فر سنا دیتا ہے، تو اس سے استاد صد درجہ راضی ہوجاتا ہے اور دوسرے سے جب پوچھتا ہے۔ اسے ایک لفظ تک یاد نہیں۔ اس سے سخت ناراض اور کبیدہ خاطر ہوجاتا ہے۔ اگرچہ اس نے اخبارات کے پانچسو سطریں پڑھی ہیں، مگر استاد کے بتائے ہوئے تین سطر میں ایک لفظ اس کو یاد نہیں۔ استاد کے ہاں اخبارات کے جھوٹی خبروں کا کوئی قدر و قیمت نہیں اور جس نے سبق یاد کیا ہے۔ اس کے تین سطریں استاد کے ہاں وقیع ہیں۔ اسی طرح جن اعمال میں رضائے الٰہی مقصود ہو۔ ان کو بارگاہ الٰہی میں شرف قبولیت حاصل ہوجاتی ہے۔ اگرچہ تھوڑے کیوں نہ ہوں اور جن اعمال میں شہرت اور سمعت مطلوب ہو۔ ریاکاری اور نام ونمود مراد ہو تو وہ اعمال مردود ہوں گے اگرچہ زیادہ کیوں نہ ہوں۔

حدیث شریف میں ہے:

﴿إن أخوف ما أخاف عليكم الشرك الأصغر قالوا: وما الشرك الأصغر يارسول الله؟ قال: الرياء يقول الله عزوجل يوم القيامة إذا جزى الناس بأعمالهم اذهبوا إلى الذين كنتم

تراءون فی الدنیا فانظروا هل تجدون عندهم جزاء﴾

(رواه الإمام احمد فی مسنده عن محمود بن لبید: ۵/۴۲۸)

آپ ﷺ نے فرمایا: کہ میں تمہارے اوپر شرک اصغر سے ڈر رہا ہوں۔ صحابہ کرامؓ نے پوچھا کہ شرک اصغر کیا ہے فرمایا۔ ریا کاری، دکھلاوے کے لئے عبادت کرنے کو شرک اصغر کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن جب لوگوں کو جزائے اعمال عطا فرماویں گے تو ریاکاروں کو کہا جائیگا جاؤ ان سے اپنے اعمال کا صلہ مانگو جن کیلئے تم نے اعمال کئے تھے۔

﴿واما من خفت موازینه﴾: اور جن کے اعمال تول میں ہلکے ہوں گے۔

﴿فامه هاویه﴾: تو اس کا ٹھکانا ہاویہ ہوگا۔ امه کے لفظ میں غور کیجئے۔ قرآن مجید کے کلمات میں جتنا تدبر اور تفکر کریں گے بصیرت علمی میں ترقی ہوگی بصیرت جتنی زیادہ ہوگی اسرار و رموز کھلتے جائیں گے۔ دوزخ کو ماں کیسے کہا گیا۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ بیٹے کو ماں کی طرف فطری طور پر کشش ہوتی ہے وہ ہزاروں عورتوں میں اپنی ماں کو پہچانتا ہے۔ جنگل کا بیٹا دو تین سال کا۔ اس کے ماں کو زیورات پہنادو۔ اچھے کپڑے پہنا دو قیمتی مشک و عنبر لگادو اور ہزاروں عورتوں کے درمیان اس کی ماں کو بٹھادو۔ وہ اپنی ماں کو پہچان جائیگا اسی وجہ سے ماں کو ام کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ ام الشیء . اصله (کذا فی الصحاح للجوہری: ۵/۱۸۶۳ام) کل فرع یرجع الی اصله مثلاً جو نیک بخت سعادت مند اپنے شہر میں صبح کی نماز کی بعد درس قرآن مجید کے عادی ہوتے ہیں۔ وہ اگر یہاں لاہور آجائیں تو وہ سب سے پہلے اپنے دوستوں سے پوچھیں گے کہ یہاں کس مسجد میں درس قرآن ہوتا ہے۔ تاکہ صبح کی نماز کیلئے وہاں جاؤں اور وہاں درس میں شریک ہو جاؤں، اور جو لوگ اپنے گاؤں میں عورتوں کے تلاش میں پھرتا ہے تو وہ

یہاں بھی آکر اسی دھندے میں متفکر ہوگا۔ کیونکہ سابقہ اعمال اس کو اس عمل کی طرف کھینچتے ہوں گے۔ اسی طرح وہاں بھی یہ برے اعمال مرکز سیئات کی طرف کشش کریں گے تو گویا طبعی طور پر وہ اعمال اس آدمی کو جہنم کی طرف کھینچیں گے۔

﴿سورة التکاثر﴾

﴿الهکم التکاثر ۔ حتی زرتم المقابر ۔ کلا سوف تعلمون ۔ ثم کلا سوف تعلمون ۔ کلا لو تعلمون علم الیقین ۔ لترون الجحیم ۔ ثم لترونها عین الیقین ۔ ثم لتسئلن یومئذ عن النعیم ۔﴾

تکاثر کا عنوان عام: ”فرضِ منصبی سے غافل کرنے والا مرض تکاثر فی المال ہے“۔

ماخذ: پہلی آیت۔

﴿الهکم التکاثر﴾: تمہیں دنیوی ساز و سامان کو بڑھانے کے حرص نے یاد آخرت سے غافل کر دیا ہے۔ تکاثر عام ہے۔ وہ اشیاء جو زندگی میں کام آنے والی ہیں۔ اس کی بہتات و تکاثر کی محبت اگر انسان میں پیدا ہو جائے تو انسان تباہ ہو جاتا ہے۔ دنیوی زیب و زینت کروفر اور جاہ و جلال کو مقصود بنانا بربادی ہے۔ کیونکہ انسان کا نصب العین یہ نہیں ہے۔

تکاثر بہت مہلک مرض ہے۔ زمینداری میں مرضِ تکاثر یہ ہے کہ وہ رقبہ بڑھانے کے حرص میں ہوتا ہے۔ وہ دن رات اسی شوق میں غرق ہوتا ہے اور اسی تگ و دو میں مر جاتا ہے۔ تجارت پیشہ یہ چاہتا ہے۔ کہ سب سے بڑا تاجر بن جاؤں۔ کراچی میں ایک شخص تھے۔ حاجی تھے اس کو چینی کی تجارت کا بڑا شوق تھا اس کو کھانڈ کا بادشاہ کہلاتے تھے۔

کنگ آف فش مولانا مدنیؒ کا مرید:

ایک کنگ آف فش (مچھلیوں کا بادشاہ) تھے۔ جو حضرت مدنی رحمۃ اللہ تعالیٰ

علیہ کے مرید تھے۔ اسی طرح سرکاری عہدہ دار کی تمنا ہوتی ہے۔ کہ اس کو بہت بڑا عہدہ مل جائے۔ تو اگر انسان کا مطمحِ نظر متاعِ دنیا کی ترقی ہو تو انسان ہلاکت میں ہے۔ اور اگر وہ رضائے مولیٰ کے حصول میں اپنی زندگی کے لیل ونہار بیت رہا ہے۔ کہ میں أعلم في علوم القرآن ہو جاؤں اور أعلم في الأحاديث بن جاؤں تو کامیابی ہی کامیابی ہے۔ تکاثر کی بیماری لگ جائے، تو ہر وقت بیماری میں مبتلا ہوتا ہے۔ طبیعت کو اطمینان وسرور نصیب نہیں ہوتا۔

آپ کو یاد ہے کہ حضرت اویس قرنیؒ (یا اویس بن عامر بن جز مالقرنی المرادی الیمانی تھے۔ یہ اولیاء اللہ میں سے تھے امام مسلمؒ نے کتاب فضائل الصحابہ میں حدیث نمبر ۲۵۴۲ میں نبی کریم ﷺ کی روایت ذکر کی ہے۔ سیر أعلام النبلاء: ۱۹/۴۔ طبقات ابن سعد: ۱۶۱/۶۔ تہذیب التھذیب: ۳۸۶/۱۔ شیر علی شاہ) صحابی نہیں تھے۔ نبی کریم ﷺ کے ساتھ ان کی ملاقات نہیں ہوئی۔ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں اس لئے حاضر نہ ہو سکے کہ وہ اپنی والدہ کی خدمت میں مشغول تھے اس کی ملاقات حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دیگر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے ہوئی ہے۔ اس کو حضرت عمرؓ یا حضرت علیؓ نے ایک درہم دیا۔ اس نے اس کو رد کر دیا۔ اور کہا کہ مجھے پتہ نہیں کہ ان کے خرچ ہونے تک میں زندہ رہتا ہوں یا نہ۔ میرے ایک دوست تھے، درویش اور ولی اللہ تھے اس کو ایک زمیندار نے پانچسو روپیہ دئے۔ کہ آپ کے مصارف زیادہ ہیں۔ یہ میں آپ کے لئے لایا ہوں، درویش نے فرمایا مجھے اس کی ضرورت نہیں۔ بہت اصرار کیا مگر اس نے اس کو قبول نہیں کئے۔ یہاں ہمارے ایک دوست مولانا عبداللہ فاروقی" تھے۔

شیخ الہند مولانا محمود الحسن کا استغناء :

جو شیخ الہند مولانا محمود الحسن رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد رشید تھے۔ گذشتہ سال وفات پاگئے۔ وہ کہتے تھے کہ میں جب دارالعلوم دیوبند سے فارغ ہوا تو ایک عورت اپنے بچوں کے لئے استمداد طلب کرنے کے لئے آئی شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے بھیجا۔ کچھ مدت بعد اس عورت نے مجھے دو ہزار روپیہ دیئے۔ اور کہنے لگی کہ اس کو کسی صحیح مصرف میں خرچ کر دیجئے۔ میں نے سوچا کہ حضرت شیخ الہندؒ سے زیادہ اور کون اس کا مستحق ہے۔ وہ اس امداد کا صحیح مصرف ہے۔ میں نے خوشی سے وہ رقم لے کر حضرت کے پاس لے آیا۔ انہوں نے فرمایا کہ مجھے تو ضرورت نہیں۔ میں نے کافی اصرار کیا۔ حضرت نے فرمایا کہ مجھے ایک پیسے کی بھی ضرورت نہیں۔ یہ ہے اہل اللہ اور ربانیین جو تکاثر مال سے نفرت کرتے ہیں۔ ایک وہ ہیں جو تکاثر کے لئے ایمان تک بیچ دیتے ہیں۔ ع

بے ببیں تفاوتِ رہ از کجاست تا بہ کجا

بعض ایسے اولیاء اللہ بھی ہیں کہ وہ کسی کو دیدیں تو جنت کا ٹکٹ حاصل ہو۔ اور بعض ایسے اولیاء اللہ ہیں جو کسی سے لے لیں تو جنت کا ٹکٹ حاصل ہو۔ وہ اولیاء اللہ ہر ایک سے لیتے بھی نہیں یہ مسئلہ عشق ہے۔ میں اس کو بیان کرنا مناسب نہیں سمجھتا کہ وہ کیوں بعض سے لیتے ہیں اور بعض سے نہیں لیتے۔

کابل میں ایک مجذوب :

ایک دفعہ میں کابل گیا تھا وہاں ایک مجذوب تھے۔ ایک کمرہ میں رہتے تھے۔ دور دراز سے لوگ اس کی ملاقات کے لئے آتے تھے اور مختلف قسم کے ھدایا اور تحائف لاتے تھے۔ وہ رکھ دیتے اور جب وہ لوگ باہر نکلتے تو وہ مجذوب اپنے خدام سے کہتے۔ ہیرے و موتی سنگ ہیند ازید۔ کہ ان چیزوں کو باہر لیجا کر کتے کے سامنے پھینک دو۔

پونہ میں ایک مجذوب :

ایک دفعہ "پونہ" گیا میرے ساتھ لاہور کے ایک ساتھی بھی تھے۔ وہاں روزانہ میری تقریر ہوتی تھی وہاں ایک مجذوب تھے۔ لوگ اس کی خدمت میں کئی گھنٹوں تک بیٹھے رہتے تھے۔ حرام ہے کہ وہ کسی کو ایک دانہ کھانے کو دیتے۔ ایک دفعہ میں چلا گیا اور

اس کے سامنے دوزانو بیٹھ گیا علماء ومشائخ اور اہل اللہ کے سامنے باادب بیٹھنا چاہیے وہ درویش بھی میرے سامنے بیٹھ گئے اور اپنے خادم کو فرمانے لگے وہ جلیبیاں لے آؤ. میں نے بھی کھالیں اور وہاں دروازے پر ایک نیم مجذوب کھڑے تھے وہ بھی کھانے لگے پھر چائے کے بارے میں خادم کو کہا. چائے بھی پی لی پھر میں نے ان سے اجازت طلب کی کہ میں جارہا ہوں تو اس نے مجھے ایک کتاب بطور ہدیہ دیدی جو انہوں نے کشف قبور کے بارے میں تصنیف کی تھی. جس میں "پونہ" کے چارسو سال پہلے علماء ومشائخ کے حالات تھے. ایسے مجذوب کسی کو تھوڑا دیتے ہیں تو میں عرض کررہا تھا کہ بعض دنیا دار تکاثر کی محبت میں بھاؤ لے کتے کی طرح دن رات زراندوزی میں مصروف رہتا ہے۔

﴿الهكم التكاثر﴾: اے انسانوں! تم کو تکاثر کی بیماری نے اپنے نصب العین اور مقصود سے ہٹا دیا ہے. آئے تھے خدا شناسی کیلئے اور لگ گئے تکاثر کی محبت میں۔

﴿حتى زرتم المقابر﴾: چونکہ اس مرض کے مریض مرتے دم تک اسی تکاثر کے چکر میں لگا رہتا ہے. تو فرمایا کہ تم اس وقت سمجھ جاؤ گے جب قبر میں دفن ہو جاؤ گے اس وقت تم کو عین الیقین ہوگا. کہ تکاثر تو دخول جہنم کے مرادف تھا. عین الیقین سے مراد قبر ہے. ﴿فان القبر روضة من رياض الجنة او حفرة من حفر النيران﴾ الغرض بعض لوگوں کا مقصد حیات رضائے مولیٰ ہوتا ہے. اور یہی نجات کا راستہ ہے اور بعض کا اتحصال اموال کا. یہ ھلاکت کا راستہ ہے۔

۷ رمضان المبارک یوم الاثنین ۱۳۷۸ھ

﴿سورۃ العادیت﴾

﴿والعديت ضبحا ٭ فالموريت قدحا ٭ فالمغيرات صبحا ٭ فاثرن به نقعا ٭ فوسطن به جمعا ٭ إن الإنسن لربه لكنود ٭ وانه على ذلك لشهيد ٭ وانه لحب الخير لشديد ٭ أفلا يعلم إذا بعثر ما في القبور، وحصل ما في الصدور ٭ إن ربهم بهم يومئذ لخبير ٭﴾

سورۃ عادیت کا عنوان عام اور موضوع: تین چیزیں ہیں ۱)۔ بیان مرض. ۲)۔ سبب مرض ۳)۔ علاج مرض۔

پہلے (یعنی بیان مرض) کا ماخذ: إن الإنسن لربه لكنود ہے۔

دوسرے (یعنی سبب مرض) کا ماخذ: وانه لحب الخير لشديد ہے۔

تیسرے (یعنی علاج مرض) کا ماخذ: افلا يعلم إذا بعثر ما في القبور سے في الصدور تک ہے۔

اب ترتیب کا خیال کیجئے. قرآن مجید میں جو قسمیں آتی ہیں. اس سے کیا مراد ہے؟ ہمارے ہاں اساتذہ سے سنی ہوئی بات یہ ہے. کہ مقسم بہ (قسم بہ وہ چیز ہے جس پر قسم کھائی جائے) کو مقسم علیہ (جواب قسم) کی اثبات کیلئے بطور شاھد عدل کے پیش کیا جاتا ہے. قاعدہ یہ ہے کہ گواہ عادل اور ثقہ ہوں تو مدعی کا دعویٰ آسانی سے ثابت ہو جاتا ہے. اب اگر تم مقسم بہ میں غور کریں گے تو مقسم علیہ خود ثابت ہو جائیگا. اب یہاں مقسم بہ گھوڑوں کی تین صفات ہیں. جو تین آیتوں میں ذکر کی گئی ہیں ۱) (العدیٰت ۲) الموریٰت ۳)۔ المغیرات اور مقسم علیہ إن الإنسن لربه لكنود ہے اب دیکھیں کہ

مقسم بہ کیسے مقسم علیہ ثابت ہوتا ہے۔ یہ قاعدہ ہے کہ ...... کلموا الناس بقدر عقولھم لوگوں کے ساتھ ان کی حالت کے مطابق کلام ہونا چاہئے اور اسی کو بلاغت کہتے ہیں۔ چونکہ قرآن مجید کے سب سے پہلے مخاطب باشندگان مکہ مکرمہ اور عرب ہیں، ان کے رسم و رواج، اطوار و عادات کے مطابق گھوڑوں کو مقسم بہ بنا دیا گیا۔ کیونکہ عرب لوگ گھوڑوں پر لڑائیاں لڑتے تھے (جیسے مشہور شاعر امری القیس نے اپنے قصیدے میں اپنے جنگی گھوڑے کی تعریف میں چندہ اشعار کہے ہیں۔

وقد أغتدي والطير في وكناتها : بمنجرد قيد الأوابد هيكل
مكرّ مفرّ مقبل مدبر معاً : كجلمود صخر حطه السيل من عل

(سبع المعلقات)

اور ایک دوسرے شاعر جو تیم اللہ بن ثعلبہ کے خاندان سے ہے کہا ہے۔

ولقد شهدت الخيل يوم طرادها : وطعنت تحت كنانة المتمطر
ولقد رأيت الخيل شلن عليكم : شول المخاض أبت على المتغبر

(ديوان الحماسه)

اور عمرو بن معدیکرب الزبیدی نے کہا:

ولما رأيت الخيل زورا كأنها : جداول زرع أرسلت فاسبطرت

(ديوان الحماسه)

اسی طرح کئی شعراء نے جنگی گھوڑوں کی تعریف میں قصیدے لکھے ہیں)

﴿ والعٰديٰت ضبحا ﴾: قسم ہے ان دوڑنے والے گھوڑوں کی جو ہانپتے ہوئے سرپٹ دوڑتے ہیں۔ بہت تیز رفتاری کی وجہ سے ان کی سینوں سے خپ خپ کی آواز نکلتی ہے۔

﴿ فالموريٰت قدحا ﴾: اور جب انتہائی تیزی کی وجہ سے پتھریلی زمین پر ٹاپ مار کر آگ کی چنگاریاں نظر آتی ہیں۔ جنگی گھوڑوں کو لوہے کی نعل لگاتے ہیں۔ وہ جب پتھروں سے ٹکراتے ہیں تو چنگاریاں نکلتی ہیں۔

﴿ فالمغيرٰت صبحا ﴾: پھر وہ جنگی گھوڑے صبح سویرے دشمن پر غارت ڈالتے ہیں۔ قاعدہ ہے کہ لڑائی کے لئے راتوں رات جانا پڑتا ہے۔ اور اگر دشمن اتنا دور نہیں ہوتا تو پھر سحری کے وقت لشکر روانہ ہو جاتا ہے۔

﴿ فاثرن به نقعا ﴾: وہ مضبوط گھوڑے جب دوڑتے ہیں تو گرد و غبار ابھار دیتے ہیں۔ جس کی وجہ سے دشمن کو پتہ نہیں چلتا کہ لشکر کہاں ہے۔

﴿ فوسطن به جمعا ﴾: پھر اسی گرد و غبار سے فائدہ اٹھاتے ہوئے دشمن کے لشکر کے صفوں میں گھس جاتے ہیں۔ عرب صبح صادق کے وقت حملہ کیا کرتے تھے۔ اس وقت نہ زیادہ اندھیرا ہوتا ہے اور نہ خالص روشنی۔ جس میں چیزیں نظر آتی ہیں مگر انسان کو نہیں پہچانا جاتا۔ جیسے حدیث شریف میں ہے۔ ﴿ لم يعرفن من الغلس ﴾ (رواه البخاري في مواقيت الصلاة و كذا مسلم في المساجد) تو جنگی گھوڑے اپنے مالک کے اشارے پر اتنی تیزی سے دوڑتے ہیں۔ کہ اس کے سینے سے آواز نکلتی ہے۔ اور اس کے کھروں کے زد سے چنگاریاں پیدا ہوتی ہیں۔ اور پھر گرد و غبار کے بادلوں میں دشمن کے اندر گھس جاتے ہیں۔

گھوڑے کی وفاداری :

یہ تمام محنت اور مشقت و تکالیف صرف اسی لئے کہ میرا مالک لڑائی میں غالب آجائے اور دشمن کو شکست دیدے اور مال غنیمت ہاتھ آئے۔ گھوڑے کی قسمت میں تو گھاس چارہ ہے اور وہ بھی تب جب باندھا ہوا ہو۔ ورنہ بے چارہ چراگاہ میں چرتا ہے اور اپنا پیٹ پالتا ہے۔ اور پھر عرب میں گھاس کی بھی قلت ہے۔ وہ تو وادِ غیر ذی زرع ہے۔ میں خود دو دفعہ اونٹوں پر جدہ سے مکہ مکرمہ گیا ہوں اور پھر مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ۔

اونٹوں پر خشک گھاس کے موٹے رسے ہوتے تھے اور وہ بھی چوبیس گھنٹے کے سفر کے بعد ان کو وہی خشک گھاس کے بنے ہوئے موٹے رسے کھولکر ڈالدیتے تھے اور

کھجوروں کی گٹھلیاں کھلاتے تھے۔ اور پھر یہ کہ اس گھوڑے کو میدان کارزار کی طرف متوجہ کرتے ہیں۔ جہاں قطعی طور پر ننانوے فیصد ہلاک ہونیکا امکان ہے۔ گھوڑا اپنا سر آگے لیجاتا ہے۔ پھر اس کے بعد مالک ہوتا ہے۔ اور دشمن کی کوشش یہ ہوتی ہے کہ گھوڑے کو پہلے قتل کرے تاکہ سوار بھاگ نہ سکے۔ ان تمام خطرات اور ہلاکتوں کے باوجود گھوڑے کی اطاعت کا یہ عالم ہے۔ کہ وہ مالک کے اشاروں پر ہر قربانی کیلئے سربکف ہے۔ حالانکہ گھوڑا حیوان لا یعقل ہے۔ اب انسان کی وفاداری اور اپنے خالق و مالک کے ساتھ تعلق کا اندازہ لگایئے۔

انسان پر خدائی انعامات :

انسان پر اللہ تعالیٰ کی کتنی نعمتیں ہیں ایک ایک عضو کی نعمت کا شکریہ ادا نہیں کرسکتا۔ اگر اس کو گونگا پیدا کرتا تو تمام دنیا کو خرچ کرنے سے وہ قوت گویائی حاصل نہیں کرسکتا۔ اگر اندھا پیدا کرتا، بہرا پیدا کرتا۔ لنگڑا پیدا کرتا تمام دنیا کے خزانوں سے بھی وہ ان نعمتوں کو حاصل نہیں کرسکتا۔ اللہ تعالیٰ نے یہ تمام نعمتیں مفت دیدی ہیں۔ ان نعمتوں کیلئے انسان نے کچھ پیشگی نقود ادا نہیں کئے تھے۔ اگر یہ انسان اپنے فرائض کو پورے اخلاص کے ساتھ سرانجام دے جو اس کے ذمہ رب العالمین جل جلالہ نے لگادئے ہیں۔ تو یہ کامیاب انسان ہے۔ جس طرح ایک صحابی کو جب نبی کریم ﷺ نے نمازیں بتادیں۔ تو اس نے کمال اخلاص اور پوری اطاعت کے ساتھ کہا۔ واللہ لا ازید علی ھذا و لا انقص۔ نبی کریم ﷺ بہت خوش ہوئے اور فرمایا۔ ﴿ افلح الرجل ان صدق ﴾

پانچ نمازوں پر ایک گھنٹہ صرف نہیں ہوتا :

اگر انسان غور کرے تو پانچوں فرض نمازوں کی کل رکعتیں سترہ ہیں۔ ان سترہ رکعات کا حساب و کتاب لینا ہے۔ سنتیں تو فرض کی کمی کو پورا کرتی ہیں۔ اگر آپ ہر رکعت میں سورۃ اخلاص پڑھیں تو ایک منٹ میں ایک رکعت تعدیل ارکان کے ساتھ ادا ہو سکتی ہے۔ تو گویا سترہ رکعات سترہ منٹ میں ادا ہو سکتی ہیں۔ اور وضو اور سنتوں اور مسجد تک جانے آنے کے تمام امور پر ایک گھنٹہ صرف نہیں ہوتا۔ دن رات میں چوبیس گھنٹے ہیں۔ ایک گھنٹہ اپنے خالق و مالک اور معبود کی عبادت میں صرف کریں۔ بقیہ تیئیس (۲۳) گھنٹے اپنے کاموں میں صرف کریں۔ نہ وضو پر کوئی پیسہ خرچ ہوتا ہے اور نہ نمازوں پر۔ نماز میں اللہ اور رحمٰن و رحیم اور مالک یوم الدین کہدیا اور فریضہ ادا ہوگیا۔ اگر انسان پورے غور وخوض کے ساتھ حساب لگائے تو انسان عبادت میں ایک فی صد وقت خرچ کرتا ہے۔ اور اپنے کاموں میں ننانوے فی صد تو ان بیشمار عظیم نعمتوں کے باوجود بھی انسان اللہ تعالیٰ کی بندگی چھوڑ دے۔ باوجودیکہ انسان حیوان عاقل ہے تو یقیناً ایسا انسان " ان الانسان لربہ لکنود" کا مصداق ہوگا۔ کنود کا معنی ناشکر۔ میں کہتا ہوں کہ سو میں پانچ نمازی بھی بمشکل پائے جائیں گے۔ تو مقسم پر مقسم علیہ ثابت کرنے کیلئے بطور شاہد عدل کے لایا گیا ہے۔

﴿ إنّ الإنسان لربه لكنود ﴾ : یقیناً انسان اپنے پروردگار کے احسانات وانعامات کا ناشکر، نالائق اور ناسپاس گذار ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ناشکری شرک اور کفر اور فسق کے ذریعہ ہوتی ہے۔ پہلے دو مرض تو ایسے ہیں۔ جن کی وجہ سے نہ شفاعت ہے اور نہ نجات۔ اگرچہ اس کا نام اللہ دین اور عبدالرحمٰن کیوں نہ ہو۔ اور مرض کا سبب بتادیا۔

﴿ وانه لحب الخير لشديد ﴾ : اور یہ انسان اس مال کی محبت کی وجہ سے بخیل ہوگیا ہے۔ اس کی بیماری کی علت مال ہے۔ والمراد من الخیر المال ومن الخیر الکثیر العلم فی اصطلاح القرآن الکریم (حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کبھی کبھی درس میں عربی جملے استعمال فرمایا کرتے تھے۔ حضرت کو فصیح عربی زبان پر کافی عبور تھا ہم عشاء کی نماز کے بعد مسجد شیرانوالہ گیٹ میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ عربی میں باتیں کیا کرتے تھے۔ حضرت پوری روانی اور سلاست کے ساتھ فصیح عربی بولتے تھے۔ اعراب کا خاص خیال فرماتے تھے۔ کبھی کبھی

درس میں بھی طلبہ کرام کو عربی بولنے، لکھنے کی ترغیب دیا کرتے تھے)

محبت مال کی وجہ سے انسان اپنے مقصد اصلی سے دور ہو گیا ہے۔ وہ کاندار نماز کو اس لئے نہیں جاتا کہ دو پیسے کا نفع ہاتھ سے نکل جائیگا۔ ملازم حی علی الصلوٰۃ سن کر بھی مسجد کا رخ نہیں کرتا کہ کہیں اس کا آقا اس کو ملازمت سے سبکدوش نہ کرے۔ اگر ملازمت چلی گئی تو بال بچے کہاں سے کھائیں گے۔ نماز چھوڑ دیتا ہے مگر ملازمت چھوڑنے کیلئے آمادہ نہیں۔ اصلی بات یہ ہے کہ وہ مال و دولت کو رضائے الٰہی کے مقابلے میں ترجیح دیتا ہے۔ نماز جائے مگر گاہک ہاتھ سے نہ نکل جائے۔

﴿ افلا یعلم اذا بعثر ما فی القبور ﴾: یہ علاج مرض ہے۔ انسان کی فطرت ہے اور یہ قاعدہ کلیہ بھی ہے کہ انسان کو مستقبل کے کسی نہایت خطرناک آنیوالے واقعہ سے آگاہ کر دیا جائے تو وہ ضرور اس سے بچنے کا علاج تلاش کرتا ہے۔ مثلاً اگر کسی کو اطلاع دی گئی کہ آج رات آپ پر ڈاکہ ڈالا جائیگا۔ تو وہ ضرور اپنی حفاظت کا انتظام کریگا۔ جسکا گھر قرقی ہو جائے۔ اور اس کو مخلص دوست بروقت بتادے کہ کل صبح سویرے تیرا گھر قرقی کی وجہ سے گھر کا سارا سامان ضبط کر دیا جائے گا، تو وہ آدمی راتوں رات گھر کا سارا سامان گھر سے نکال دے گا۔ اگر مٹکے اور کوزے رہ جائے تو رہ جائیں۔ باقی گھر کے تمام سامان کو منتقل کر دے گا۔ اس آیت میں علاج مرض بتادیا گیا۔ ﴿ افلا یعلم اذا بعثر ما فی القبور ﴾ کیا انسان کو معلوم نہیں کہ جب قبروں سے ان کی لاشیں نکالی جائینگی۔

﴿ وحصل ما فی الصدور ﴾: اور قیامت کے دن سینوں اور دلوں کے چھپے ہوئے (سربمہر) راز بھی برآمد ہوں گے یعنی وہ دن آنے والا ہے۔ جب مردوں کو قبروں سے نکالا جائیگا۔ اور ان کے قلوب میں پوشیدہ اسرار کو ظاہر کر دیا جائیگا۔ جسکو اس دنیا میں مال و دولت کمانے کا شوق تھا۔ اور لوگوں کو اپنے آپ کو محب خدا اور عاشق رسول دکھاتا

تھا۔ ان کے یہ تمام پوشیدہ خیالات و ارادے ظاہر کئے جائیں گے۔ اس آیت میں علاج مرض بتا دیا ہے۔ تاکہ قیامت کا خوف دلوں میں پیدا ہو جائے تو انسان خود بخود اس فانی دنیا کے ذیب و زینت اور مال و دولت کی محبت سے رک جائیگا۔ ﴿ واما من خاف مقام ربه ونهى النفس عن الهوى • فان الجنة هى المأوى ﴾ (سورۃ النازعات آیت: ۴۰۔۴۱)

اسی کو شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی اصطلاح میں (جوز الکبیر میں ذکر ہے) تذکیر بما بعد الموت کہا جاتا ہے۔ قرآن مجید میں تین قسم کے تذکیرات ہوتے ہیں۔

تذکیر بالاء اللہ۔ تذکیر بایام اللہ۔ تذکیر بما بعد الموت۔

تذکیر بآلاء اللہ سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے انعامات و احسانات کو بیان فرماتا ہے جیسے ﴿ یا ایها الناس اعبدوا ربکم الذی خلقکم والذین من قبلکم لعلکم تتقون • الذی جعل لکم الأرض فراشا والسماء بناء وأنزل من السماء ماء فاخرج به من الثمرات رزقا لکم ﴾ (سورۃ البقرۃ آیت: ۲۱۔۲۲) اللہ تعالیٰ نے عبادت کے بعد اپنے احسانات ذکر فرمائے۔ کیونکہ "الانسان عبد الاحسان"۔ انسان احسان کا غلام ہے۔ (جس کا کھائے اس کا گیت گائے) تم پر اللہ تعالیٰ نے یہ نعمت فرمادی کہ تم کو پیدا کیا۔ انسان کے بدن کا ایک ایک پرزہ کتنا قیمتی ہے ایک آنکھ کروڑوں پر نہیں ملتی۔ روح کی نعمت ڈالکر بے جان جسم کو جاندار بنادیا۔ تمہارے باپ نہ ہوتے تم کہاں سے آتے۔ دادا نہ ہوتے تو تم اور تمہارا باپ کہاں سے آتا۔ اور پھر تمہاری ضروریات اور حوائج کو پیدا کیا۔ سورۃ رحمٰن میں جابجا انس و جن کو تذکیر بآلاء اللہ سے متنبہ کیا گیا ہے۔ ﴿ فبای آلاء ربکما تکذبان ﴾ اے جن و انس اللہ تعالیٰ کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔

اور تذکیر بایام اللہ سے مراد امم سابقہ کے حالات کے آئینہ میں امت محمدیہ کو سمجھایا گیا ہے کہ ایسے بڑے بڑے قد آور پہلوان لوگ پیغمبروں کی مخالفت کی وجہ سے

صفحۂ ہستی سے مٹا دیے گئے جن کی طاقت کے مقابلہ میں تمہاری قوت عشر عشیر بھی نہیں ہے۔ ﴿وما بلغوا معشار ما ء اتینٰهم فکذبوا رسلی فکیف کان نکیر﴾ (سورۃ سبا آیت: ۴۵) تمہاری زندگی اگر سو سال ہے۔ وہ ایک ایک ہزار اور اس سے زیادہ زندگی گزار چکے ہیں تم بھی اگر اپنے عظیم المرتبت پیغمبر ﷺ کی مخالفت کرو گے تو تمہارا بھی یہی انجام ہوگا۔

تذکیر بما بعد الموت سے مراد یہ ہے کہ موت کے بعد عذاب قبر سے کیسے بچ سکو گے؟ اور قیامت کے ہولناک ہوش ربا مناظر میں تمہارا کیا حشر ہوگا؟ عذاب جہنم سے بچنے کی کیا صورت ہوگی؟

اب تو گھبرا کے یہ کہتے ہیں کہ مر جائیں گے
مر کے بھی چین نہ پایا، تو کدھر جائیں گے

﴿سورۃ العصر﴾

﴿والعصر • إنّ الإنسٰن لفی خسر • إلا الذین ء امنوا وعملوا الصٰلحٰت و تواصوا بالحق وتواصوا بالصبر •﴾

سورۃ العصر کا موضوع اور عنوان عام: ''اقوام عالم کی کامیابی کے اصول اربعہ''

ماخذ: إلا الذین ء امنوا کی آیت۔

اصول اربعہ: ۱)۔ ایمان باللہ۔ ۲)۔ عمل صالح۔ ۳)۔ تواصی بالحق۔
۴)۔ تواصی بالصبر۔

یہ چار اصول اقوام عالم کی کامیابی کا راز ہے۔ دنیا میں جتنی قوموں نے ترقی اور کامیابی حاصل کی ہے۔ وہ ان اصول اربعہ پر عمل کر کے حاصل کی ہے۔ اس سورت میں مسلمانوں کو تعلیم دی جاتی ہے۔ کہ آپ بھی تب ترقی کے راستے پر گامزن ہو سکتے ہیں اور کامیابی سے ہمکنار ہو سکتے ہیں۔ جب کہ آپ ان اصول اربعہ کو مشعل راہ بنا دیں۔ اور دن

رات ان پر عمل پیرا ہوں۔ آمنوا سے مراد یہ ہے۔ کہ تمام مُنزّل من اللہ پر صدق دل سے ایمان لائیں۔ ایمان صدق دل سے ہوا کرتا ہے۔

﴿قالت الأعراب ء امنا قل لم تؤمنوا ولکن قولوا أسلمنا ولما یدخل الإیمان فی قلوبکم﴾ (سورۃ حجرات آیت: ۱۴)۔ فعُلِم من هذه الآیة المبارکة أن محل الإیمان هو القلب.

مثلاً دو قومیں ہیں ایک قوم وہ ہے۔ جو تمام منزل من اللہ پر صدق دل سے ایمان لائے۔ اور اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کے فرمودات پر عمل پیرا ہو۔ اور دوسری قوم وہ ہے۔ جو اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ پر ایمان تو لائے اپنی مرضی اور خواہشات کا غلام ہو۔ اگر ان دونوں میں ٹکر ہوئی تو پہلی قوم فتحیاب ہوگی۔ یہ ہے۔ الا الذین امنوا اللہ تعالیٰ آپ کو شرح صدر سے نوازے۔ اور مجھے توفیق دے کہ آپ کو سمجھاؤں۔ اسی طرح دو قومیں مان لیں۔ دونوں کا منزل من اللہ پر ایمان ہے۔ مگر ان میں سے ایک نے ہدایت ربانی کو عملی جامہ پہنایا ہے۔ اور دوسری قوم صرف زبانی جمع خرچ کر رہی ہے۔ عملی میدان میں اس نے قدم نہیں رکھا۔ اب ان دونوں میں تصادم ہو جائے تو تصادم کے وقت پہلی قوم جیتے گی۔

﴿وعملوا الصٰلحٰت﴾: صالح کے معنی وہ جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہو۔ العمل الصالح کل عمل موافق للشرع خالص لوجه اللہ.

﴿وتواصوا بالحق﴾: پھر تیسرا درجہ ہے کہ ایک قوم ایمان لائی ہے اور اعمال صالحہ بھی کر رہی ہے۔ اب مزید اپنی جماعت کی توسیع میں کوشاں ہے۔ اپنے مذہب کی اشاعت و ترویج کے لئے اوروں کو دعوت دے رہی ہے۔ اپنی جماعت کو زیادہ بڑھانے کی فکر میں ہے۔ دوسری قوم وہ ہے جو ایمان لے آئی ہے۔ اور خود نیک عمل کرتی ہے۔ مگر اپنی جماعت کے دائرہ کو وسیع کرنے کی کوشش نہیں کرتی۔ ان دونوں میں کونسی قوم زندہ رہیگی؟ کس کے افراد زیادہ ہوتے رہیں گے؟ پہلی قوم جس میں جذبۂ دعوت و تبلیغ

ہے وہ تو دن بدن بڑھتی جائیگی اگر پہلے پانچسو تھے اب ہزار ہو گئے. آہستہ آہستہ دو ہزار، چار ہزار، آٹھ ہزار، وھلم جرا بڑھتے جائیں گے. اور دوسری قوم اگر پانچسو ہے تو وہ رفتہ رفتہ دو سو پھر ایک سو پھر ایک دن ختم ہو جائیں گے۔

یہاں تک کہ نسیاً منسیاً ہو جائیں ہو گئے تو جو قوم اوروں کو دعوت دیتی ہے اسلام کی اشاعت کرتی ہے. وہ در حقیقت تو اسی بالحق پر عمل کرتی ہے. تو اسی باب تفاعل سے ہے. اس باب کی خاصیت مشارکت من الجانبین ہے. یعنی ایک دوسرے کو تبلیغ حق کرتی ہے. یہ زندہ قوم ہے اس نے احکام الٰہی کو اپنایا ہے اور اپنے حلقۂ اثر کو بڑھا رہی ہے. اس دعوت و ارشاد کی تحریک سے وہ دن بدن بڑھتے رہیں گے. کیونکہ یہ دین اسلام فطرت کے مطابق ہے. پھر کون ان کو مغلوب کر سکتا ہے. جبکہ وھو مؤید من اللہ ہوں پھر چوتھے درجے میں ایک قوم وہ ہے. جو احکام الٰہی کو اپنائے اسے عملی جامہ پہنائے اور پھر اپنی جماعت کی توسیع کرائے۔

﴿وتواصوا بالصبر﴾: تو جب اپنی جماعت کی دعوت اوروں کو دے اور ان کو اپنے حلقۂ اسلام میں شامل کرانیکی کوشش میں ہو اور مذاہب باطلہ کی تردید کرے تو ان باطل اقوام سے کبھی کبھی ٹکرانے کے مواقع پیدا ہو جاتے ہیں. کیونکہ کافر لوگ اپنے مذہب اور بتوں کو ملیا میٹ اور نیست و نابود کرنا گوارا نہیں کرتے. اے مسلمان آپ کا فریضہ ہے. تو جابیگا باطل کے ایوانوں میں حق سنائیگا اوروں کو اس صراط مستقیم پر آنیکی دعوت دیگا. اسلام کی توسیع کے لئے اشاعت و تبلیغ کرے گا. اس سے کئی قومیں بھڑک اٹھنگی اور کہیں گی کہ تم ہمیں صفحۂ ہستی سے مٹانے کیلئے آئے ہو. اس وقت تین صورتیں سامنے آئینگی. یا تو ان سے ڈر کر بھاگ جائیں یہ تو بزدلی اور نامردگی ہے جو مذموم ہے. یا دشمن کیلئے بیٹھ جائیں اور عدم تشدد سے کام لیں۔

گاندھی جی کے اصول کے مطابق مار کھاؤ. مارنے والے کو تمہیں مار مار کر رحم

آجائیگا یہ بھی مذموم ہے. گاندھی جی تو ہندو تھا اس لئے یہ کہہ رہا تھا. تیسری صورت یہ ہے کہ سینہ تان کر مقابلہ کیلئے ڈٹ کر کھڑے ہوں۔ ﴿نحن رجال وھم رجال والحرب بیننا وبینھم سجال﴾ ہم بھی آدمی ہے اور ہمارے دشمن بھی ہم جیسے آدمی ہیں ان کے جسم میں کوئی چیز ہم سے زیادہ نہیں اور لڑائی ہم میں اور ان میں بوکے (ڈول) کی طرح ہے (حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے (بوکے) کا لفظ فرمایا معلوم ہوتا ہے کہ پنجابی میں ڈول کو بوکہ کہتے ہیں۔ جب کہ پشتو زبان میں بھی ڈول کو بوکہ کہتے ہیں)

قصہ خوانی کے شہداء:

قصہ خوانی پشاور میں مسلمانوں نے وہ جوانمردی اور شجاعت سے کافروں کا مقابلہ کیا. انگریزوں نے گولیاں چلائیں. وہاں ایک نوجوان نے سینہ نکال کر آگے ہوا اور کہا مارو. یہ کانگریس کے زمانے کا واقعہ ہے. خان عبدالغفار خان صاحب کو ہم اب بھی مانتے ہیں. خدا ان کو سلامت رکھے. ان کی نیت یہ تھی کہ اسلام کو آزاد کرایا جائے. سرخپوشی ایک اسلامی تحریک تھی. ہم اکوڑہ خٹک دارالعلوم حقانیہ کے سالانہ اجلاس دستار بندی میں گئے تھے. خان صاحب نے ہمیں دعوت دی پھر ہم ان کے گاؤں چلے گئے. حقیقت میں انہوں نے مسلمان کی لاج رکھی ہے (یہ حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے کلمات ہیں. جو میں نے امانت علمی کے طور پر نقل کردیے ہیں. مگر سن 1970 کے انتخابات نے بتا دیا کہ نیشنل پارٹی باچا خان کے اصول پر گامزن نہیں. اس پارٹی نے مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا غلام غوث رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا سید گل بادشاہ رحمۃ اللہ علیہ امیر جمیعۃ العلماء سرحد اور شیخ القرآن مولانا عبدالہادی رحمۃ اللہ علیہ شاہ منصوری کی وہ مخالفتیں کریں جن سے ثابت ہوا کہ یہ علمائے حق کے دشمن ہیں) ہندو نہیں کہہ سکتے کہ آزادی ہم نے حاصل کی ہے. ارے ہندو! تیرے ہاں گاندھی جی کا قدر ہے. ہمارے شیخ الہند مولانا محمود الحسن رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا مفتی

کفایت اللہ رحمۃ اللہ علیہ سے دس کروڑ ہندو قربان۔ ہندو کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ یہ کہیں کہ آزادی ہم نے جیت لی ہے آزادی ان اکابر علماء کی رہین منت ہے۔ میں یہ کہہ رہا تھا کہ مسلمان کا یہ شیوہ نہیں کہ وہ ٹھوکر مار کھائے۔ یہ اسلام کی تعلیمات نہیں ہیں اسلام تو صاف واشگاف کلمات میں حکم دیتا ہے۔

﴿ وقاتلوا فی سبیل اللّٰہ الذین یقاتلونکم ولا تعتدوا ان اللّٰہ لایحب المعتدین ﴾ (سورۃ البقرۃ آیت: ۱۹۰) اللہ تعالیٰ کے راستے میں ان لوگوں سے لڑو جو تمہارے ساتھ لڑتے ہیں۔ مذہب اسلام میں نرمی بھی ہے سختی بھی ہے۔ جیسے جراح اور سرجن اپریشن بھی کرلیتا ہے۔ پھر مرہم پٹی بھی کرلیتا ہے۔ یورپین، انگریزوں میں تو محض درشتی اور سفاکیت ہے۔ انہوں نے ایٹم بموں سے کتنی دنیا اڑا دی۔ ہمارے مذہب اسلام کا قانون ہے۔ جو میدان میں نہ آئے۔ ان کو نہ مارو دشمن کے بوڑھوں، بچوں، عورتوں پر تلوار نہ اٹھاؤ۔ ان کے گرجوں، مندروں، کلیساؤں میں جو عبادت گذار ہیں ان سے کچھ تعرض مت کرو۔

بہر حال بات لمبی ہوگئی۔ میرے کہنے کا مقصد یہ تھا کہ دو قومیں ہیں دونوں اپنے اپنے مسلک کی اشاعت کررہی ہیں۔ مگر ایک قوم بہادر ہے۔ اشاعت کے وقت اگر دشمن ان کے مقابلہ کیلئے میدان میں آتا ہے۔ تو یہ بھی پوری قوت و بسالت کے ساتھ ڈٹ کر مقابلہ کرتی ہے۔ اور دوسری قوم وہ ہے۔ جو لڑائی سے بھاگ جائے۔ ان میں پہلی قوم غالب اور کامیاب ہوگی۔ اس قوم نے ان چار سنہری اصول پر عمل کیا (۱)۔ منزل من اللّٰہ پر ایمان لائی اس کے احکام کو اپنائی (۲)۔ وعملوا الصلحت ان کو عملی جامہ پہنایا (۳)۔ اشاعت وتبلیغ کے ذریعہ اسلام کا دائرہ وسیع تر کردیا (۴)۔ اور مقابلہ کے وقت میدان قتال میں آنے سے نہ گھبرائی ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ ان اصولوں کو مشعل راہ بنانے سے فتحیاب ہوئی۔ جب سے حکومت پاکستان قائم ہوئی ہے۔ میں اپنے خطبوں اور تقریروں اور درسوں میں کہتا رہتا

ہوں کہ قرآن مجید کو اپناؤ۔ سنت نبوی ﷺ کو اپناؤ۔ اسلامی تعلیمات کو اپناؤ۔ نماز پڑھو تمہیں فتح ہوگی۔ ﴿ وتواصوا بالصبر ﴾ تواصی باب تفاعل سے ہے۔ جیسے پہلے عرض کرچکا ہوں یعنی ایک دوسرے کو صبر و استقامت، تحمل و استقلال کی تلقین کرتے ہیں۔ سیرت و تاریخ کی کتابوں میں ہے کہ ایک دفعہ صحابہ کرامؓ میدان جنگ میں مسلسل چوبیس گھنٹے تک لڑتے رہے۔ ادھر دشمن کی فوجیں بدلتی رہیں شکست کھا کھا کے۔ مگر صحابہ کرام رضی اللّٰہ تعالیٰ عنھم اجمعین چٹان کی طرح ڈٹے رہے۔ پیچھے نہیں ہٹے۔ انہی اصول کے بدولت تو مسلمان قوم زندہ رہی۔ وہ حجاز کا بدو لڑے تو ایران و روم کے منظم مسلح فوجوں کے ساتھ۔

بدر کے میدان میں مشرکین کی تعداد ایک ہزار اور ہر ایک کے ساتھ تلوار زرہ اور خود، تیر و کمان۔ صحابہ کرامؓ کی تعداد تین سو تیرہ اور صرف آٹھ تلواریں۔ ستر بڑے بڑے کفار کو قتل کیا اور ستر کو قیدی بنا کر مدینہ منورہ لے آئے۔ صحابہ کرامؓ کی کامیابیوں کا اصل راز یہی تھا ان کی نیت ملک گیری، اور نام و نمود نہیں تھی وہ محض رضائے الٰہی کے متلاشی تھے۔

﴿ یاایھا الذین اٰمنوا ان تنصروا اللّٰہ ینصرکم ویثبت اقدامکم ﴾ (سورۃ محمد آیت: ۷)

عجزم عشق تو ام میکشند چہ غوغائے است
تو نیز بر سر بام آچہ خوش تماشائی است

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنھم اس نیت سے جاتے کہ اللہ تعالیٰ کا دین زندہ ہو تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مدد اور کامیابی نصیب ہوتی۔ صحابہ کرامؓ نے قیصر و کسریٰ کے لاکھوں مسلح افواج کے مقابلہ میں جو جنگیں لڑی ہیں وہ اسلحہ اور مال و دولت کے بلبوتے پر نہیں وہ بے چارے مال اور اسلحہ میں کیسے مقابلہ کرسکتے۔ صحابہ کرامؓ کا اعتماد تو اللہ تعالیٰ کی مدد پر تھا۔ نصرت خداوندی ان کے شامل حال رہی۔ غزوہ موتہ میں جب ایک

صحابیؓ نے رومیوں کے لشکرِ جرار کو دیکھا اور وہ دو لاکھ سے متجاوز تھے تو اس نے از روئے ہمدردی مشورہ دیا :

تعالوا نبعث إلى رسول الله، نخبره بعدد عدونا فإما أن يُمدّنا بالرجال وإما أن يأمرنا بالزحف فنطيع.

آؤ کہ رسول اکرم ﷺ کو دشمن کی کثرت کے بارے میں اطلاع دیدیں۔ یا تو نبی کریم ﷺ ہمیں مزید مجاہدین کی مدد بھیجدیں گے۔ یا ہمیں بغیر لڑائی کے واپس ہونیکا حکم دیں گے۔ تو دونوں صورتوں میں نبی کریم ﷺ کے فرمان کی تعمیل ہوگی۔ یہ تجویز عبداللہ بن رواحہؓ پر بہت شاق گذری فوراً کھڑے ہو کر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنهم کو متوجہ کیا فرمایا یا قوم! إنا والله ما نقاتل أعداءنا بعدد ولا قوة ولا كثرة، ما نقاتلهم إلا بهذا الدين الذى أكرمنا الله به فانطلقوا فإنما هي إحدى الحسنيين، النصر أو الشهادة.

بڑی جرأت سے ابن رواحہ نے فرمایا کہ ہم صرف اس مقدس دین کے بلبوتے پر دشمنانِ اسلام سے میدان کارزار میں لڑتے ہیں۔ ہمارا بھروسہ قوت و کثرت پر نہیں تھا۔ ہم اللہ تعالیٰ ہی کی نصرت پر اعتماد کر کے لڑتے ہیں۔ اور ہمارے سامنے دو ہی راستے ہیں۔ جو دونوں ہی نیک راستے ہیں۔ یا فتح یا شہادت۔ سب صحابہ کرامؓ نے ابن رواحہ کے جرأتمندانہ اقدام کو سراہتے ہوئے فرمایا۔ قد والله صدق ابن رواحة۔ خدا کی قسم ابن رواحہ سچ فرماتے ہیں۔

نبوت کا دروازہ بند، مگر ملائکہ کی مدد جاری :

میں کہتا رہتا ہوں کہ نبوت کا دروازہ بند ہو چکا ہے۔ اب حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ جو خاتم النبیین ہیں ان کے بعد کوئی نیا نبی مبعوث نہیں ہوگا۔ اگر کوئی آئے بھی تو وہ دجال اور کذاب ہوگا۔ مگر ملائکہ عظام کا مجاہدین کے مدد کے لئے آنا بند نہیں ہوا تو ے

سال انگریز نے حکومت کی۔ مگر باوجود کئی حملوں کے یاغستان کو فتح نہ کر سکا۔ قبائلی مسلمان پکے نمازی ہیں۔ بندوق اور کارتوس کا کمدان کے گلے کا ہار ہوتا ہے۔ جہاد کے عاشق ہیں۔ پٹھان گناہ بھی کرتا ہے۔ مگر وہ جہاد کے لئے سب سے آگے نکلتا ہے۔ اسلحہ کے ماہر ہوتے ہیں۔ ان کی ایک گولی ایک آدمی کی قیمت رکھتی ہے۔ ان کا نشانہ صحیح ہوتا ہے۔ جذبۂ جہاد بھی تو کوئی چیز ہے۔ انگریز نے اب یہ جذبۂ جہاد مسلمانوں کے دلوں سے نکال دیا ہے۔ انگریز نے مرزا غلام احمد کو بناوٹی نبی اس لئے بنایا تھا کہ وہ لوگوں کو جہاد سے منع کرے۔ چنانچہ مرزا غلام احمد کہتا تھا۔

اے دوستو اب چھوڑ دو جہاد کا خیال
اب دین میں حرام ہے قتل اور قتال

مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ، شیخ الہندؒ کے شاگرد تھے :

یاد رکھو ہر زمانے میں اهلِ حق ہوتے ہیں اهلِ حق نے مرزا غلام احمد کا منہ توڑا حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری اہل حدیث تھے۔ مگر وہ شیخ الہند مولانا محمود الحسنؒ کے شاگرد تھے۔ مولانا ثناء اللہ نے خود ایک شعر میں کہا ہے۔ (جو مجھے اب یاد نہیں) کہ میں جب وہاں شیخ الہند کے درس میں سوال کرتا تھا تو طلبہ ناراض ہوتے تھے کہ اہل حدیث ہے۔ مگر شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ میرے تمام شکوک و شبہات کے جوابات دیکر میری تشفی فرماتے۔ وہ پنجاب میں فاتح قادیان کے نام سے مشہور ہے۔

انور شاہ کشمیریؒ اور امیر شریعت کی عظیم خدمات :

ہمارے علماء میں حضرت شاہ انور شاہ رحمۃ اللہ علیہ، حضرت سید عطاء اللہ شاہ بخاری نے اس بناوٹی اور مصنوعی نبی کا خوب مقابلہ کیا۔ اگر دیوبندی علماء مقابلہ میں نہ آتے تو آج یہ سارے پنجاب والے اس کذاب نبی کی امت بن جاتے۔ قادیانیت کا یہ فتنہ انگریزی سامراج کا خود ساختہ فتنہ تھا۔ بہر حال سورۃ العصر چھوٹی سی سورت ہے۔ مگر

مطالب ومقاصد کے اعتبار سے ایک عظیم سورت ہے. گویا سمندر کو کوزہ کے اندر سمو دیا ہے۔

تمام اقوام سابقہ نے ان اصول کی وجہ سے کامیابیاں حاصل کی ہیں. اسی طرح مسلمان قوم بھی ان اصول کو پیش نظر رکھکر ترقی وکامیابی سے ہمکنار ہو سکتی ہیں **صدق اللہ مولانا العظیم وصدق رسولہ النبی الکریم ونحن علی ذلک من الشاھدین والشاکرین.** (ایک طالب علم نے درس کے اختتام کے بعد حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تو ان چار اصول کو اپنایا ایمان وعمل صالح تبلیغ دعوت اور صبر واستقامت سب اصول اپنائے مگر پھر بھی وہ دشمن کے سامنے مغلوب ہوا تو حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا کہ اس نے مشورہ پر عمل نہیں کیا. نبی کریم ﷺ ہمیشہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مشورہ لیتے تھے. حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اکثر صحابہ کرام نے منع فرمایا کہ آپ کوفہ نہ جائیں اہل کوفہ فاسق ﴿وشاورھم فی الامر﴾ نہیں مگر اس نے صحابہ کرام کے مشورے پر عمل نہیں کیا اسی وجہ سے مغلوب ہوا۔

اسی طرح جب اس کو حضرت عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کی اطلاع ملی تو بعض ساتھیوں نے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو واپس ہونے کا مشورہ دیا مگر عقیلؓ کے ورثہ نے کہا کہ کیسے واپس جائیں ہمارے بھائی عقیل کو قتل کیا گیا اب ہمیں لڑنا ہی ہے. تو عقیل کی شہادت کے باوجود حضرت حسینؓ نے اہل کوفہ پر اعتماد کیا. جبکہ اہل کوفہ نے ابتداء سے آخر تک غدر سے کام لیا. حضرت سید عطاء اللہ شاہ بخاری لاہور کو کوفہ کہتے ہیں۔ شیر علی شاہ)

﴿سورۃ فاتحہ﴾

أعوذ باللہ من الشیطن الرجیم.

بسم اللہ الرحمن الرحیم.

﴿الحمدللہ رب العالمین • الرحمن الرحیم • ملک

یوم الدین • ایاک نعبد وایاک نستعین • اھدنا الصراط المستقیم • صراط الذین أنعمت علیھم غیر المغضوب علیھم ولا الضالین •﴾

اس سورت کا عنوان عام اور موضوع وخلاصہ: ''یہ سورت قرآن حکیم کے سارے مضامین کا اجمالی نقشہ اور فہرست ہے یعنی توحید، رسالت، قیامت، مقبولین بارگاہ الٰہی اور مردودین کا اس میں اجمالاً ذکر ہے۔

توحید کا ماخذ: پہلی اور دوسری آیت ہے۔

رسالت کا ماخذ: آیت نمبر چھ۔

قیامت کا ماخذ: تیسری آیت۔

مقبولین کا ماخذ: آیت چھ۔

مردودین کا ماخذ: آیت سات۔

سورۃ فاتحہ کے کئی نام:

سورۃ فاتحہ کے کئی نام ہیں اس سورت کو:

۱)۔ فاتحۃ الکتاب بھی کہتے ہیں. کیونکہ قرآن مجید کی افتتاح اس سے ہوتی ہے۔

۲)۔ سورۃ الحمد بھی کہتے ہیں کیونکہ اس کا آغاز الحمد سے ہوتا ہے۔

۳)۔ سورۃ أم الکتاب بھی کہتے ہیں آپ نے اصول الشاشی پڑھی ہے. ام کل شیء اصلہ. (اللہ تعالیٰ مجھ کو بھی توفیق عطا فرماوے). سورۃ فاتحہ تیس پاروں کا خلاصہ ہے تمام قرآنی مضامین اس سورت میں اجمالاً موجود ہیں. اس لئے اس کو ام الکتاب اور ام القرآن کے نام سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔

۴)۔ اس کو سبع المثانی بھی کہتے ہیں. کیونکہ اس کو نماز کی ہر رکعت میں دوہراتے ہیں، اور اس کی آیتیں سات ہیں. اور بعض نے کہا کہ اس سورت کا نزول دو مرتبہ ہوا ہے۔

نزلت مرتين مرة فی مكة المكرمة ومرة أخری فی المدينة المنورة.

۵)۔اس کو الوافیہ بھی کہتے ہیں. اس لئے ہر رکعت میں پوری پڑھی جاتی ہے۔

۶)۔اور الکافیہ بھی کہتے ہیں. کیونکہ تمام مضامین قرآنیہ پر مشتمل ہے۔

۷)۔سورۃ الکنز بھی اس کا ایک نام ہے. نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے. کہ سورۃ فاتحہ عرش کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے۔

۸)۔اس کا ایک نام سورۃ الشفا بھی ہے. نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے. کہ سورۃ فاتحہ ماسوائے موت کے ہر مرض کا علاج ہے۔

۹)۔اس کو سورۃ الاساس بھی کہتے ہیں. اساس کے معنی ہیں بنیاد. تمام قرآنی مضامین کی بنیاد اس پر ہے. اس سورت میں تمام قرآنی علوم اجمالاً موجود ہیں. اور تمام قرآن اس سورت کیلئے تفصیل ہے۔

۱۰)۔اس کو سورۃ تعلیم المسئلۃ بھی کہتے ہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو تعلیم دی کہ جب مجھ سے مانگا کریں تو اس طریقہ سے مانگا کریں۔

غور کیجئے:۔عقائد کے لحاظ سے تین عقیدے بنیادی ہیں۔ :

۱)۔توحید۔ ۲)۔رسالت۔ ۳)۔مجازات (قیامت)۔

ان عقائد کے بعد تمام قرآن مجید میں غور و تدبر کیجئے تو آپ کو یہ پتا معلوم ہو جائیگا. کہ ہر مسلم کلمہ گو کو اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندوں کے نقش قدم پر چلنا اور مردودین کو بارگاہ الٰہی سے ہٹانا ہے۔ یہ سارے قرآنی تعلیمات کا نچوڑ ہے۔ اس کو پیش نظر رکھکر آپ سارے قرآن شریف کے مطالب و اغراض کو سمجھ سکتے ہیں۔ عقائد اور اعمال میں مقبولین کے نقش قدم پر چلنا اور مردودین سے ہٹنا. ان دو قسم کے لوگوں کے قصے اور تذکرے آپ کو قرآن مجید میں تفصیل کے ساتھ آئیں گے. یہ ساری چیز سورۃ فاتحہ میں

ہے. اب میں دوسرے الفاظ میں کہتا ہوں. "انسان کے عقائد اور اعمال کو درست کرنا" سارے تعلیمات کا خلاصہ ہے. عقائد سے مراد توحید, رسالت, مجازات ہے اور اعمال سے مراد یہ ہے. کہ مقبولین کا نمونہ سامنے رکھکر اسپر چلنا چلانا اور مردودین کا نمونہ سامنے رکھ کر اس سے بچنا اور ہٹانا, عقائد صحیحہ کو اپنانا اور باطلہ کو دور کرنا. اس اجمال کی تفصیل آپ کو سارے قرآن میں آئیگی. کبھی اللہ والوں کے حالات کبھی کافروں کے حالات, کبھی نوح علیہ الصلاۃ والسلام کی قوم کے واقعات اور ان کی تباہی کا ذکر کبھی عاد و ثمود کی ہلاکتیں کبھی صالح و شعیب اور موسیٰ علیہم الصلاۃ والسلام کی امتوں کا تذکرہ.

توحید سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ذات و صفات میں کسی کو شریک نہ کیا جائے. وہ وحدہ لاشریک ہے. بریلوی اللہ تعالیٰ کے صفات کو نبی کریم ﷺ کو ثابت کرتے ہیں. بریلوی نعت خوان کہتے ہیں.

درود و سلام است بے انتہا : کہ ظاہر بشر بود باطن خدا

حضور ﷺ نے پہلے فرمایا تھا. ﴿لتتبعن سنن من کان قبلکم شبرا بشبر وذراعا بذراع﴾ یہود و نصاریٰ بھی اپنے پیغمبروں کو خدائی صفات ثابت کرتے تھے وہ کہتے تھے۔ ﴿إن الله هو المسيح ابن مريم﴾ (سورۃ المائدۃ آیت:۱۷) ﴿وقالت النصاری المسيح ابن الله﴾ (سورۃ التوبۃ آیت:۳۰) ﴿وقالت اليهود عزير ابن الله﴾ (سورۃ التوبۃ آیت:۳۰)

میں جب لوگوں کو توحید سمجھاتا ہوں اور ان کو شرکی عقیدوں سے منع کرتا ہوں تو لوگ کہتے ہیں شاباش وہابی مولوی صاحب ان بریلیوں کا دوسرا نعت خوان کہتا تھا.

شریعت کا ڈر ہے نہیں صاف کہدوں : خدا خود رسول خدا بن کے آیا

اب اس میں رہا کیا نعت خواں شریعت سے کیسے ڈرے وہ تو اس کہنے پر کافر ہو گیا پھر شریعت کا اسے کیا خوف.

قرآنی تعلیمات جس سینہ میں نہ ہوں :

میں صاف کہا کرتا ہوں: ارے مولویو! تم نے قرآن مجید نہیں پڑھا، اگر پڑھتے تو لوگوں کی اصلاح کرتے اور شاعروں کی ان بیہودہ گوئیوں پر ہمت افزائی نہ کرتے نمک کھانے میں نہ ہو تو کھانا امیروں کا ہو یا غریبوں کا وہ کھانا بے لطف ہوتا ہے۔ اسی طرح قرآن پاک کے تعلیمات سینوں میں نہ ہو تو وہ سینے بے لطف ہوتے ہیں، وہ بے نور ہوتے ہیں۔ میں کہا کرتا ہوں کہ پنجاب بدترین خطہ ہے۔ جھوٹے نبی یہاں پیدا ہوتے ہیں۔ منکرین حدیث یہاں پیدا ہوتے ہیں شرک و بدعات کے مراکز یہاں پائے جاتے ہیں۔ شکر ہے کہ میں یو۔ پی کا نہیں ہوں پنجابی ہوں۔ ضلع گوجرانوالہ کے ایک قصبہ میں ولادت ہوئی۔ ان کی پنجابی سمجھتا ہوں ان کا ایک نعت خوان کہتا ہے :

اللہ کے پلے میں وحدت کے سوا کیا ہے
جو کچھ مجھے ملنا ہے لے لوں گا محمد سے

دوسرا کہتا ہے :

خدا جس کو پکڑے محمد چھڑائے
محمد کا پکڑا کوئی چھڑا نہیں سکتا

مولانا سندھیؒ کی آغوشِ تربیت :

یہ شرک اور کفر نہیں تو کیا ہے۔ بہر حال میں کہہ رہا تھا: کہ توحید، رسالت، مجازات، مقبولین کے نقشِ قدم پر چلنا اور مردودین سے بچنا تمام قرآنی مضامین کا خلاصہ ہے۔ یہ چیزیں حضرت مولانا عبید اللہ سندھیؒ کے آغوشِ تربیت میں رہ کر سیکھی ہیں۔ حضرت سندھیؒ نے دہلی میں نظارۃ المعارف کی بنیاد رکھی۔

ابوالکلام آزادؒ کا دارالرشاد :

اور مولانا ابوالکلام آزاد نے کلکتہ میں دارالرشاد جاری کیا تو مولانا ابوالکلام آزادؒ

چھ مہینے میں سورۃ فاتحہ پڑھاتے تھے اور مولانا عبید اللہ سندھیؒ چھ مہینے میں تمام قرآن مجید پڑھاتے تھے لیکن جو جذبات حضرت سندھیؒ کے تلامذہ میں نمایاں ہوتے تھے، وہ آزاد کے تلامذہ میں نظر نہیں آتے تھے۔ اسی زمانہ میں قصور کا ایک مولوی آزاد سے پڑھ کر آیا تو اس نے خود اعتراف کیا کہ جو اثر آزاد کی صحبت میں مہینوں میں پیدا ہوتا ہے، وہ اثر مولانا سندھیؒ کے ہاں چند منٹوں میں پیدا ہوتا ہے۔

مولانا سندھیؒ حکیم ساز تھے :

مولانا سندھی کو انگریز لوگ حکیم ساز مولوی کہتے تھے اب دیکھئے میں حوالہ دیتا ہوں۔ ﴿ الحمد للہ رب العالمین ﴾ میں توحید کا مضمون ہے اور ﴿ مالک الیوم الدین ﴾ میں مجازات اور ﴿ اھدنا الصرط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم ﴾ میں رسالت کا ذکر ہے۔ کیونکہ منعم علیہ میں انبیاء کرام علیہم الصلاۃ والسلام بھی شامل ہیں۔ جو سورۃ نساء کی آیت میں موجود ہے۔ ﴿ ومن یطع اللہ والرسول فاولئک مع الذین انعم اللہ علیھم من النبیین والصدیقین والشھداء والصلحین وحسن اولئک رفیقا ﴾ (سورۃ النساء آیت:۶۹) تو گویا سورت فاتحہ میں یہ تینوں مضامین موجود ہیں۔ ﴿ صراط الذین انعمت علیھم ﴾ میں مقبولین اور مردودین کی تفصیل آگے تمیں پاروں میں جا بجا آئیگی۔

فاتحہ میں تمام قرآن کا اجمال :

جس طرح پیپل کا بڑا درخت اپنے معمولی بیج کے اندر اجمالاً موجود ہے اسی طرح تمام قرآنی مضامین اجمالاً سورۃ فاتحہ میں موجود ہیں۔ ان عقائد اور اس نظام الاوقات (پروگرام) کے مطابق اگر کوئی چلے تو اسے کامیابی حاصل ہوگی۔ اس کو نجات کا تمغہ ملے گا۔ من کان کذلک فھو ناج فی الآخرۃ. ای: من کان متبعاً

لهذه الأصول التي ذكرت في سورة الفاتحة إجمالا فهو مؤمن تاج کا سنداسے ملےگا۔

تفصیل اور ربط آیات ملاحظہ کیجئے۔ ﴿ الحمدللہ رب العلمین ﴾ سب تعریف اللہ تعالیٰ ہی کیلئے ہے۔ ہر چیز جو قابل ستائش ہے وہ دراصل اللہ تعالیٰ کے حسن وجمال کا مظہر ہے۔ تمام کائنات میں جو حسن وخوبی ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ ہی نے پیدا فرمائی ہے۔ خواہ وہ حسن ذات میں ہو یا عرض میں۔ ہر وہ چیز جو قابل تحسین ہے۔ وہ خلاق اعلیم کے قدرت کاملہ کا مظہر ہے۔ ان تمام محاسن وکمالات کا منبع رب العالمین جل جلالہ کا ذات ہے۔ کہ اس نے ان میں یہ حسن ڈالا۔ تو مستحق تعریف بھی اللہ تعالیٰ ہی ہوا۔ صانع قابل حمد ہونا چاہیے نہ کہ مصنوع۔ سارا نظام جہان خواہ علوی ہو یا سفلی اس میں جو چیز تعریف وتوصیف کے قابل ہے وہ سب اللہ تعالیٰ کے حمد کے مظاہر ہیں۔ سورج کو یہ روشنی اللہ تعالیٰ نے بخشی ہے۔ چاند اور ستاروں کو روشنی اللہ تعالیٰ نے بخشی ہے۔

حمد را با تو نسبتے است درست : بر در ہر کہ رفت بر در تست

رب العالمین ان تمام مخلوقات ومصنوعات کا مربی ہے۔ عالمین عالم کی جمع ہے۔ عالم ماسوی اللہ کو کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے سوا یہ تمام مخلوقات عالم ہے۔ پھر اس میں کئی اقسام ہیں۔ انسانوں کا جدا عالم، جنات کا جدا عالم، ملائک کا جدا عالم اس لئے عالمین جمع کا صیغہ ذکر ہوا۔

رب العالمین: اللہ تعالیٰ ہی تربیت کرنے والا ہے۔ وہی حاجت روا اور مشکل کشا ہے۔ کائنات کا حسن اس کے حسن کا جلوہ ہے۔ کائنات میں حسن اس نے تقسیم فرمایا۔ مخلوقات کا حسن ذاتی نہیں۔ بلکہ عطائی ہے۔ جب مصنوعات اس نے پیدا کئے اور ان میں حسن اس نے ڈالا تو تربیت بھی وہی فرمائیگا۔ ہر چیز کے مناسب تربیت فرماتا ہے۔ نباتات کی ٹانگیں نہیں کہ وہ پانی پینے کیلئے کسی دریا یا تالاب کو جا کر پانی پئیں۔ بادل لا کر ان پر

برساتا ہے۔

نظر ہے ابر کرم پر درخت صحرا ہوں
خدا نے مجھکو جو محتاج باغبان نہ کیا

حیوانات کو پاؤں دیئے ہیں وہ پانی کے تلاش میں کئی میل چلا جاتا ہے۔ سنا ہے کہ ہرنی رات کو پانی کی تلاش میں بیس بیس میل تک چلی جاتی ہے۔

حجۃ اللہ البالغہ کا پڑھنا ضروری :

(حضرت شیخ التفسیر مولانا لاہوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے دوران درس فرمایا کہ: حجۃ اللہ البالغہ طلبہ کے لئے ضروری ہے کہ پڑھیں اور فرمایا. وليس اليوم أحد من العلماء في الفنجاب أن يدرسها ﴿ إنا لله وإنا إليه راجعون ﴾ وأما صاحب العلوم الظاهرية والباطنية يستطيع أن يدرسها لأن في هذا الكتاب القيم فلسفة الشريعة وهكذا كتاب "الخير الكثير" من مؤلفات الشاه ولي الله كتاب مغلق وإني لا أستطيع أن أدرسها و كان الشاه محمد أنورشاه و الشيخ عبيدالله السندهي وشيخ الإسلام مولانا السيد حسين أحمد المدني يقتدرون على تدريسه، ذهبت يوماً إلى الشاه أنورشاه رحمه الله فالتمست منه أن يدرسني الخير الكثير فقال لي: إني لست أهلاً لذلك، وإذا أردت أن أدرسك فعلى الرأس والعين، و كان الشاه أنورشاه شيخ الحديث في دار العلوم ديوبند و كان عنده فراغ في شهر شعبان ورمضان وأما الشيخ المدني فكان دائماً في الحل والترحال. يجول في البلاد للمواعظ و التقارير ويذهب في أيام الإجازة إلى سلهت والمدن البنغالية ومعي نسخة من الخير الكثير وسأريكم إن وجدتها. وقد قسمتُ جميع كتبي في أبنائي الثلاثة)

۸رمضان المبارک۱۳۷۸ھ

يوم الأربعاء:

مولانا لاہوریؒ کا عربی میں درس :

اليوم ابتدء الشيخ الموقر حفظه الله تعالى ورعاه درسه بالنصائح. فقال: يجب على الطلبة أن يوقروا أساتذتهم ويجعلوا الأدب شعارهم ودثارهم، وكنت دائماً أنصح أبنائى الثلاثة لما كانوا يتعلمون فى دار العلوم ديوبند. أن يؤدبوا ويحترموا مشائخهم ويتوجهوا ليلاً ونهاراً إلى دروسهم وأن يتجنبوا من التحزب (پارٹی بازی) لأن فى دار العلوم ديوبند كانت الأحزاب. فالطلبة الأفغانيون كانوا مع الفنجابين وطلاب بنغلاديش كانوا مع البرماويين وهكذا، وقد تخرج ابنى الأكبر حبيب الله وهكذا ابنى المتوسط عبيدالله من جامعة ديوبند والأصغر حميدالله تخرج من الجامعة الأشرفية لاهور للمفتى محمد حسن مدظله، فيا أيها الفضلاء! عليكم توقير جميع المشائخ، والأساتذة، لأن الدين كله أدب، إنى جرّبت الأدب فوجدته مفتاح البركات والكمالات، ورأيت الطلاب الذين كانوا يُسيئون الأدب خابوا وخسروا، لقد تحصلوا العلوم ولكن ماانتفعوا بها، ابنى الأكبر مولوى حبيب الله كان يخدم الأساتذة ويوقرهم ففاز فى العلوم، وقد شرفه الله تعالىٰ بالسكنى فى المدينة المنورة، وهو يدرس من عشر سنوات فى المسجد النبوى الشريف، وأحيانا يذهب إلى مكة المكرمة

فيدرس فى المسجد الحرام، وقد كنت أنصح أبنائي، إذا وجدتم الفرصة فاغتنموا خدمة الشيخ المدني وخدمة ميان أصغر حسين شاه، لأنهما من أولياء الله تعالىٰ وكان ميان أصغر حسين شاه يحب حبيب الله فيأمره بشراء المواد الغذائية له من السوق، وقبل توزيع القارة الهندية بين الهند و باكستان جاء شيخ الإسلام مولانا سيد حسين أحمد المدني للاشتراك فى مؤتمر جميعة علماء إسلام المنعقد فى مدينة ملتان، وقد اجتمع عدد كبير من فضلاء ديوبند من الشباب وكانوا يؤدون حق المندوبية، ويتكلمون أمام الشيخ السيدحسين أحمد المدني وكنت جالساً فى ناحية المجلس بكل أدب واحترام وكنت افكر فى شان هؤلاء الشباب حيث لم يحترموا الشيخ المدنى وكان الواجب عليهم أن لا يتلفظوا بكلمة واحدة أمام هذا الشيخ الجليل، ولما أراد الشيخ المدنى القيام من مجلسه فقال: أين مولانا أحمدعلي؟ فقلت: لبيک أنا حاضر فقال لي: اجلس موضع جلوسي. وقد أرسل الشيخ المدني رسالة في جواب رسالتى وقد طبعتهما وقد ادخرت رسالة الشيخ المدنى وستنفعنى يوم القيمة إن شاء الله تعالىٰ، وأهل المعرفة يعرفون هذه الأمور، وإنى أصرح دائماً بأنه لا يوجد نظير للشيخ المدنى، وقد تذكرت الآن واقعة المدنى قد قدم الضيوف إلى شيخ الهند محمود الحسن رحمه الله تعالىٰ وأقاموا فى دار ضيافته. فكان يأتى رجل ليلاً ويغسل بيت الخلاء فتحيّر الضيوف. فجلس رجل فى ناحية البيت يراقب ذلک الرجل الذى يأتى ليلاً لغسل بيت الخلاء، فلما جاء ذلک الرجل فسأله من أنت. فسكت ذلک الرجل، فجاء إليه قريباً فعرفه

بـأنـه الشيخ المدني، فـأكـد الشيخ المدنيّ على هذا المراقب أن لا يفشي هذ السّر، فـإن هـؤلاء ضيوف شيخي وعلّي احترامهم، كـان الشيخ المدني جامعاً للصفات والمناقب، وقـد منّ الله علّي وشرفني بـالـرحـلة إلى الكعبة المشرفة ثماني مرات، خمس مرات للحج، وثـلـث مـرات للعمرة وقـد شاهدت عـدداً كبيرا من الأولياء والأتقياء والمشائخ الربانين ولكن لم أر مثل الشيخ المدني احداً.

وكـنـت احترم شيخي وأستاذي سمـاحـة الشيخ مـولانا عبيدالـلّه السنـدهي وكنت مـدرساً فكنت أخدم شيخي كل خدمة فـاطبخ لـه الإدام وأطبخ لـه الدجاج إذا قـدم عنده ضيوف وكـنت أحـمل القِربة وقت المغرب فأملأ له القِلال والجرات، كنت مدرسا. وطبّاخـاً. وسقّاءً. وكـان الشيخ السـندهي شفوقا علّي، وقـد رزقني اللّه تعالىٰ هذه الخدمات الفسرية الجليلة بدعوات شيخي ولم يقم أحـد مـن تلامذته بخدمـة القرآن الكريم. وقـد شكـت جـلّتي إلى الشيخ السـندهي في شاني وكـان الشيخ السـندهي ذا حـدة وغضب فضربني بـنـعله أربع أو خمس ضربات وكنت سـاكتاً بكل الأدب، وذلك حينما كنت مديراً لمدرسة ومـدرساً فيها. فقال لي: أصـدقائي؛ عـلـيك أن تسـأل الشيخ ماسبب ضربه إياك فقلت لهم: اسكتوا. لابأس قـدضرب الوالد ولـده. فلما عـلـم الشيخ بما قلت. فدعا لي من أعـماق قلبه. ولـما جاء مولانا ميان أصغر حسين المحترم إلى لاهور فـجاء بابني عبيدالله انور مـعـه من ديوبند فـرأيته في اليوم الثاني وحيداً ليس مـعـه عبيـداللّه أنـور فقلت لـه: إذا أتيت بأنور للخدمـة فلِمَ لا تستخـدمـه وقلت لـه: إنّـك أحسنت إلّي. فقال إني أتيت بـه معي.

وقلت لأصحابي إن مولانا أحمدعلي يسّر بقدوم ابنه، فالمرء يصير كاملاً بالأدب، وأطلت اليوم بهذه النصائح لتدركوا سرّ الأدب وتوقيرا لمشائخ.

﴿ الـحـمـد للّٰه رب العالمين ۰ الرحمٰن الرحيم ﴾ : اللہ تعالیٰ کے صفات حمیدہ میں یہ دو صفتیں بیان کی گئی ہیں۔ یہ دونوں رحمت سے مشتق ہیں مگر مابہ الامتیاز دونوں میں یہ ہے۔

رحمٰن اور رحیم کی تشریح :

(واللّـه أعلم بمراده) کہ رحمٰن عمومی رحمتوں کا مظہر ہے اور رحیم خصوصی رحمتوں کا مظہر ہے۔ رحمتِ عمومی سب کو شامل ہے۔ مومن۔ کافر اور مشرک، موحد سب پر یکساں ہے۔ مثلاً رزق سب کو دیتا ہے۔ ﴿ ومـا مـن دابة في الأرض إلا على اللّـه رزقها ﴾ (سورۃ ھود آیت: ۶) ضروریاتِ زندگی سب کو مہیا فرماتا ہے۔ مطعومات. مشروبات. ملبوسات. مرکوبات. منکوحات. ادویہ. علاج وغیرہ سب کے لئے یکساں ہے۔ اولاد و دنیا بھی رحمتِ عمومی میں مندرج ہے۔

رحمتِ خصوصی صرف مومنوں کے ساتھ مختص ہے۔ یعنی ایمان اور مغفرت و بخشش صرف مومن بندوں کیلئے ہے اور اس رحمتِ خصوصی میں درجات ہیں۔

منعم علیہم چار ہیں :

﴿ ومـن يطع اللّـه والرسول فأولئک مع الذين انعم اللّه عـليهم من النبيّن والصّديقين والشهداء والصّلحين وحسن أولئک رفيقا ﴾ (سورۃ النساء آیت: ۶۹) منعم علیہ (جن پر اللہ تعالیٰ نے نعمتیں نازل کی ہیں) چار ہیں۔ انبیاء کرام علیہم الصلاۃ والسلام، صدیقین عظام، شہداء اور صالحین۔ درجہ نبوت کا ملنا خصوصی نعمت ہے۔ صدیقیت کا درجہ بھی بہت بڑا درجہ ہے۔ شہادت پر فائز ہونا فضل

الٰہی سے ہوتا ہے اور انبیاء، صدیقین شہداء اور صالحین کی معیت بھی نعمت خصوصی ہے۔

عمومی رحمتوں کا تعلق جسم کے ساتھ :

عمومی رحمتوں کا تعلق جسم کے ساتھ ہے. کھانا، پینا، آنکھ، ناک، زبان وغیرہ اور خصوصی رحمتوں کا تعلق روح کے ساتھ ہے جیسے ایمان کا محل قلب ہے۔ ﴿ قالت الأعراب آمنا قل لم تؤمنوا ولکن قولوا أسلمنا ولما يدخل الإيمان في قلوبكم ﴾ (سورۃ الحجرات آیت: ۱۴) دونوں رحمتوں کا منبع ذات باری تعالیٰ ہے. صرف حیثیات کا فرق ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ کے ننانوے صفات باعتبار ذات کے متحد ہیں اور ان میں فرق اعتباری ہے. جیسے باپ کی رحمت اور ماں کی رحمت میں اعتباری فرق ہے. باپ کی محبت کلی ہے وہ چاہتا ہے کہ بچے کا مستقبل درخشندہ ہو بچے کو پڑھنے میں اگرچہ تکلیف کا سامنا ہے. مگر پڑھکر عالم و فاضل بنیگا تو معزز و مکرم ہوگا. والدہ کی شفقت و رحمت جزئی ہے. وہ چاہتی ہے کہ بچے کو کوئی تکلیف نہ پہنچے اچھا کھائے پیئے، آرام کرے. والدہ کو مستقبل کا فکر نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کے یہ تین صفات: ربوبیت، رحمانیت، رحیمیت دنیا میں موجود ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی چوتھی صفت. ﴿ مالک یوم الدین ﴾ آخرت میں نمودار ہوگی. یعنی اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت دونوں میں مربّی ہے. اور والدین صرف دنیا میں مربّی ہوتے ہیں. یعنی اس دنیا میں بھی اللہ تعالیٰ کے صفات کا ظہور ہے اور عالم آخرت میں بھی اللہ تعالیٰ کے صفات کا ظہور ہوگا۔

دنیا بھی صفات خداوندی کا مظہر آخرت بھی. آخرت میں جب اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہوگا...... ﴿ لمن الملک الیوم ﴾ (سورۃ غافر آیت: ۱۶) آج کس کی شاہنشاہی ہے تو سب کے سب مشرک اور مؤمن جواب دیں گے ...... ﴿ للہ الواحد القهار ﴾ (نفس المرجع) تو ان صفات باری تعالیٰ کے ذکر سے توحید آگئی. کہ دنیا میں بھی

فقط اسی کا ظہور ہوگا اور آخرت میں اسی کا ظہور ہوگا. دو عالم ہے. عالم دنیا اور عالم آخرت. ہر ایک اللہ تعالیٰ کی صفات کا مظہر ہے. جب دنیا میں بھی اسی کی صفات کا ظہور ہے اور آخرت میں بھی نجات اسی کے رحم و کرم پر موقوف ہے. تو ہمیں فقط اسی وحدہ لا شریک کی عبادت کرنی چاہیے .... "الإنسان عبد الإحسان "جب ہم مان چکے کہ دنیا و آخرت دونوں اسی کے صفات کے مظہر ہیں. تو اب نتیجہ یہی نکلے گا۔" لا رب إلا هو ولا رحمٰن إلا هو ولا رحيم إلا هو ولا مالک ليوم الدين إلا هو" تو قاعدہ ہے. کہ جس کا کھایئے اس کا گایئے. اب ایاک نعبد کا ترتب سابقہ آیات پر درست ہوا. یعنی وہ تمام عمومی اور خصوصی حاجات کا پورا فرمانے والا ہے۔

اللہ تعالیٰ سے براہ راست مانگو :

سب سب کچھ اللہ تعالیٰ ہی کا ہے. تو ہم بھی اسی کے ہیں. اور آئندہ بھی اگر کسی چیز کی ضرورت پڑیگی تو اسی سے مانگیں گے. جب ایک شخص کا تعلق براہ راست کسی بادشاہ کے ساتھ استوار ہو جائے. پس وہ کسی وزیر کے سامنے دست سوال نہیں کریگا. بلکہ بالذات وہ بادشاہ سے طلب کریگا. تو جب بندے کا تعلق رب العالمین جل جلالہ کے ساتھ براہ راست ہے تو پھر اوروں سے کیا مانگنا۔

اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿ ادعونی أستجب لکم ﴾ مجھ سے براہ راست مانگا کرو. میں تمہیں دیتا رہونگا. اب بندے نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخاطبہ شروع کیا۔

﴿ إياک نعبد ﴾: ہم تیرے ہی بندے ہیں اور تیرے ہی عبادت کریں گے۔

﴿ وإياک نستعین ﴾: اور تجھ ہی سے مانگیں گے فقط تیرا دروازہ رحمت کھٹکھٹائینگے. ہم نے جب اپنے جذبہ فطرت کے ماتحت ﴿ إياک نعبد وإياک نستعین ﴾ کا اقرار کیا تو اب رہنمائی بھی اسی سے طلب کرنی چاہیے. کیونکہ ایک انسان دوسرے انسان کے مافی الضمیر کو نہیں جانتا پھر اللہ تعالیٰ کے مرضیات کو کیسے پہچان سکتا

ہے۔ جب تک کہ اللہ تعالیٰ خود اپنی مرضیات نہ بتائے تو اس کے راضی کرنیکا طریقہ اسی سے پوچھنا چاہیئے۔

﴿اھدنا الصرٰط المستقیم﴾ : اے ہمارے رب ہمیں بتادے کہ تو کن کن کاموں سے راضی ہوتا ہے۔ ہمیں عبادات اور طاعات کی تفصیل تو ہی بتادے وہ سیدھا راستہ جو ہمیں تیرے دروازہ تک پہنچائے جس میں کجی نہ ہو۔ (آگے چلئے) انسان کی فطرت ہے کہ جب تک اس کو نمونہ نہ بتلایا جائے تو وہ عمل نہیں کرسکتا۔ اے پروردگار ہمیں اپنے محبوب بندوں کا نمونہ بتا، تاکہ ان کے نقش قدم پر چل کر آپ کی مرضیات کے مطابق عبادت کرسکیں۔

﴿صراط اللذین انعمت علیھم﴾ : ان مقبولین کا راستہ جن پر تیرا انعام ہو چکا ہے۔ ہمیں بھی ان کا راستہ بتا۔ ﴿انعمت علیھم﴾ سے انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین مراد ہیں۔ القرآن یفسر بعضہ بعضا۔

تفسیر القرآن بالقرآن :

قرآن مجید میں اگر ایک جگہ اجمال ہے تو دوسری جگہ اس کی تفصیل ہوتی ہے۔ اس کو تفسیر القرآن بالقرآن کہتے ہیں اور یہ سب سے عمدہ تفسیر ہوتی ہے۔ جبکہ خود اللہ تعالیٰ ایک مجمل امر کی تشریح فرمائے۔ تصنیف را مصنف نیکو کند بیان۔

تفسیر القرآن بالحدیث :

ایک تفسیر القرآن بالحدیث ہے۔ کہ حدیث کسی مجمل امر کی وضاحت فرمادے۔ یہ تفسیر کا دوسرا درجہ ہے۔

تفسیر باقوال الصحابہؓ :

ایک تفسیر القرآن باقوال الصحابۃ۔ کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنھم

اجمعین کسی آیت کا تفسیر فرمادیں۔ یہ تیسرے درجے کی تفسیر ہے۔ تو یہاں انعمت علیھم کی تفسیر سورۂ نساء میں ذکر ہے۔ ﴿ومن یطع اللہ والرسول فاولئک مع اللذین انعم اللہ علیھم من النبیین والصدیقین والشھداء والصالحین وحسن اولئک رفیقا﴾ (سورۃ النساء آیت ۶۹) ہمیں اپنے مقبولین کا راستہ بتا جو تیرے محبوب ہیں ان کا نمونہ بھی بتا۔ کیونکہ راستے میں خطرناک دشمن ہے۔ اس نے بھی ﴿فبعزتک لاغوینھم اجمعین﴾ (سورۃ البقرۃ آیت:۶۱) کی قسم کھائی ہے۔ (اب دبا آگیا ہوگا خیال میں)۔

﴿انعمت علیھم﴾ : جو تجھیں راضی کر چکے ہیں۔ ہمیں ان کا راستہ بتا۔

﴿غیر المغضوب علیھم﴾ : جو تجھے ناراض کر چکے ہیں ہمیں ان سے بچا۔ مقبولین بارگاہ کا راستہ بتا، اور مردودین سے بچا۔ مغضوب علیھم : سے مراد بطور مثال یہود ہیں۔ جو اصلاح کے قابل نہیں رہے۔ بنو نظیر، بنو قریظہ، بنو قینقاع ان کے متعلق دوسری جگہ ارشاد ہے۔ ﴿وضربت علیھم الذلۃ والمسکنۃ وباء و بغضب من اللہ ذلک بانھم کانوا یکفرون بایٰت اللہ ویقتلون النبیین بغیر الحق ذلک بما عصوا و کانوا یعتدون﴾ (۳)۔

نجران کے عیسائیوں کا مناظرہ :

﴿والضالین﴾ : سے بطور مثال نصاریٰ مراد ہیں۔ نجران سے عیسائیوں کا ایک وفد مناظرہ کیلئے مدینہ منورہ حاضر ہوا اور نبی کریم ﷺ کے ساتھ حضرت عیسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کے بارے میں مناظرہ شروع کیا وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا مانتے تھے۔ ان میں ان کا بڑا پادری ابوحارثہ بن علقمہ تھا۔ مناظرہ میں قیل ہوئے تو نبی کریم ﷺ نے بحکم خداوندی ان کے ساتھ مباہلہ کرنیکا اعلان کیا۔ کہ دونوں فریق ایک میدان میں اپنے تمام افراد و خاندان کے ساتھ حاضر ہوں اور خوب تضرع، اخلاص کے ساتھ دعا

کریں کہ ہم میں جو بھی جھوٹا ہے اللہ تعالیٰ اس پر اپنی لعنت اور عذاب نازل فرماوے۔ خود بخود پتہ چل جائے گا۔ کہ کون حق پر ہے اور کون باطل پر نصاریٰ نے باہمی مشورہ کے بعد مباہلہ سے انکار کیا اور بھاگ گئے۔ چونکہ نبی کریم ﷺ کے دور میں یہ دو بڑے گمراہ فرقے تھے۔ اس لئے ان دونوں کو بطور مثال مردودین میں ذکر کیا گیا کہ اے ہمارے مولا مغضوبین اور ضالین سے بچا۔ اب آپ سارے قرآن مجید میں غور و تدبر فرمائیں۔ آپ کو تمام قرآن مجید میں سورۃ فاتحہ کے اجمال کی تفصیلات ملیں گی۔ اللہ تعالیٰ کی توحید کو اپنانا۔ منعم علیہ کے راستہ پر چلنا، چلانا۔ اور مردودین کے راستہ سے بچانا۔ اس لئے سورۃ فاتحہ کو ام القرآن کہا جاتا ہے۔ رسالت سے مراد ایسی رسالت نہیں جیسے بریلوی سمجھتے ہیں رسول خدا کو خدائی کا درجہ نہیں دینا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿ وانه لما قام عبد الله يدعوه كادوا يكونون عليه لبدا ﴾ (سورۃ الجن آیت:۱۹)

رسول اللہ ﷺ عبد اللہ ہے۔ اللہ نہیں۔ مضاف اور مضاف الیہ میں تغایر ضروری ہے۔

﴿ محمد رسول الله ﴾: محمد مصطفےٰ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ مرسِل (اسم فاعل) اور مرسَل (اسم مفعول) میں فرق ہے۔ ﴿ هو الذی ارسل رسوله بالهدى ودين الحق ليظهره على الدين كله ﴾ (سورۃ الفتح آیت:۲۸)

﴿ سبحن الذی اسری بعبده ﴾ (سورۃ الاسراء آیت:۱) ان آیات کریمہ اور اس قسم کے دیگر آیات سے رسالت کی پوزیشن صاف ہو جاتی ہے۔ قرآن مجید پڑھنے سے ایمان درست ہوتا ہے۔ عقیدہ صاف ہو جاتا ہے۔ بریلوی مولوی قرآن پاک نہ پڑھنے کی وجہ سے ان غلط عقیدوں کی لعنت میں مبتلا ہیں۔ عیسائی بھی تو عیسیٰ علیہ السلام کو ابن اللہ کہتے تھے۔ یہ غلط عقیدے قرآنی تعلیمات سے روگردانی کی سزا اور پھٹکار ہے۔

بریلوی مولوی کے غلط عقیدے :

دوران درس میں ایک طالب علم نے کہا کہ بریلوی نور کہتے ہیں تو حضرت نے

فرمایا کہ سورج چاند، ستارے نور نہیں ہیں۔ پھر ان میں اور نبی میں کیا فرق ہوا۔ میں کہا کرتا ہوں۔ "بين العلم والهداية عموم وخصوص مطلقا. اى: ليس كل عالم مهدى. بل بعض العلماء مهديون. الا إنّ شرّ الشرّ شر العلماء وخير الخير خير العلماء"۔ علماء کا شر متعدی ہوتا ہے۔ عالم جب گمراہ ہو جاتا ہے تو کئی اوروں کو بھی گمراہی کے گھاٹ اتار دیتا ہے۔ اور جاہل تو خود گمراہ ہوتا ہے۔ اگر عالم صحیح معنوں میں عالم بن جائے اور قرآن پاک اور سنت خیر الانام کی صحیح طور پر اشاعت کرے تو پھر کائنات کی ہر چیز اس عالم کیلئے دعا گو اور ثنا خوان ہوتی ہے۔ ﴿ حتى الحيتان فى جوف الماء ﴾ مچھلی دریاؤں میں ان کے لئے دعائیں مانگتی ہیں۔

عالم ربانی کی پہچان :

عالم ربانی وہ ہے جس کے دائیں ہاتھ میں قرآن مجید ہو اور بائیں ہاتھ میں سنت خیر الانام ہو۔ ہم فروع میں حنفی ہیں۔ ہم سب سے پہلے قرآن مجید سے لیتے ہیں۔ اگر اس میں نہ ملے تو پھر سنت خیر الانام کا دروازہ کھٹکھٹاتے ہیں۔ وہاں بھی نہ ملے تو پھر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے آثار ڈھونڈتے ہیں۔ وہاں بھی نہ ملے تو فقہاء کرام، ائمہ مجتہدین کے دروازے پر دستک دیتے ہیں۔ ع

گر فرق مراتب نہ کنی زندیقی

ایک مسئلہ قرآن مجید میں ہو تو پھر حدیث شریف کی طرف رجوع کی ضرورت نہیں۔ مثلاً فرضیت نماز و زکوٰۃ۔ اگر قرآن مجید میں نہ ہو تو پھر حدیث شریف کی طرف آنا ہوگا۔ جیسے تعداد رکعات اور مقادیر زکوٰۃ۔

مسائل میں معتمد علماء :

ایک طالب علم نے پوچھا کہ اگر فقہاء کے ہاں بھی نہ ملے تو حضرت نے فرمایا پھر مولانا خیر محمد صاحب، مفتی محمد حسن صاحب، مولانا عبد الحق صاحب اکوڑہ اور مفتی شفیع صاحب سے پوچھیں۔ تین قسم کے مجتہد ہیں۔ مجتہد مستقل و مطلق وہ تو ائمہ اربعہ ہیں۔ اور مجتہد

منتسب وہ امام ابو یوسفؒ اور محمد بن الحسنؒ ہیں۔ اور ایک مجتہد فی المذہب وہ ہدایہ کے مؤلف ہیں وہ مذاہب بتاتے ہیں۔

﴿سورۃ البقرہ﴾

سب سے پہلے ساری سورت کے مضامین کا خلاصہ ذکر کرتا ہوں۔

پارہ الم سارا اور سیقول السفہاء کے دو رکوع مناظرہ مع الیہود اس کے بعد پانچ باب آئیں گے۔

پہلا باب: ''تہذیب اخلاق''۔ اس کے ذریعہ افراد کی اصلاح ہوتی ہے۔

دوسرا باب: ''تدبیر منزل''۔ اس کے ذریعہ خاندان اور کنبے کی اصلاح ہوتی ہے۔

قرآن سیاست بھی سکھاتا ہے:

تیسرا باب: ''سیاست مدنیہ''۔ اس سے اقوام کی اصلاح ہوتی ہے۔ اس کے دو حصے ہیں ۱)۔ ''ملک گیری'' ایک ملک کو کیسے فتح کیا جائیگا ۲)۔ ملک داری، ایک ملک کے نظام کو کیسے چلایا جائیگا۔

چوتھا باب: ''ملک داری ہے''۔

پانچواں باب: ''خلافت کبریٰ''۔

یہ تقسیم حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے حجۃ اللہ البالغہ میں ہے۔ بات یہ ہے کہ دنیا کو جس ترقی کی ضرورت ہے۔ اس کو بھی قرآن سکھاتا ہے۔ اور آخرت کی زندگی جن چیزوں سے سنورتی ہے وہ بھی قرآن مجید سکھاتا ہے۔ نصاب تعلیم کی کتابوں سے یہ چیزیں سمجھ میں نہیں آتیں۔ میں نصاب تعلیم کا مخالف نہیں ہوں اپنے بیٹوں کو یہی نصاب پڑھایا ہے۔ میں اوپر لیجانا چاہتا ہوں قرآن پاک صرف تسبیح اور نماز نہیں سکھاتا بلکہ سیاست بھی سکھاتا ہے۔ قرآنی تعلیمات کو جاننے والے سیاست دان کبھی شکست نہیں

کھاتے اب لکھنے کہ باب کہاں سے کہاں تک ہیں۔

سورت کے پہلے اٹھارہ رکوع مناظرہ مع الیہود ہے۔

۱۹۔ انیسویں رکوع میں باب تہذیب الاخلاق۔

۲۰۔ بیسویں رکوع میں باب تدبیر منزل اس میں پانچ اقسام ہیں۔

پہلا قسم: کمانے کے اصول (کیسے کمایا جائے)۔

۲۱۔ اکیسویں رکوع میں: (دوسرا قسم) صرف کرنے کے اصول (کیسے خرچ کیا جائے)۔

۲۲۔ بائیسویں رکوع میں: نظام فوجداری نظام دیوانی (تیسرا اور چوتھا قسم)۔

۲۳۔ تئیسویں رکوع میں: اشاعت تعلیم (پانچواں قسم)۔

یہ پانچ مسئلے باب تدبیر منزل میں ہیں۔ اور اس کے تحت میں آئیگا قانون اصلاح معاملات (یہ بھی تئیسویں رکوع میں ہے)۔

۲۴۔ چوبیسویں رکوع میں: ملک گیری کا نظام۔

۲۵۔ پچیسویں رکوع میں: اقسام الحجاج۔

۲۶۔ چھبیسویں رکوع میں: تمہید قتال کے بعد اعادہ حکم قتال۔

۲۷۔ ستائیسویں رکوع میں: مسائل متفرقہ متعلقہ قتال۔

۲۸۔ اٹھائیسویں رکوع میں: افتتاح ملک داری۔

۲۹۔ انتیسویں رکوع میں: ملک داری۔

۳۰۔ تیسویں رکوع میں: ملک داری۔

۳۱۔ اکتیسویں رکوع میں: اختتام ملک گیری و ملک داری کے بعد اقدام عمل یعنی ابتداء کیسے ہوگی ملک گیری اور ملک داری کے بعد اقدام کیسے کیا جائیگا۔

مولانا لاہوریؒ کا نظامِ حکومت :

۳۲۔ بتیسویں رکوع میں : انتخاب امیر کے بعد خود امیر کا لوگوں سے امتحان لینا اور ضرورت خلافت۔ رعایا امیر منتخب کریں گے پھر امیر رعیت میں سے دیانتدار لوگوں کو حکومت کے مختلف کاموں پر مقرر کریگا۔

۳۳۔ تینتیسویں رکوع میں : فرائض خلیفہ۔

۳۴۔ چونتیسویں رکوع میں : واقعات مؤیدِ توحید کی نشر و اشاعت بھی خلیفہ کے ذمہ ہے۔

۳۵۔ پینتیسویں رکوع میں: فرائض معاونین خلافت اور انفاق مال کی چار شرطیں۔

۳۶۔ چھتیسویں رکوع میں: انفاق مال کی پانچویں شرط۔

۳۷۔ سینتیسویں رکوع میں: انفاق فی سبیل اللہ کی ضد یعنی سود خوری کی ممانعت۔

۳۸۔ اڑتیسویں رکوع میں: قانون دین۔

۳۹۔ انتالیسویں رکوع میں :شوریٰ خلافت کا تعلق مع اللہ۔

یہ ہے تمام سورت بقرہ کے خلاصے۔ جب تمام سورت کو تفصیلاً پڑھیں گے، تب شرح صدر ہوگا۔ اور تمام سورت کے محتویات اور مضامین سمجھ میں آئیں گے۔ یہ قرآن مجید کا زور ہے۔ قاضی اور حمد اللہ نہیں بولتا قرآن بولتا ہے اور اس قرآنی تعلیمات کی قوت سے میں ہمیشہ حکمرانوں سے کہتا رہتا ہوں کہ مجھے ہر ایک صوبے کا نظام ایک ہفتہ کیلئے دیا کریں۔ ایک ہفتہ لاہور کے لئے۔ ایک سرگودھا کے لئے۔ ایک گوجرانوالہ کے لئے۔ ایک پشاور کے لئے۔ ان شاء اللہ ہر ایک صوبے کا نظام ایک ہفتہ میں درست ہو جائیگا۔ حکومت ڈر جاتی ہے کہ مولوی ہم سے اقتدار چھینتے ہیں۔ ایک دفعہ میں نے جمعہ کی تقریر میں کہا کہ

مجھے لاہور کے اختیارات دیئے جائیں۔ مجھے ایک ہفتہ کیلئے لاہور کا گورنر بنادیا جائے میں ایک دن میں ٹی۔ بی۔ چکلہ دور کردونگا۔ وہاں پولیس تھانہ سے اعلان ہوگا کہ ایک گھنٹہ کے اندر اندر نکل جائیں۔ اگر شادی شدہ آدمی کو گرفتار کیا گیا جو اس چکلہ میں گھوم رہا ہو اسے بھاولے کتے کی طرح سنگسار کیا جائے۔ اور جو غیر شادی شدہ ہیں ان کو سو کوڑے لگائے جائیں۔ شاہ لندن تو لندن میں بیٹھا ہو اور لاہور سنٹرل جیل میں کسی کو پھانسی پر چڑھا سکتا ہے۔ قانون خداوندی کے مطابق اگر فیصلے ہوں تو اس میں کیا حرج ہے۔

دوسرا حکم یہ دونگا کہ ایک گھنٹہ کے اندر اندر سب شراب خانے بند کئے جائیں ان میں موجود تمام شراب کو بہا دیا جائے۔ سب برتنوں کو توڑ دیا جائے۔ تیسرا حکم کہ سب مسلمان بوڑھے نوجوان مرد و زن کپڑے پاک کریں۔ پانچوں وقت نماز باجماعت کا اہتمام کریں۔ جو بھی بڑا آفیسر ہیڈ کلرک وغیرہ نماز نہ پڑھے اس وقت اس کو ڈسچارج کر دیا جائے۔

دنیا کے اطراف و اکناف سے مبارکبادیوں کے ٹیلگرام موصول ہونگیں کہ مسلمانان پاکستان تم کو مبارک ہو۔ پاکستان جس غرض کیلئے بنا تھا وہ تم نے پورا کر کے دکھایا۔ تیسرے دن لاہور کے ڈی سی صاحب اور سپرنٹنڈنٹ پولیس آئے۔ اور کہا کہ مولوی صاحب دستخط کرلو کہ آئندہ آپ سیاست پر نہیں بولینگے۔ میں نے کہا کہ میں تو قرآنی تعلیمات کی روشنی میں بولتا ہوں۔ میں تو مذہب اسلام کا خادم ہوں قرآن مجید سے کہہ رہا ہوں۔ میرے نزدیک حکومت کے خلاف ایجیٹیشن مناسب نہیں۔ ہم حکومت کے خیر خواہ ہیں۔ ہم پاکستان کو مضبوط دیکھنا چاہتے ہیں۔ ہم یہ کوشش کر رہے ہیں کہ ایک دن یہاں اسلامی نظام قائم ہو جائے۔ جس سے پاکستان مضبوط ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کی رحمتیں نازل ہونگیں۔ چوری، ڈاکہ، قتل و غارت رشوتوں کی یہ لعنتیں ختم ہو جائینگی۔ یہاں اخلاقی، معاشرتی، اقتصادی نظام اگر قرآن کے مطابق ہو جائے تو یہ تمام فتنے ختم ہو جائیں گے۔

قرآنی تعلیمات میں جان ہے اور بولنے والے میں جان اسی قرآن مجید کی برکت سے آتی ہے۔ جیسا لوہا (لوڈ اسپیکر) بول رہا ہے۔ یہ لوہا ہے۔ کرنٹ وہاں سے آتا ہے۔ ہم تو حکومت کو برادرانہ مشورہ دیتے ہیں ہم تو پاکستان کے خیر خواہ ہیں۔ ہم اس ملک کو مضبوط دیکھنا چاہتے ہیں۔ اور یہ صرف اسلامی نظام کی برکت سے مضبوط ہوگا۔ حکومت مانے یہ نہ مانے۔ قیامت کے دن تو یہ حکمران نہیں کہہ سکیں گے۔ کہ ہمیں کوئی سمجھانے والا نہیں آیا تھا۔ ربنا ما جاءنا من بشیر ولا نذیر۔

مسئلہ ختم نبوت' قادیانیوں سے مقابلہ :

ختم نبوت کے مسئلے پر بھی ہم نے حکومت سے مقابلہ نہیں کیا تھا۔ ہمارا مقابلہ تو قادیانیوں اور سر ظفر اللہ کے ساتھ تھا۔ مگر حکومت بیچ میں آگئی اور قادیانیوں کی حمایت کرنے لگی۔ ماں نہ ماں میں تیرا مہمان۔

حروفِ مقطعات' جمہور کا مسلک :

﴿ الٓمٓ ﴾: جمہور مفسرین صحابہ کرام اور تابعین اور محققین کا مسلک ان حروف مقطعات کے بارے میں یہ ہے۔ کہ ان کے معانی و مطالب اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔ اور بعض مفسرین کا مسلک ہے کہ ان کے معانی سمجھ میں آتے ہیں۔ اور یہ اختلاف درحقیقت سورۃ آل عمران کی آیت ﴿ وما یعلم تاویلہ الا اللہ والراسخون فی العلم یقولون امنا بہ کل من عند ربنا ﴾ (سورۃ آل عمران آیت ۷) کی وجہ سے ہے۔ اس اختلاف کا دارومدار وقف پر ہے۔ جمہور وقف "اللہ" پر کرتے ہیں۔ یعنی ان متشابہات کی تاویل و تفسیر صرف اللہ ہی جانتا ہے اور والراسخون جدا کلام ہے تو معنی یہ ہوگا۔ کہ لا یعلم تاویلہ الا اللہ یعنی اللہ تعالیٰ ہی ان متشابہات کے معانی جانتا ہے اور راسخین علماء کہتے ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتے ہیں۔ اور بعض مفسرین "اللہ" پر وقف نہیں کرتے۔ والراسخون کو اللہ تعالیٰ پر عطف کرتے ہیں۔ پھر معنی یہ ہوگا کہ اللہ

تعالیٰ اور راسخین ان کے معانی جانتے ہیں۔

﴿ سورۃ بقرہ ﴾

﴿ اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ﴾

﴿ الٓمٓ ۔ ذلک الکتاب لا ریب فیہ ﴾ (آج حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ درس گاہ کو وقت مقررہ سے پانچ منٹ دیر سے تشریف لائے تو درس شروع کرنے کے بعد معذرت بیان کی کہ میں وقت کا پابند ہوں مگر عوارض پیش آجاتے ہیں۔ ابھی آرہا تھا کہ ایک بوڑھی عورت آئی جو پانچ میل دور سے آئی تھی۔ ایک مسئلہ پوچھنے کیلئے۔ مجھے شرم محسوس ہوا کہ یہ بے چاری بڑھاپے میں اتنی دور مسافت طے کرکے آئی ہے۔ اور میں مسئلہ نہ بتاؤں۔ اس لئے تاخیر ہوئی جس کے لئے معذرت خواہ ہوں۔ شیر علی شاہ)

سورۃ بقرہ کے پہلے رکوع کا خلاصہ :

پہلے رکوع کا خلاصہ: "یہود کو دعوت الی الکتاب اور اوصاف متقین"۔

یہود کو دعوت الی الکتاب کا ماخذ: ذلک الکتاب لا ریب فیہ۔

اور اوصاف المتقین کا ماخذ: دوسری تیسری چوتھی آیات ہیں۔

اوصاف المتقین: ایمان بالغیب۔ اقامت صلاۃ۔ انفاق فی سبیل اللہ۔ ایمان بما انزل الیک وما انزل من قبلک: ایمان بالآخرۃ۔

ہمارے مفسرین حضرات فرماتے ہیں کہ سورۃ بقرہ میں یہود کو دعوت الی القرآن دی گئی ہے اور سورۃ آل عمران میں نصاریٰ کو دعوت دی گئی ہے۔

ذلک الکتاب: یہ عظیم الشان کتاب لا ریب فیہ ہے جس میں کسی قسم کا شک نہیں۔ ریب نکرہ ہے اور لا لنفی الجنس ہے۔ عربی گرامر کا قاعدہ ہے۔ کہ جب نکرہ نفی کے سیاق میں آجاتا ہے تو وہاں عموم ہوتا ہے۔ یعنی اس کتاب میں کسی وجہ سے شک نہیں نہ دینے والے کی طرف سے، اور نہ لانے والے کی طرف سے، اور نہ لینے والے کی

طرف سے ذرہ بھر شک نہیں۔

لاریب فیہ کا دعویٰ :

یہ ہے دعویٰ کہ یہ کتاب لاریب فیہ ہے۔اور ھدی للمتقین اس کیلئے دلیل ہے۔ یہ کتاب اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والوں کیلئے راہنما ہے۔ جو باغی یاغی ہیں اور شیوہ کفر اختیار کر چکے ہیں، وہ اسے دیکھتے بھی نہیں۔ جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے طالب ہیں، یہ قرآن ان کیلئے سراپا سرچشمہ ہدایت ہے۔ لاریب فیہ اس کے منزل من اللہ ہونے میں کسی قسم کا شک نہیں۔اس دعویٰ کا ثبوت آگے آیات میں آرہا ہے۔

یہودیوں کو دعوت الی القرآن :

اب یہودیوں کو یہ بتاتا ہے۔ کہ جسطرح تورات اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل شدہ کتاب ہے۔اور حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ اولوالعزم پیغمبر ہیں۔ اسی طرح قرآن مجید بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل شدہ کتاب ہے۔اور حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ اولوالعزم پیغمبر ہیں۔ جب نبی کریم ﷺ نے مکہ مکرمہ سے ہجرت فرمائی اور مدینہ منورہ تشریف لے گئے تو یہ قانون ہے کہ ہر عاقل مبلغ سب سے پہلے اہل دانش اور معرفت کو اپنی دعوت پیش کرتا ہے۔ جب تعلیم یافتہ طبقہ موافق ہو جاتا ہے تو پھر عوام خود بخود تابع ہو جاتے ہیں۔ مدینہ منورہ میں اہل علم یہود تھے وہ اہل دانش تھے تو سورۃ بقرہ میں یہود کو قرآن مجید کی دعوت دی گئی۔ کہ اے یہود قرآن مجید پر ایمان لے آؤ اور حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کی رسالت و نبوت کو تسلیم کرو۔ کیونکہ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے اور اس میں کسی قسم کا شک نہیں اور رسول اکرم ﷺ اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ پیغمبر ہیں۔اور قرآن پاک کی حقانیت اور نبی کریم ﷺ کی صداقت کی دلیل یہ ہے۔ کہ ان تعلیمات نے متقین کی جماعت مہیا کر لی۔

ھدی للمتقین دلیل ہے :

ھدی للمتقین دلیل ہے۔لاریب فیہ کیلئے اے یہود یو! تم حضرت موسیٰ علیہ السلام کو رسول مانتے ہو۔ ہم بھی اس کو رسول مانتے ہیں۔ تم تورات کو خدا کی کتاب مانتے ہو ہم بھی تورات کو اللہ تعالیٰ کی کتاب مانتے ہیں۔

تورات اور قرآنی تعلیمات :

آؤ ذرا حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اور تورات کے تعلیمات کا قرآن مجید اور حضرت محمد ﷺ کے تعلیمات کے ساتھ موازنہ کر لیں۔ اگر قرآن مجید کے تعلیمات کا اثر تورات کے تعلیمات کے اثر سے زیادہ ہو تو جس طرح تورات کو منزل من اللہ مانتے ہو تو ضرور قرآن مجید کو بھی منزل من اللہ تسلیم کرنا ہوگا۔ اگر حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تعلیمات کے اثر سے حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کی تعلیمات کا اثر زیادہ ہو تو جس طرح حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نبوت و رسالت پر ایمان لاتے ہو اسی طرح حضرت محمد ﷺ کی نبوت و رسالت بھی تسلیم کرو گے۔ آپ کو معلوم ہے۔ کہ یہود نے حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کہا تھا۔ ﴿لن نؤمن لک حتی نری اللہ جھرۃ﴾ (سورۃ البقرۃ آیت: ۵۵) اے موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام ہم تب ایمان لائیں گے۔ کہ آپ کے خدا کو ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں۔

ادھر نبی کریم ﷺ پر ایمان لانے والے اپنے پیغمبر کی ہر بات پر آمنا و سلمنا کہتے ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا۔ ☆ لو کشف الحجاب لما ازددت یقینا۔ اگر پردے ہٹ جائیں اور اللہ تعالیٰ سامنے آئے تو میرے یقین میں اضافہ نہ ہوگا۔ یعنی مجھے حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کے اقوال پر اتنا یقین ہے۔ کہ میں نے رب العالمین جل جلالہ کی وحدانیت پر ایمان بالغیب لایا ہے۔اور وہ اتنا مضبوط اور یقینی ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کا

بالشاھدہ دیدار ہو جائے تو سابقہ ایمان میں کوئی زیادتی نہیں آئیگی اور یہود نے حضرت موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کے مبارک ہاتھوں سے کئی معجزات دیکھے۔ جب مصر میں تھے اور موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام نے فرعون سے مطالبہ کیا کہ بنی اسرائیل کو میرے ساتھ اپنے ملک شام جانیکی اجازت دیدیں، ورنہ آپ سب پر طوفان کا عذاب آجائیگا۔ چنانچہ طوفان کا عذاب آیا۔ فرعون اپنے وزراء سمیت حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئے اور منت سماجت کیکہ خدا را دعا کریں کہ یہ عذاب ٹل جائے میں پھر بنی اسرائیل کو آپ کے ساتھ بھیج دوں گا۔ مگر عذاب دور ہونے کے بعد فرعون نے وعدہ خلافی کی پھر حضرت موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام نے فرعونیوں کو ڈرایا کہ اب ٹڈیوں کا عذاب آئیگا۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا پھر فرعون اور وزراء آئے اور منت سماجت کرنے لگے۔ اس طرح جب عذاب آتا وہ آکر وعدہ کرتے کہ اب ہم بنی اسرائیل کو اپنے وطن جانیکی اجازت دیں گے مگر جب عذاب دور ہو جاتا تو وعدہ توڑ لیتے تھے۔

﴿فارسلنا علیھم الطوفان والجراد والقمل والضفادع والدم ایٰت مفصلٰت﴾ (سورۃ اعراف آیت: ۱۳۳) یہ تمام معجزات بنی اسرائیل مصر میں دیکھتے رہے، پھر حضرت موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام نے بحیرۂ قلزم کو لاٹھی سے مارا۔ اس میں بارہ راستے بن گئے۔ ﴿فاضرب لھم طریقاً فی البحر یبساً لا تخٰف درکاً ولا تخشٰی﴾ (سورۃ طٰہٰ آیت: ۷۷) بنی اسرائیل کے بارہ قبیلے تھے۔ ہر ایک قبیلے کے لئے جدا راستہ۔ پھر صحرائے سینا میں کئی معجزات دیکھے۔ وادی سینا میں مکانات نہیں تھے۔ درختوں کا سایہ نہیں تھا لق و دق چٹیل میدان تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر بادلوں کا سایہ فرمایا، خوراک کیلئے کوئی طعام نہیں تھا۔ بٹیر اور ترنجبین نازل فرمائے۔ پانی کا نام و نشان نہیں تھا اللہ تعالیٰ کے حکم پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے لاٹھی سے پتھر مارا تو اس سے بارہ چشمے پھوٹ پڑے۔ ان مسلسل معجزات کے باوجود جب انہوں نے حضرت موسیٰ

علیہ السلام سے مطالبہ کیا۔ ﴿لن نصبر علی طعام واحد فادع لنا ربک یخرج لنا مما تنبت الأرض﴾ کہ ہم ایک ہی خوراک (بٹیر اور ترنجبین) کے کھانے پر صبر نہیں کر سکتے دعا فرماویں کہ ہمیں ترکاری وغیرہ کا انتظام ہو جائے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کو سمجھایا کہ تیار نعمتیں ملتی ہیں۔ ان کی ناشکری مت کرو اور یہ آسمانی رزق مت ٹھکراؤ مگر بار بار اصرار کرتے رہے۔

تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بارہ آدمی منتخب کر لئے کہ جاؤ سروے کر لو دیکھ لو کونسی زمین اس قابل ہے کہ اس میں لاکھوں بنی اسرائیل کیلئے سبزی وغیرہ کا انتظام ہو سکے اور ان بارہ آدمیوں کو علیحدہ کر کے ان کو تاکید کر دی کہ جب واپس آؤ تو اس زمین کی سرسبزی و شادابی کا تذکرہ کرو اور وہاں کے باشندوں کے بارے میں کچھ نہ کہو۔ چنانچہ وہ بارہ آدمی چلے گئے اور مختلف جگہوں کی سروے کر کے واپس آئے۔ ان میں موسیٰ علیہ السلام کے دو وفادار شاگرد تھے۔ یوشع اور کالب انہوں نے کہا فلاں زمین سرسبز و شاداب ہے۔ چلو اللہ کا نام لیکر تاکہ تمہیں تمہارا مرغوب کھانا مل سکے۔

﴿قال رجلان من الذین یخافون انعم اللہ علیھما ادخلوا علیھم الباب فاذا دخلتموہ فانکم غٰلبون﴾ (سورۃ المائدۃ آیت: ۲۳) مگر ان میں دس نالائقوں بے وفا آدمیوں نے کہا کہ زمین تو بیشک سبزہ زار ہے۔ مگر وہاں کے باشندے بہت قد آور دیو ہیکل زبردست قوی ہیں ان کا مقابلہ کیسے ہوگا۔ ﴿قالوا یٰموسیٰ إن فیھا قوماً جبارین وانا لن ندخلھا حتی یخرجوا منھا فان یخرجوا منھا فانا دٰخلون﴾ (سورۃ المائدۃ آیت: ۲۲) ہمیں اگر مفت میں وہ لوگ زمین چھوڑتے ہیں اور وہ اس زمین سے نکل کر کہیں دوسری جگہ چلے جائیں گے تو پھر ہم اس زمین میں داخل ہونے کے لئے تیار ہیں۔ اس سے بڑھ کر بنی اسرائیل نے اتنی زیادہ گستاخی کی کہ حضرت موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کو کہنے لگے۔ ﴿فاذھب انت

وربک فقاتلا إنا هاهنا قٰعدون ﴾ (سورۃ المائدۃ آیت:۲۴) اے موسیٰ علیہ السلام تو اور تیرا رب جا کے ان کے ساتھ لڑو، ہم تو یہیں صحرائے سینا میں بیٹھے رہیں گے. مطالبہ بھی بنی اسرائیل نے کیا. ﴿ لن نصبر علیٰ طعام واحد ﴾ پیغمبرؑ نے سمجھایا بھی۔ ﴿ اتستبدلون الذی ھو ادنیٰ بالذی ھو خیر ﴾ کہ تم بہترین طعام (من وسلویٰ) کو چھوڑ کر ادنیٰ قسم کا طعام بدلے میں لینا چاہتے ہو۔

یہ حضرت موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کی قوم بنی اسرائیل کی بہادری اور جرأت وہ بنی اسرائیل جو ﴿ نحن أبناء اللّٰہ وأحباؤہ ﴾ (سورۃ المائدۃ آیت:۱۸) کی ڈینگیں مارتی تھی اور کبھی ﴿ لن تمسنا النار إلا أیاما معدودۃ ﴾ (سورۃ البقرۃ آیت:۸۰) اور کبھی ﴿ لن یدخل الجنۃ إلا من کان ھوداً أو نصاریٰ ﴾ (سورۃ البقرۃ آیت:۱۱۱) کتنا بیہودہ گستاخانہ جواب دیا۔

ہم حضرت موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ کا برگزیدہ اولوالعزم پیغمبر مانتے ہیں اور کوہ طور پر نازل شدہ تورات کو اللہ تعالیٰ کی مقدس کتاب مانتے ہیں اور ہم ان تمام معجزات کو مانتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مبارک ہاتھوں پر مصر کے سرزمین پر صادر فرمائے اور پھر بحیرہ قلزم میں بارہ راستے بنائے. اور بنی اسرائیل کو فرعون کی ذلت آمیز غلامی سے نجات بخشی اور پھر بنی اسرائیل دیکھتے رہے کہ فرعون اپنے تمام لاؤ لشکر کے ساتھ بحیرہ قلزم میں غرق ہوا۔ پھر صحرائے سینا میں جو معجزات اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کے ہاتھوں ظاہر فرمائے. مگر ان تمام معجزات کے باوجود جب ان کو شہر میں داخلے کا حکم دیا گیا تو ان تمام احسانات و کرامات و معجزات کا جواب ...... ﴿ فاذھب أنت وربک فقاتلا ﴾ ملا، حالانکہ وہ اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی فرمانبرداری کرتے تو ان کو جہاد کرنے کی نوبت نہ آتی بلکہ وہ قوم عمالقہ خود بخود ان کے تابع ہو جاتی۔

اب ہم سمجھانے کیلئے ذرا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے تعلیمات اور قرآنی فرمودات کا جائزہ لیتے ہیں. کیونکہ مقارنہ اور موازنہ سے دو متوازن اشیاء کا باہمی فرق بخوبی معلوم ہو جاتا ہے. نبی کریم ﷺ کی ہجرت کا دوسرا سال ہے. کفار مکہ نے ایک بہت بڑا تجارتی قافلہ ابوسفیان کی سرپرستی میں شام کو روانہ کیا. جس میں ابوسفیان کے ہمراہ ساٹھ قریشی شریک تھے۔

اس قافلے کا اصل مقصد یہ تھا کہ اس تجارتی کاروان کا جتنا نفع حاصل ہو جائے اس پر ہر قسم کا اسلحہ خریدیں گے اور پھر اہل مدینہ پر حملہ کر کے ان کو نیست و نابود کریں گے. اس قافلے میں ایک ہزار اونٹ اور پچاس ہزار دینار کا تجارتی سامان تھا۔ یہ قافلہ شام سے واپس ہوا۔ نبی کریم ﷺ کو اطلاع ملی۔ آپ ﷺ نے صحابہ کرامؓ سے مشورہ لیا۔ مہاجرین تو پہلے سے اپنے سروں کو اپنے ہتھیلیوں میں رکھ چکے تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق اور عمر فاروق ؓ نے لبیک کہا اور حضرت مقدادؓ کھڑے ہوئے اور فرمایا :

یا رسول اللہ ﷺ! آپ حکم دیں ہم لڑائی میں آپ سے آگے ہوں گے۔ ہم آپ کے دائیں بائیں ہوں گے. اگر آپ ہم کو سمندر میں کودنے کا حکم دیتے ہیں، ہم اس کو اپنی سعادت سمجھتے ہیں اور بھڑکتے ہوئے آگ کے شعلوں میں کودنے کا حکم دیتے ہیں، تو ہم اس کو اپنی نجات سمجھتے ہیں۔ ہم بنی اسرائیل کی طرح نہیں ہیں. جنہوں نے حضرت موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کو کہا تھا۔ ﴿ فاذھب أنت وربک فقاتلا إنا ھٰھنا قٰعدون ﴾ نبی کریم ﷺ مقدادؓ کے اس ولولہ انگیز تقریر سے از حد مسرور ہوئے۔ چنانچہ تین سو تیرہ جان نثار صحابہؓ رمضان المبارک کے تیرہ تاریخ کو مدینہ منورہ سے روانہ ہوئے اور سولہ رمضان کو میدان بدر میں پہنچے. اور سترہ رمضان المبارک میں کفار مکہ کے ساتھ عظیم معرکہ معرض وجود میں آیا. مقابلہ میں ایک ہزار کافر تھے اور ہر ایک کے ساتھ عمدہ تلوار، نیزے اور تیر و کمان تھے اور صحابہ کرام رضوان اللّٰہ علیھم

اجمعین کے ساتھ صرف آٹھ تلواریں تھیں. صحابہ کرامؓ نے ستر بڑے بڑے سرداروں کو قتل کیا اور ستر کو قیدی بنایا۔

یہ قرآنی تعلیمات تھے اور نبوی تربیت تھی کہ ایسے سرفروشوں اور جان نثاروں کو تیار کیا. جو اپنے مقدس پیغمبر کے اشاروں پر قربانی کیلئے سر بکف تیار کھڑے ہیں. پس جب تورات اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے. اور موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ہے اور ہمارا بھی یہی عقیدہ ہے تو قرآن پاک بدرجۂ اولیٰ اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے. اور حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ہیں. جادو وہ ہے جو سر چڑھ کر بولے۔

ع عطر آن باشد کہ خود ببوید نہ کہ عطار بگوید

ذلک الکتاب لاریب فیہ: یہ دعویٰ ہے ھدی للمتقین اس کیلئے دلیل ہے. اس کتاب نے متقین کی مابہ الامتیاز جماعت تیار کی ہے. اے یہود تمہارے کتاب تورات کے متقین وہ ہیں جو ﴿ فاذھب انت وربک فقاتلا ﴾ کہتے ہیں. اور ہماری کتاب کی متقین وہ ہیں جو آنحضرت ﷺ کے ارد گرد چاروں طرف میدان کارزار میں موجود ہیں. تمہاری کتاب کے متقین کو حکم ملتا ہے. ﴿ وادخلوا الباب سجداً ﴾ (سورۃ البقرۃ آیت:۵۸) تو اضع وانکساری کے ساتھ داخل ہو جاؤ. بخاری شریف میں ﴿ یزحفون علی استاھھم ﴾ (رواہ البخاری فی کتاب الانبیاء وکذا فی کتاب التفسیر) کہ وہ بچوں کی طرح سرین کو گھسیٹتے ہوئے داخل ہوئے تو اضع اور انکساری کے بجائے تکبر اور اکڑ کے چلے. اور ہمارے محمد مصطفیٰ ﷺ کے متقین ﴿ یؤمنون بالغیب ویقیمون الصلوۃ ﴾ ہمیشہ نماز پڑھتے ہیں. ﴿ ان ربک یعلم انک تقوم ادنی من ثلثی اللیل ونصفہ وثلثہ وطائفۃ من الذین معک ﴾ (سورۃ المزمل آیت:۲۰) آپ کا پروردگار جانتا ہے. کہ آپ تقریباً دو تہائی حصہ رات میں عبادت کرتے ہیں اور آدھی رات یا ایک تہائی رات اور ایک گروہ صحابہ کرام کا بھی آپ کے

ساتھ عبادت شب میں مصروف ہوتے ہیں۔

﴿ ومما رزقناھم ینفقون ﴾: قرآن مجید کے متقین اللہ تعالیٰ کے دئے ہوئے مال و دولت سے اللہ تعالیٰ کے راہ میں خرچ کرتے ہیں. ایک دفعہ نبی کریم ﷺ نے ایک جہاد کیلئے چندہ دینے کا اعلان فرمایا. حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ گھر تشریف لے گئے. گھر کے تمام سامان کو جمع کر کے نصف کر دیا. آدھا بچوں کو چھوڑا اور آدھا سامان جہاد کیلئے لے آیا. اس کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سر پر سامان کا بوجھ اٹھائے ہوئے تشریف لائے. نبی کریم ﷺ نے پوچھا کہ کتنا سامان گھر والوں کیلئے چھوڑ کر آئے ہو کہا اللہ ورسولہ فی بیتی. اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا نام گھر میں چھوڑ کر آیا ہوں. یہودیوں کو جب کہا جاتا تھا کہ اللہ تعالیٰ کے راہ میں خرچ کرو وہ کہتے۔ ﴿ ان اللہ فقیر ونحن اغنیاء ﴾ (سورۃ آل عمران آیت:۱۸۱)

ایسے احکامات خداوندی کا مذاق اڑاتے اور گستاخانہ کلمات کہتے. اللہ جب ہم سے مانگتا ہے تو کیا وہ فقیر ہے اور ہم مالدار ہیں. جب یہودیوں کو حکم دیا جاتا کہ اللہ تعالیٰ کے دئے ہوئے مال سے فقراء اور مساکین پر خرچ کرو تو کہتے. ﴿ انطعم من لو یشاء اللہ اطعمہ ﴾ (سورۃ یٰس آیت:۴۷) کہ ہم کیوں کھلائے ایسے فقراء اور غریبوں کو جن کو اللہ تعالیٰ نے غریب پیدا کیا ہے. اگر اللہ چاہتا تو ان کو کھلاتا ہم کیوں مشیت خداوندی کا خلاف کریں. بخیلی چھپانے کیلئے اس قسم کا مذاق اڑاتے. اگر یہودی حضرت موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کے صحابی ہیں تو نبی کریم ﷺ کے صحابہ تو بدرجۂ اتم صحابی ہیں۔

﴿ والذین یؤمنون بما انزل الیک وما انزل من قبلک ﴾: متقین قرآن. امت محمدیہ کی یہ حالت ہے. کہ وہ تمام آسمانی کتابوں کو مانتے ہیں اور تمام پیغمبروں پر ایمان لاتے ہیں. ﴿ لانفرق بین احد من رسلہ ﴾ (سورۃ البقرۃ آیت:) ہم تمام پیغمبروں کو مانتے ہیں. ہم یہود و نصاریٰ کی طرح نہیں. یہود کہتے ہیں کہ ہم

صرف موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لاتے ہیں. اوروں کو نہیں مانتے. عیسائی کہتے ہیں. ہم صرف عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لاتے ہیں اوروں کو نہیں مانتے. امتِ محمدیہ کہتی ہیں کہ ہم تمام پیغمبروں پر ایمان لاتے ہیں. سب کے سب ہمارے موقر اور محترم ہیں. ہم تمام آسمانی کتابوں پر بھی ایمان لاتے ہیں. یہ حسن اتفاق ہے. کہ اللہ تعالیٰ نے ہم پر فضل فرمایا اور حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی امت میں پیدا فرمایا ورنہ اگر ہمیں کسی اور نبی کی امت میں پیدا فرماتا تو ہم اس پر ایمان لاتے. یہود ونصاریٰ بعض کو مانتے ہیں اور بعض کو نہیں مانتے .یہودی اگر موسیٰ علیہ السلام سے سنیں گے تو مانیں گے. اگر عیسیٰ علیہ السلام سے سنیں گے تو انکار کریں گے. حضور ﷺ سے سنیں گے تو بھی انکار کریں گے اسی طرح عیسائی صرف عیسیٰ علیہ السلام کی سنیں گے اور مانیں گے۔ اور ہم امتِ محمدیہ بحمد اللہ سب پیغمبروں پر ایمان لائے ہیں. ہمیں کسی بھی پیغمبر سے انکار نہیں۔

میں یہ عرض کر رہا تھا کہ ذلک الکتاب کے ثبوت کیلئے ھدی للمتقین بطور حجت ہے اور پھر متقین کے کیے بعد دیگرے صفات ذکر کیے گئے۔

اے یہودیو! اپنی کتاب (تورات) کے اثرات دیکھو اور ہماری کتاب (قرآن) کے اثرات دیکھو اور حضرت موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کے اثرات اپنی قوم میں دیکھو اور حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے اثرات امتِ محمدیہ میں دیکھو، اگر تمہاری تورات اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے تو یقین کریں کہ قرآن مجید بھی اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے، اگر موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام اللہ تعالیٰ کے نبی ہیں تو حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ بھی اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ہیں۔

﴿ أولئك على هدىً من ربهم ﴾: أي: أولئك الموصوفون بتلك الصفات الخمس على هداية من الله فقد أعطاهم الله وسام الشرف حيث قال أولئك على هدى من ربهم ﴾ اللہ تعالیٰ نے ان

اوصاف والوں کو تمغہ دیا کہ یہ لوگ خدا کی طرف سے جو ہدایت ہے اس کا فلاح ان کو مل رہا ہے. جب ربط سمجھ میں آگیا تو لطف آ رہا ہے. یہ باتیں میں نے اپنے اکابر واساتذہ سے سنیں. اور ان کی امانت آپ کو پہنچا رہا ہوں. میرے مشائخ واساتذہ تیرھویں صدی ہجری کے پیداوار تھے اور میں چودھویں صدی کا پیداوار. اور آپ پندرھویں صدی میں یہ قرآنی تعلیمات پہنچا دیں. اللہ تعالیٰ آپ کے عمر کو دراز کرے. اب میں ۷۸ سال میں جا رہا ہوں اب اس صدی میں بائیس سال باقی ہیں۔

﴿ أولئك على هدى من ربهم أي: في الدنيا أولئك هم المفلحون أي: في الآخرة ﴾ یہ دو بڑے تمغے ملے ایک ﴿ أولئك على هدى من ربهم ﴾ اور دوسرا تمغہ وأولئك هم المفلحون اس سے بڑے تمغے کہیں بھی نہیں مل سکتے. اللہ تعالیٰ کی طرف سے جب فلاح کا اعزازی تمغہ مل گیا تو پھر کسی اور تمغے کی ضرورت نہیں رہتی. ﴿ ذلك الكتاب ﴾ دعویٰ ہے اور ﴿ هدى للمتقين ﴾ اس کے لئے دلیل ہے اور پھر متقین کے پانچ اوصاف ذکر کیے گئے. کیونکہ سب لوگ اپنے آپ کو متقین کہتے ہیں. یہود دعویٰ کرتے ہیں. ﴿ نحن أبناء الله وأحباؤه ﴾ اسی طرح عیسائی اپنے آپ کو احبار و قسیسین کہتے ہیں. قرآن مجید نے متقین کے پانچ صفات ذکر کیے ہیں. جو صرف امتِ محمدیہ میں موجود ہیں ۱)۔ ایمان بالغیب ۲)۔ اقامت صلاۃ ۳)۔ انفاق فی سبیل اللہ ۴)۔ ایمان بجميع الكتب السماوية ۵)۔ ایمان بیوم الآخرۃ۔

ایں دایہ شیر دہ ایں جوان است :

یہاں یہ اعتراض ہے. کہ ابھی تک متقین ہدایت پر نہیں ہیں. کہ یہ کتاب ان کو ہدایت کی تعلیم دے رہی ہے. تو حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ اور شاہ عبد العزیز صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ یہ قول از قبیل "ایں دایہ شیر دہ ایں جوان است" ۔ یہ دایا اس نوجوان

کو دودھ پلانے والی ہے۔ یعنی اس نے نوجوان کو جب وہ شیر خوار بچہ تھا دودھ پلائی ہے۔ یہ مطلب نہیں ہے۔ کہ یہ دایا اب اس نوجوان کو دودھ پلا رہی ہے۔ اسی طرح اس کتاب کی برکت سے یہ لوگ متقی بن گئے تھے۔ فوز الکبیر حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کی تالیف ہے۔ جس میں اصول تفسیر بیان کئے گئے ہیں۔ جی چاہتا ہے کہ آپ کو پڑھاؤں۔ پہلے طلبہ کو پڑھا چکا ہوں۔ قرآن مجید میں بعض جگہ اعتراضات کا جواب دیا جاتا ہے۔ اور اعتراض کو ذکر نہیں کیا جاتا جیسے منطق کی کتابوں میر زاھد، ملا جلال، قاضی حمد اللہ میں دفع دخل مقدر ہوتا ہے۔

اب دیکھئے کہ جب آپ نے قرآن پاک کو ﴿ هدى للمتقين ﴾ کہا ابوبکر صدیقؓ، عمر فاروقؓ، عثمان ذوالنورینؓ، علی حیدرؓ اور صحابہ کرام کی جماعت اس کتاب کی تعلیمات کے بدولت اسلام لے آئے ہیں۔ یہ جماعت تو مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے آئی ہے۔ قرآن کا نزول تو مکہ مکرمہ میں شروع ہوا اب اس پر یہ شبہ ہوتا ہے اگر اس کتاب میں یہ تاثیر ہے۔ تو مکہ مکرمہ کے مشرکین اور کفار پر کیوں اس کتاب نے اثر نہیں کیا اس شبہ کا جواب ﴿ إن الذين كفروا سواء عليهم ء أنذرتهم أم لم تنذرهم لا يؤمنون ﴾ (سورۃ البقرۃ آیت: ۶) میں دیا گیا ہے۔ کہ مشرکین اور کفار مکہ نے اپنی فطرت سلیمہ کو مسخ کیا ہے۔ جیسے ایک آدمی اپنی بینائی کو غلط دوائی استعمال کرنے سے کھو بیٹھتا ہے۔ اسی طرح ان لوگوں نے اپنی قلبی بصیرت کو مفلوج کر دیا ہے۔

حدیث شریف میں ہے۔ ﴿ كل مولود يولد على فطرة الإسلام ثم أبواه يهودانه ﴾ الحدیث (رواہ البخاری فی کتاب الجنائز) یہ مشرک جان بوجھ کر مذھب اسلام کی مخالفت کرتے ہیں۔ حضرت محمد مصطفی ﷺ کی حقانیت دیانت وصداقت اور امانت کو خوب جانتے ہیں ان کے مبارک ہاتھوں سے کئی معجزات کو دیکھ چکے ہیں۔ پھر دیدہ ودانستہ ان کی رسالت ونبوت کا انکار کرتے ہیں۔ یہ لوگ مخالفت کرتے

کرتے اپنے قوت ادراک کو ختم کر چکے ہیں۔ جیسے قصائی حیوانات پر دن رات چھری چلاتے چلاتے اپنے دل سے رحم وکرم کی قوت سلب کر دیتا ہے۔ فطرت انسانی میں تو رحم وکرم ہے۔ مگر قصائی میں ذرا بھر احساس رحم وکرم نہیں ہوتا کہ میں کیا ذبح کر رہا ہوں۔ مجھے یاد ہے۔ میں چھوٹا سا تھا۔ والد صاحب نے مجھے بٹیر دیا۔ پھر فرمایا کہ اسے چھوڑ دو میں پیسے دونگا۔ میں نے فوراً چھوڑ دیا۔ فطرۃً انسان میں رحم وشفقت کا مادہ ہے۔ مگر جب خلاف فطرت بار بار کوئی حرکت ہوتا رہے تو وہ جذبہ رحمت فنا ہو جاتا ہے۔ اسی طرح چور ڈاکو، چوری ڈکیتی کرتے کرتے شقی القلب بن جاتے ہیں۔ پھر ان کو کسی کو قتل کرنے میں کوئی رکاوٹ نہیں ہوتی تو ان الذين كفروا میں اس شبہ کا جواب دیا جا رہا ہے۔ کہ وہ ممسوخ الفطرت ہو گئے ہیں۔ سواء عليهم ان کافر لوگوں پر برابر ہے۔ کہ آپ ان کو ڈرائے یا نہ ڈرائے۔ یہ ایمان لانے والے نہیں ان کے دلوں پر مہر لگا دی گئی ہے۔ جس کی وجہ سے ہدایت کا نور ان کے دلوں کے اندر نہیں جا سکتا۔ اور کفر کی تاریکی ان کے دلوں سے باہر نہیں نکل سکتی۔

ہدایت تین طریقوں سے حاصل ہوتی ہے :

ہدایت تین طریقوں سے حاصل ہوتی ہے۔ دل میں سمجھنے کی استعداد موجود ہو۔ غور وفکر کی قوت موجود ہو نبی کریم ﷺ کا زمانہ خیر وبرکت کا زمانہ تھا۔ ان پر قرآنی آیات کا نزول ہو رہا تھا ان کے مبارک ہاتھوں سے معجزات دیکھنے میں آتے تھے۔ خود حضور ﷺ کی چالیس سالہ زندگی جو صداقت وامانت دیانت اور طہارت کی زندگی تھی۔ اگر وہ لوگ معمولی بھی سمجھ رکھتے تو ایمان لے آتے۔ دوسرا طریقہ ہدایت حاصل کرنیکا حاسہ بصر ہے۔ آنکھوں کے ذریعے سے مخلوقات خداوندی کو دیکھ کر رب العالمین جل جلالہ کی وحدانیت اور قدرت کاملہ پر یقین آتا ہے۔

برگیاہ کہ از زمین روید : وحدہ لا شریک لہ گوید

ففی کل شیٔ لہ آیۃ : تدل علی انہ واحد

کانوں کے ذریعہ بھی ہدایت حاصل ہوتی ہے. کانوں کے ذریعہ حق بات سنکر ایمان لایا جائے. ان کافروں نے اپنے تمام حواس استفادہ کو ضائع کردیا ہے. تو یہ ان کا قصور ہے. جیسا نابینا سورج کی روشنی دیکھنے سے قاصر ہے تو یہ سورج کا نقصان تھوڑا ہے. بلکہ نابینا میں دیکھنے کی صلاحیت ہی نہیں ہے اب ان سے بھی توقع ہرگز نہیں ہوسکتی کہ وہ حق بات تسلیم کریں. اور میں یہ عرض کرچکا ہوں کہ کافر لوگ دیدہ ودانستہ دنیوی اغراض کے لالچ وہوس کے غلام بن گئے ہیں. یہ حق بات کی مخالفت کرتے کرتے اپنی فطرت سلیمہ کو بگاڑ چکے ہیں. اچھے اچھے دانشور، علما بھی دنیا کے لالچ میں آکر بگڑ جاتے ہیں.

دہلی میں حضرت لاہوریؒ کی قیدوبند :

دہلی میں مجھے برطانیہ حکومت نے قید کیا. انگریزوں کے ساتھ صاحبزادہ تھا. جو پولیس کے ساتھ ہمارے گھر کی تلاشی کیلئے آیا. مجھے بھی اس وقت لایا گیا. انگریز گھر کے باہر کھڑا ہو گیا. پولیس اور صاحبزادہ گھر کے اندر داخل ہوئے.

سندات کی قدروقیمت :

میرے سندات ٹین کے ایک نلکی میں چھت کے ساتھ لٹکائے گئے تھے. ہم نے اوپر لٹکائے تھے تاکہ چوروں سے محفوظ رہیں. وہ شریف آدمی کہنے لگا سیڑھی لاؤ اس ٹین کی نلکی میں کیا چیز رکھی ہوئی ہے. میں نے کہا کہ یہ میرے سندات ہیں جو مجھے حضرت سندھی رحمۃ اللہ علیہ نے دیئے تھے. میرا جذبہ یہ تھا کہ اگر جان جائے تو میں تیار ہوں مگر اپنے شیوخ سے حاصل کردہ اجازات اور شہادات کسی بھی قیمت نہیں دونگا.

انگریز حضرتؒ کی تمام کتابیں لے گئے :

وہ شریف صاحبزادہ جو انگریز کے ساتھ میری ساری کتابیں لے گیا. اس کا

خیال تھا کہ ان مولویوں کا علم بھی وکلاء کی طرح ہوگا.

علم علماء کے سینے میں ہوتا ہے :

مگر الحمدللہ علماء کے سینوں میں یہ علوم راسخ ہوگئے ہیں. کتابوں کے بغیر بھی قرآن وحدیث کے علوم پڑھا سکتے ہیں. اب ایسے مولوی اور صاحبزادے کو ہم کیا کہہ سکتے ہیں جو انگریز کیلئے سی آئی ڈی کے فرائض سرانجام دیں. پہلے انگریز چوروں کے ذریعہ ہمارے دفتر کی کتابوں کو لے گئے. پھر گھر کی کتابیں پولیس والے لے گئے تو مولوی بھی دولت کمانے کے خاطر بگڑ جاتے ہیں. ﴿ سواء علیھم ء انذرتھم ام لم تنذرھم لا یؤمنون ﴾ یہ ایمان لانے والے نہیں. ﴿ ولھم عذاب عظیم ﴾ انہوں نے اپنی فطرت کو بگاڑا اور نور قلبی کو ضائع کیا ان کیلئے بہت بڑا عذاب ہے. وہ کافر کہتے ہے ﴿ لا تسمعوا لھذا القرآن والغوا فیہ ﴾ (سورۃ فصلت آیت:۲۶)

اب جو کافر ایسی حرکتیں کرے تو ان کے حواس معطل ہوگئے. جو مریض ڈاکٹر کی تشخیص کے بعد دوائی استعمال نہ کرے تو لازماً ہلاکت اس کے مقدر میں ہوگی. "ختم اللہ" میں ختم کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کی گئی. حالانکہ ان کافروں نے خود اپنی فطرت سلیمہ کو ضائع کردیا ہے. اور اس پر مہر لگا دیا ہے. یہ ایسے کہ جیسے اخبارات میں آجاتا ہے. کہ فلان جج نے فلان مجرم کے بارے میں پھانسی کا فیصلہ کردیا ہے. حقیقت میں مجرم کو اپنے جرم نے پھانسی پر لٹکایا ہے. حکومت کا قانون ہے. کہ جج فیصلہ لکھتا ہے. (میں حکم دیتا ہوں کہ فلان کو قتل کیا جائے. اصل میں سزا تو مجرم کو اس کا جرم دلارہا ہے).

اب دوسرا رکوع پڑھیں. ﴿ ومن الناس من یقول ء امنا باللہ وبالیوم الآخر وما ھم بمؤمنین ﴾

اس رکوع کا خلاصہ : "امراض المؤمنین واقسامھم"

ان آیات میں درحقیقت ایک شبہ کا جواب ہے. کہ جب قرآن مجید ھدی

للمتقین ہے تو پھر ان منافقوں پر اس کی ہدایت کیوں اثر انداز نہیں ہوئی وہ کیوں مخلص نہ بنے. بلکہ کافروں کے ساتھ ﴿ انا معکم انما نحن مستھزؤن ﴾ کہتے رہتے ہیں. ان آیات میں جواب دیا جا رہا ہے. کہ قرآن مجید ہدایت کی دوا ہے. مگر منافقوں کے دلوں میں پانچ بیماریاں موجود ہیں. دوائی تب مفید ہوتی ہے. کہ معدے میں کیموس فاسد نہ ہو. جب یہ بیماریاں ان سے نکل جائینگی تو قرآنی دوا ان کے اندر اثر کرے گی.

منافقین کی پانچ بیماریاں :

پانچ بیماریاں کونسی ہیں۔

۱)۔ خداع ، دھوکہ بازی۔

۲)۔ عناد بالإسلام اسلام کے ساتھ دشمنی۔

۳)۔ فساد فی الأرض، زمین میں فساد۔

۴)۔ سفاہت۔

۵)۔ استھزاء علی الدین، دین کے ساتھ مذاق کرنا

اب ان پانچ بیماریوں کے مآخذ بھی سن لیجئے :

خداع کا مآخذ: یخدعون اللہ والذین ء امنوا۔

عناد بالاسلام کا مآخذ: فی قلوبھم مرض۔

فساد فی الأرض کا مآخذ: ألا إنھم ھم المفسدون۔

سفاہت کا مآخذ: الا انھم ھم السفھاء

استھزاء علی الدین کا مآخذ : إنما نحن مستھزؤن۔

اب ترتیب کے لئے خیال فرمادیں. ان آیات میں ایک اعتراض کا جواب دیا گیا ہے. کہ مکہ معظمہ کے کافروں پر تو ان قرآنی تعلیمات نے اثر نہیں کیا کہ وہ کہتے تھے ﴿ لا تسمعوا لھذا القرآن والغوا فیہ لعلکم تغلبون ﴾ قرآن کو مت سنو

اور جب بھی نبی کریم ﷺ تمہیں قرآن سناتا ہے اس میں شور مچاؤ. اس طریقہ سے تم غالب آجاؤ گے. کافروں کو یقین تھا کہ قرآنی آیات سننے والوں میں ایک عظیم انقلاب پیدا ہوتا ہے. پھر وہ اسلام کا شیدائی بنتا ہے. انہوں نے آپس میں یہ مشورہ کرلیا کہ قرآن کو نہ سنا جائے. تو یہاں یہ شبہ ہو رہا تھا کہ چلو مشرکین مکہ پر اس لئے اثر نہ ہوا کہ وہ قرآن مجید سننے سے دور رہے. مگر منافقین تو دن رات نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے قرآن سنتے رہے. نمازوں میں بھی شریک ہوتے رہے. ان کے دلوں پر قرآن مجید نے اثر کیوں نہیں کیا. معلوم ہوا کہ قرآن مجید میں ذاتی تاثیر نہیں ہے. (العیاذ باللہ)

ان آیات میں اس شبہ کا جواب دیا جا رہا ہے کہ منافقین کے دلوں میں پانچ قسم کی بیماریاں موجود ہیں تو جب تک ان کے دلوں سے یہ بیماریاں دور نہ ہوں اس وقت تک قرآنی دوائیں ان کی شفایابی اور صحت افزائی کیلئے کارگر نہیں جیسے گھی بیمار کی بیماری کو بڑھاتا ہے. ان منافقوں کی مثال بالکل آج کل کے سی آئی ڈی کی طرح ہے کہ وہ خلافت کے جلسوں میں شریک ہوتے ہیں. اور قرآن وحدیث سنتے ہیں لیکن ان کے دلوں میں کچھ نورانیت پیدا نہیں ہوتی۔

ومن الناس من یقول ء امنا باللہ: زبان سے کہتے ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ پر اور آخرت کے دن پر ایمان لائے ہیں. وما ھم بمؤمنین. مگر ان کے دلوں میں عقیدت نہیں جب دل میں ایمان نہیں ہے اعتقاد نہیں ہے اور زبان سے کہتے ہیں کہ ہم ایمان لے آئیں تو یہ دھوکہ ہے اسی کو خداع کہتے ہیں. ﴿ یخدعون اللہ ﴾ درحقیقت مسلمانوں اور نبی کریم ﷺ کو دھوکہ دینا اللہ تعالیٰ کو دھوکہ دینے کے مترادف ہے. حالانکہ اللہ تعالیٰ کو کوئی بھی دھوکہ نہیں دے سکتا مگر منافقوں کی یہ چالاکی اس بات کی غمازی کررہی ہے کہ وہ اپنے بیہودہ خیال کے مطابق ایسا کر رہے ہیں ..... ﴿ وما یخدعون إلا أنفسھم ﴾ ان منافقین کے دھوکہ دہی کا وبال ان ہی پر پڑیگا. وہ اس

منافقت کو بہت بڑا کمال سمجھتے تھے کہ ہم مسلمانوں سے بھی روابط رکھیں گے. غنیمتوں میں ہمیں بھی حصہ ملیگا. مسلمانوں کے تلواروں سے بھی محفوظ رہیں گے اور یہود و مشرکین کے ساتھ بھی ہمارے تعلقات وابستہ رہیں گے. ان سے بھی کمائیں گے وہ اپنی اس سیاست اور چالاکی پر نازاں و شاداں تھے مگر جب ان کی منافقت کی کلی کھلیگی تو ان کو معلوم ہو جائیگا کہ کن کا نقصان ہوا. مسلمانوں کے نگاہوں میں "ذو وجھین" ثابت ہوئے. پتہ چلا کہ یہ قوم فروش ہیں چرب زبان ہیں۔ ﴿وما یخدعون الا انفسھم﴾ دھوکہ خود کھاگئے. "دھوبی کا کتا نہ گھر کا گھاٹ کا" ﴿مذبذبین بین ذلک لا الی ھولاء ولا الی ھولاء﴾ (سورۃ النساء آیت: ۱۴۳)

منافقین پر نہ تو مسلمان اعتماد کرتے ہیں اور نہ کافر. یہود ان کو شکاری کتے سمجھتے ہیں. جیسا کہ شکاری کتا شکار کر کے اپنے مالک کے پاس لے آتا ہے. اسی طرح یہ منافق لوگ مسلمانوں کی باتیں سن سن کر اپنے یہودی آقاؤں کے پاس پہنچاتے ہیں۔ ﴿سمّٰعون لقوم ءاخرین لم یأتوک﴾ (سورۃ المائدۃ آیت: ۴۱) یہ منافق جاسوسی کرتے ہیں ان لوگوں کو مسلمانوں کی باتیں پہنچاتے ہیں جو لوگ تیرے پاس نہیں آئے تو یہود بھی خیال کریں گے. کہ یہ منافق ہمارے پالتو شکاری کتے ہیں اور پھر یہ بے ایمان اگر پورے اسلام کی باتیں ان کو سناتے تو مبلغ اسلام بن جاتے مگر یہ مسلمانوں کی باتوں کو بگاڑ بگاڑ کے پہنچاتے ہیں. ان کی دنیا و آخرت دونوں برباد ہوئے۔

بہر حال قرآن مجید نے بتلا دیا کہ یہ منافق مسلمان نہیں ہیں صرف اپنے بچاؤ کیلئے مسلمانوں کو آمنا آمنا کہتے ہیں کہ ہم ایمان لے آئے ہیں. یہ اگر اپنے اس دعوی میں سچے ہوتے تو یہودیوں کے ساتھ راز و نیاز کی باتیں نہ کرتے۔ ان کی دورنگی نے ان کو تباہ کر دیا ہے۔ اپنے آپ کو مسلمان کہلاتے ہیں. اور یاری کرتے ہیں دشمنان اسلام کے ساتھ۔

﴿واذا قیل لھم ءامنوا کما ءامن الناس﴾ : جب ان کو خالص ایمان کی تلقین ہوتی ہیں کہ جس طرح دیگر مسلمان یکطرف ہو کر پورے اخلاص کے ساتھ ایمان لائے ہیں اس طرح تم بھی اسلام لے آؤ تو منافق کہنے لگتے ہیں. ﴿انؤمن کما ءامن السفھاء﴾ کیا ہم بے وقوفوں کی طرح ایمان لے آئیں (العیاذ باللہ). مسلمان تو بے وقوف ہیں کہ انہوں نے یہودیوں سے دشمنی کر کے مخالف ہو گئے ہیں ہم تو بہت ہوشیار ہیں دونوں طرف سے کمار ہے ہیں. ادھر مسلمانوں میں شامل ہو کر مال غنیمت میں حصہ لیتے ہیں. ادھر یہود سے بھی اکتساب زر کرتے ہیں۔ مسلمانوں کے تلواروں سے بھی اپنے جانوں کو محفوظ کر دیا ہے اور یہود بھی ہمیں اپنا سمجھتے ہیں. دونوں پارٹیاں ہماری عزت کرتی ہیں. ہم مصلحت بین ہیں اور حکمت عملی سے کام لیتے ہیں۔

صحابہ کرامؓ کو وہ بے وقوف سمجھ رہے تھے. کہ انہوں نے اپنا سب کچھ داؤ پر لگا دیا ہے. لوگوں کی مخالفت مول رکھی ہے. ہم تو ہر ایک کے ساتھ ظاہر داری اور مدارات سے کام لیتے ہیں. ﴿الا انھم ھم السفھاء﴾ حقیقت میں یہ منافق بے وقوف ہیں. کیونکہ دنیا میں بھی ذلیل ہوئے اور آخرت میں بھی جہنم رسید ہوں گے. دنیا میں مسلمانوں کے نگاہ میں قوم فروش بنے اور یہودیوں کے نظروں میں شکاری کتوں سے کم نہیں. عبداللہ بن ابی بن سلول نے جنگ احد کے موقعہ پر تین سو اپنے رضاکار منافقین کو راستہ سے واپس کیا کہ ہم جہاد میں حصہ نہیں لیتے. ﴿ولکن لا یعلمون﴾ یہ منافق اتنے بے وقوف ہیں کہ وہ اپنے اس منافقانہ روش کے مھلک نتائج کو نہیں سمجھتے. یہ لوگ دھوبی کے کتے کی طرح نہ گھاٹ کے رہے اور نہ گھر کے رہے اور اپنے بے وقوفی اور اپنے دورنگی کو عقلمندی سمجھتے ہیں اور مسلمانوں کی یکسوئی اور یکجہتی کو سفاہت اور بے وقوفی تصور کرتے ہیں۔ دنیائے فانی کے چند ٹکوں کے خاطر آخرت کی حیات جاودانی کو خیر آباد کہا۔

﴿واذا لقوا الذین ءامنوا قالوا ءامنا﴾ : مسلمانوں کے پاس آکر

اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرتے ہیں ﴿واذا خلوا الی شیطنهم قالوا انا معکم انما نحن مستهزءون﴾ جب اپنے شیطانوں (بڑوں) کے پاس جاتے ہیں تو کہتے ہیں ہم تو تمہارے ساتھ ہیں اور مسلمانوں کے ساتھ مذاق اور دل لگی کرتے رہتے ہیں۔ یہ منافقین کی پانچویں بیماری ہے۔ استهزاء علی الدین مسلمان ہماری اس دوروخہ پالیسی اور دورنگی کو نہیں سمجھتے ہم دل میں مسلمانوں کے دشمن ہیں صرف زبانی جمع خرچ کر کے ان کو بظاہر اپنی دوستی کا لقمہ دیتے ہیں۔ تا کہ مسلمان ہمارے جان و مال پر ہاتھ نہ ڈالیں۔ ﴿اللّٰه یستهزئ بهم﴾ اللہ تعالیٰ ان کی اس استہزاء اور تمسخر کی سزا ان کو دیگا۔ کما فی الجلالین وسائر التفاسیر۔

یعنی ان کو عذاب دیا جائیگا۔ وہ درحقیقت عذاب ہوگا مگر اس کا شکل استہزاء کی طرح ہوگا۔ مثلاً دو آدمی ہیں۔ ایک بہت مضبوط اور طاقتور ہے اور دوسرا کمزور ہے۔ وہ قوی آدمی اس کمزور کے ساتھ پنجہ آزمائی کرتا ہے اور مذاقی انداز میں اس کے ہاتھ کو تھوڑا سا زور دیتا ہے۔ تو وہ کمزور چیخنے لگتا ہے۔ روتا ہے۔ حالانکہ اس طاقتور نے اس کے ساتھ مذاق کیا۔ پوری طاقت سے اس کے پنجے کو نہیں دبایا۔ مگر اس کمزور کے حق میں مذاق بھی موجب درد وکرب ہے۔ اسی طرح منافقین کو جب جہنم کی معمولی گرمی لگیگی تو چیخ اٹھیں گے۔

﴿ویمدهم فی طغیانهم یعمهون﴾: اللہ تعالیٰ نے ان کو مہلت دیدی ہے۔ تا کہ سرکشی میں بھٹکتے رہیں ...... ﴿اولئک الذین اشتروا الضللة بالهدی﴾ اب بطور تبصرہ بتایا گیا کہ ان لوگوں نے ہدایت کے بدلے گمراہی خریدلی۔

﴿فما ربحت تجارتهم﴾ پس ان کی تجارت میں فائدہ نہ ہوا۔ جس طرح تجارت میں ثمن اور مبیع ہوتا ہے یہاں منافقوں کا مبیع گمراہی ہے اور ثمن ہدایت ہے انہوں نے گمراہی کو ہدایت کے ثمن سے خریدا۔ چاہیے یہ تھا کہ وہ ہدایت کو اختیار کرتے اور گمراہی سے دور رہتے تا کہ دارین میں سرخرو ہوتے اور عذاب الٰہی سے بچتے۔ حاصل جواب یہ نکلا

کہ منافق باوجودیکہ قرآن مجید سنتے ہیں پھر بھی گمراہ رہے قرآن کا رنگ ان پر نہیں چڑھا اس لئے کہ ان میں یہ پانچ بیماریاں موجود ہیں جب تک ان سے یہ بیماریاں دور نہ ہوں ان پر قرآنی تعلیمات اثر انداز نہیں ہو سکتے۔

﴿مثلهم کمثل الذی استوقد نارا﴾ اب منافقوں کے دو قسم ذکر کئے جاتے ہیں۔ ایک قسم نا قابل اصلاح منافق ہیں۔ اور دوسرا قسم قابل اصلاح منافق ہیں۔ قسم اول۔ ﴿مثلهم کمثل الذی استوقد نارا﴾ اس کا ماخذ صم بکم عمی ہے۔ ان کے تمام حواس استفادہ مفقود ہیں۔ ان کے اصلاح کی امید نہیں کی جا سکتی قسم دوم کا ماخذ۔ ﴿ولو شاء اللّٰه لذهب بسمعهم وابصارهم﴾ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس دوسرے قسم کے منافقوں کے حواس استفادہ ابھی سلب نہیں ہوئے۔ جیسا کہ ﴿کلما اضاء لهم﴾ سے واضح ہے۔ کہ جب روشنی ہو جاتی ہے تو چلنے لگتے ہیں۔

یہ قاعدہ ہے کہ ہر ایک تحریک میں اور ہر ایک کام میں خواہ دین کا کام ہو یا دنیا کا اس میں دو قسم کے آدمی شریک ہوتے ہیں۔ ایک تحریک کے بانی اور دوسرے معاون اور مددگار۔ مثلاً ایک کارخانہ ہے اس کا ایک مالک ہوتا ہے۔ جس کے سرمایہ سے کارخانہ بنتا ہے اور چلتا ہے۔ مثلاً دینی مدارس میں خزانہ کے ذمہ دار مدرسہ کے مہتمم صاحب ہوتے ہیں۔ اساتذہ اور مدرسین کے ذمہ تدریس اور پڑھائی ہوتی ہے۔ طلبہ کے ذمہ پڑھنا ہوتا ہے۔ اساتذہ سے کوئی چندہ نہیں کرواتا کیونکہ وہ خزانہ کے ذمہ دار نہیں ہوتے۔ اسی طرح تحریک نفاق میں دو قسم کے لوگ ہے۔ ایک منافقت کے بانی جو عبداللہ بن ابی بن سلول ہے۔

﴿هم الذین یقولون لا تنفقوا علی من عند رسول اللّٰه حتی ینفضوا﴾ (سورۃ المنافقون آیت ۷) منافق لوگ کہتے ہیں کہ جو لوگ رسول اللہ ﷺ کے ہاں رہتے ہیں ان پر خرچ نہ کیا کریں تا کہ وہ تنگ آ کر متفرق ہو جائیں اور نبی کریم

ﷺ سے دور ہو جائیں تاکہ ان کی جمعیت ختم ہو جائے۔ ﴿ وللہ خزائن السمٰوٰت والأرض ولکن المنٰفقین لا یفقھون ﴾ (سورۃ المنافقون آیت: ۷) حالانکہ آسمانوں اور زمینوں کے خزانے اللہ تعالیٰ کے قبضہ قدرت میں ہیں. حضور ﷺ کے پاس رہنے والوں کو وہی روزی دیتا ہے۔

﴿ یقولون لئن رجعنا إلی المدینۃ لیخرجن الأعز منھا الأذل ﴾ (سورۃ المنافقون آیت: ۸) یہ منافق کہتے ہیں کہ اگر ہم واپس مدینہ پہنچے تو معزز ین مدینہ ان کمزور لوگوں کو شہر بدر کر دیں گے۔ ﴿ وللہ العزۃ ولرسولہ وللمؤمنین ﴾ (سورۃ المنافقون آیت: ۸) حالانکہ عزت اللہ تعالیٰ ہی کیلئے اور اس کے رسول اور مؤمنوں کیلئے ہے۔ ﴿ ولکن المنٰفقین لا یفقھون ﴾ (سورۃ المنافقون آیت: ۸) لیکن منافق نہیں سمجھتے. یہ منافق قسم اول کے افراد ہیں اور دوسرے قسم کے منافق ان کے معاون تھے. مثلاً مسجد نبوی میں آکر نماز پڑھی اور ادھر جا کر رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی بن سلول کو نبی کریم ﷺ اور ان کے صحابہؓ کی باتیں بیان کیں۔

۱۱ رمضان المبارک ۱۳۷۸ھ

﴿ یٰایھا الناس اعبدوا ربکم الذی خلقکم والذین من قبلکم لعلکم تتقون ﴾ (سورۃ البقرۃ آیت: ۲۱)

یہ تیسرا رکوع ہے اس کا خلاصہ "تذکیر بآلاء اللہ سے منافقین نمبر دوم کی اصلاح"

اس رکوع کا ماخذ: پہلی دو آیتیں۔

تذکیرات ثلاثہ :

شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں. کہ قرآن مجید میں تذکیرات ثلاثہ کا بیان ہوتا ہے۔

۱). تذکیر بآلاء اللہ.

۲). تذکیر بأیام اللہ.

۳). تذکیر بما بعد الموت۔

جیسے پہلے ذکر کر چکا ہوں اب دوبارہ بھی ذکر کر رہا ہوں تاکہ ذہن نشین ہو جائے۔

☆۔ تذکیر بآلاء اللہ: سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی نعمتوں کو ذکر فرماتا ہے. تاکہ سننے والوں میں اپنے محسن حقیقی کی اطاعت کا جذبہ پیدا ہو۔

☆۔ تذکیر بأیام اللہ: سے مقصود یہ ہوتا ہے کہ سابقہ امتوں کو ان کی سرکشی اور نافرمانی کی وجہ سے صفحۂ ہستی سے مٹا دیا گیا ہے. مخاطبین کو تنبیہ مقصود ہے کہ پیغمبر کی اطاعت کرو. ورنہ تمہارا بھی یہی حشر ہوگا۔

☆۔ تذکیر بما بعد الموت: مرنے کے بعد جو نتائج اعمال نکلنے والے ہیں وہ حاضرین کو سنائے جاتے ہیں مثلاً نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے. ﴿ القبر روضۃ من

ریاض الجنة أو حفرة من حفر النیران ﴾ دوسرے حدیث میں ہے ﴿ إنهما لیعذبان وما یعذبان فی کبیر، أما أحدهما: فكان یمشی بالنمیمة وأما الآخر فكان لا یستنزه من البول ﴾ نبی کریم ﷺ جب دو قبروں پر گزرے تو فرمایا کہ دونوں قبر والے کو عذاب ہو رہا ہے۔ ایک چغلخوری کی وجہ سے عذاب میں مبتلا ہے۔ دوسرا اپنے آپ کو پیشاب سے محفوظ نہیں رکھتا تھا۔

جن کا ایمان درست ہو اور نبی کریم ﷺ پر ایمان لے آیا ہو تو فوراً سمجھ جائیگے اگر ہم نے بھی اس قسم کے گناہ کئے چغلی سے نہ بچے۔ پیشاب سے احتراز نہ کیا تو ہماری بھی یہی حالت ہوگی جو ان کی تھی۔

ربط آیات کی ضرورت :

پہلے آپ کو تمہیدی مقدمہ میں ربط آیات کی ضرورت پر عرض کر چکا ہوں۔ کہ نبی کریم ﷺ پر جب کوئی آیت نازل ہوتی تو حضور ﷺ صحابہ کرامؓ کو فرماتے کہ اس آیت کو فلاں آیت کے بعد لکھدو۔ یہ آیت فلاں سورت میں لکھدو اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ ان آیات میں باہمی ربط و مناسبت ہے۔ جس طرح انسانوں کے کلام میں جب ربط اور جوڑ نہ ہو تو کلام معیوب سمجھا جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ کا کلام جو فصاحت و بلاغت سے معمور ہے اور جملہ محاسن سے مزین ہے وہ کیسے بے ربط ہو سکتا ہے۔

اب خیال فرمایئے کہ ﴿ یا ایها الناس ﴾ کا ماقبل سے کیا جوڑ ہے۔ ماقبل میں منافقین کا ذکر تھا ان کے پانچ امراض بیان کئے گئے۔ پھر ان کے دو قسم بیان ہوئے ایک ناقابل اصلاح اور ایک قابل اصلاح اب قابل اصلاح منافقوں کی اصلاح مقصود ہے۔

﴿ یا ایها الناس ﴾ اگرچہ عام ہے ماقبل پر اس کا موقوف ہونا ضروری نہیں اگر ابتداء ہی سے ﴿ یا ایها الناس ﴾ شروع کیا جائے تو بھی درست ہے۔ جوڑ کی ضرورت نہیں مگر

جب اس سے پہلے منافقین نمبر دوم کا ذکر ہے۔ جن کے حواس استفادہ بالکل سلب نہیں ہوئے اس لئے ان کی اصلاح کی ضرورت ہے تو ﴿ یا ایها الناس ﴾ کہا گیا۔

﴿ یا ایها الناس اعبدوا ربکم الذی خلقکم ﴾ : اے لوگو! اس رب کی عبادت کیا کرو جس نے تمہیں پیدا کیا ﴿ والذین من قبلکم ﴾ تمہارے آباؤ اجداد کو پیدا فرمایا۔ (أی خلق آباء کم أیضاً نعمة علیکم إذ لولا آباء کم لما وجدتم) تم کو اتنے واسطوں سے پیدا کیا اتنی نسلیں تمہارے پیدا کرنے کیلئے چلا دیں تمہارا وجود بھی نعمت اور تمہارے اسلاف کا وجود بھی نعمت، نہ تم اپنی مرضی سے آئے، نہ تمہارے بڑے۔ نہ وہ اپنی مرضی سے اس کرۂ ارضی پر رہے، نہ تم۔ نہ وہ اپنی مرضی سے اس دنیا سے رخصت ہوئے، نہ تم اپنی مرضی سے یہاں سے دار آخرت کی طرف سفر کرو گے۔ یہ سب سلسلہ اللہ تعالیٰ قادر مطلق کے قبضہ اختیار میں ہے وہ مختار کل اور متصرف ہے۔

لائی حیات آئے قضا لے چلی چلے : اپنی خوشی نہ آئے نہ اپنی خوشی چلے

متقی کی تعریف :

﴿ لعلکم تتقون ﴾ : نتیجہ عبادت یہ نکلے گا کہ تم مقبولین بارگاہ الہی بن جاؤ، تو گویا تذکیر بآلاء اللہ سے ربط درست ہو جائیگا۔ المتقی من یقی نفسه عما نهی الله عنه) متقی وہ ہے جو اپنے نفس کو منہیات سے بچائے متقین کی فہرست میں آنیکا فائدہ یہ ہوگا۔ ﴿ من عمل صالحاً من ذكر أو أنثى وهو مؤمن فلنحیینه حیوة طیبة ولنجزینهم أجرهم بأحسن ما كانوا یعملون ﴾ (سورۃ النحل آیت ۹۷) کا مصداق بن جائیگا دنیا بھی سنبھل جائیگی اور آخرت بھی سنور جائیگی۔ نیکوکار مرد ہو یا عورت ایمان اور اعمال صالحہ کے بدولت دنیا میں اطمینان و سکون کی زندگی میسر ہوگی اور آخرت میں نعیم مقیم، دیدار الہی، شفاعت نبوی ﷺ، اور

لا انتہائی لذتوں سے محظوظ ہوں گے. حدیث قدسی ہے. ﴿اعددت لعبادی مالا عین رأت، ولا اذن سمعت، ولا خطر علی قلب بشر﴾. ﴿لعلکم تتقون﴾ تاکہ تم متقی اور پرہیزگار بن جاؤ دنیا بھی آباد اور آخرت بھی آباد. پھر اعبدوا کی تفصیل آگے آئے گی. عبادت بدنی، عبادت مالی، تم فضلا ہو اشارات تمہارے لئے کافی ہیں.

﴿الذی جعل لکم الأرض فراشا﴾: وہ پروردگار جس نے تمہارے لئے زمین کو فرش بنادیا ہے. یہ بھی تذکیر بآلاء اللہ ہے. زمین اگر آگ کی طرح گرم ہوتی، یا پانی کی طرح نرم تو پھر انسان اس پر کیسے لیتے. زمین میں تمہارے خوردونوش کی چیزیں پیدا فرمادیں. ﴿والسماء بناء﴾ اور آسمان کو تمہارے لئے چھت بنایا. ﴿وانزل من السماء ماء﴾ اور آسمان سے پانی اتارا. ﴿فاخرج به من الثمرات رزقا لکم﴾. پھر پانی کے ذریعہ تمہارے کھانے کیلئے پھل پیدا فرمائے.

﴿فلا تجعلوا لله اندادا وانتم تعلمون﴾ (پس باوجود اتنی نعمتوں کے) اللہ تعالی کیلئے اور شریک مت بناؤ، اور تمہیں معلوم ہے کہ اس کے ساتھ کوئی بھی خدائی میں شریک نہیں. یہ تمام تذکیر بآلاء اللہ ہے. تمہیں بنایا ایک نعمت تمہارے آباء واجداد کو بنایا دوسری نعمت.

تمہارے لئے زمین کو فرش اور آسمان کو چھت بنایا. مکان میں سطح اور چھت ضروری ہوتا ہے اور تمہارے لئے خوراک کا انتظام فرمایا. پانی کے ذریعہ غلے پھل پیدا فرمائے. مکین بنائے. مکان بنایا اور جملہ ضروریات وحوائج کو پیدا کیا تم بھی اس کے. مکان بھی اس کا ضروریات کا خالق بھی وہی خدا ہے لہذا جان بوجھ کر کسی اور کی عبادت نہ کرنا ﴿فلا تجعلوا لله اندادا﴾ ای: اذا کان الأمر کذلک فلا تجعلوا لله اندادا وانتم تعلمون﴾ تم جانتے ہو کہ اللہ تعالی کے سوا تمہیں پیدا کرنے والا

اور کوئی نہیں. ﴿وان کنتم فی ریب مما نزلنا علی عبدنا فاتوا بسورة من مثله وادعوا شهداء کم من دون الله ان کنتم صدقین﴾. اب تصویر کا دوسرا رخ ذکر کیا جارہا ہے. جب مکان بھی اسی نے بنایا مکین بھی اسی کے مخلوق ہیں. ضروریات زندگی کا خالق بھی وہی ہے تو عبادت بھی اسی کی ہونی چاہئے اور عبادت کے پروگرام بتانے کیلئے اس نے اپنے پیغمبر پر قرآن پاک نازل فرمایا ہے. اگر قرآن مجید کی حقانیت اور منزل من اللہ ہونے میں تمہیں شک ہے تو پھر ایک چھوٹی سی سورت لے آؤ جس میں اس قسم کے محاسن ہوں جو کلام الہی میں موجود ہیں.

مسئلہ نبوت:

اب مسئلہ الوہیت کے بعد مسئلہ نبوت کو بیان کیا جارہا ہے. عرب قرآن مجید کے مخاطب اول ہیں. ان میں بڑے بڑے شعراء اور خطباء موجود تھے. جنکو عربی فصاحت وبلاغت پر بڑا ناز تھا شعروشاعری میں ان کو اچھی خاصی مہارت حاصل تھی. ان کے بڑے بڑے قادر الکلام فی البدیہ، ارتجالی شعراء اپنا منظوم کلام خانہ کعبہ میں لٹکا دیتے تھے کہ ہاں کا لال میرے قصیدے جیسا قصیدہ بنا کے لائے. امرء القیس، طرفہ وغیرہ جیسے شعراء کا دور تھا. اس میں قرآنی تحدی اور چیلنج ہے، کہ قرآن مجید اللہ تعالی کی طرف سے نازل شدہ کتاب ہے. جو نبی کریم ﷺ کی نبوت ورسالت کیلئے ایک معجزہ اور دلیل ہے.

قرآن معجزہ ہے:

اور اسی کتاب میں عبادت کا سارا پروگرام درج ہے. باوجود بار بار تحدی اور چیلنج کے مشرکین مکہ ایک چھوٹی سی سورت بھی نہ بنا سکے. حالانکہ قرآن مجید اب ت حروف سے مرکب ہے مخالفین قرآن کو اپنی عزت وآبرو کا خیال تھا. کہ کہیں ذلت اور شکست کا دھبہ نہ لگ جائے. انہوں نے ایڑھی چوٹی کا زور لگایا مگر ایک چھوٹی سی سورت کے بنانے

پر بھی قادر نہ ہوئے۔ حالانکہ وہ اگر ایک مختصر سورت لے آتے، تو بات ختم ہو جاتی۔ نبی کریم ﷺ اپنے دعویٰ کو واپس لیتے اور ان کے بتوں کے خلاف ایک لفظ نہ بولتے اور مخالفین کو جھگڑوں اور مخالفتوں کی ضرورت ہی نہ پڑتی۔ نبی کریم ﷺ کے زبان مبارک پر تو قرآن مجید کی سورتیں اور آیتیں تھیں، کافر اس کے مقابلہ میں کبھی ساحر کہنے کا اسلحہ استعمال کرتے کبھی شاعر کا، کبھی کاہن کا، کبھی مجنون کا، کئی کئی حربے استعمال کرتے رہے۔ اتنے لمبے راستوں کو اختیار نہ کرتے۔ حضور ﷺ کو ایذا اور رسائیوں کے پیچھے نہ پڑتے ایک چھوٹی سی سورت لے آتے۔ بات ہی ختم ہو جاتی۔ جبکہ قرآن مجید کی طرف سے ان کو مسلسل چیلنج دئے جا رہے تھے۔ کبھی ان سے مکمل قرآن مجید جیسی کتاب لانے کا مطالبہ ہوتا۔

﴿قل لئن اجتمعت الإنس والجن على أن يأتوا بمثل هذا القرء ان لا يأتون بمثله ولو كان بعضهم لبعض ظهيرا﴾ (سورۃ الاسراء آیت: ۸۸) اگر انس و جن سب کے سب مل کر قرآن مجید جیسا معجز کلام لے آئیں تو قطعاً اس جیسا کلام نہیں لا سکتے اگرچہ ایک دوسرے کی مدد کرنے لگیں۔ کبھی ان سے صرف قرآن مجید جیسی دس سورتوں کا مطالبہ ہوتا ہے۔ ﴿أم يقولون افتراه قل فأتوا بعشر سور مثله مفتريٰت وادعوا من استطعتم من دون الله إن كنتم صٰدقين﴾ (سورۃ ہود آیت: ۱۳)

کبھی ان سے صرف ایک چھوٹی سی سورت کا مطالبہ ہوتا ہے۔ جیسا کہ اسی آیت میں ہے۔ ﴿بسورة من مثله﴾ حالانکہ وہ اہل کلام تھے۔ کلام کے محاسن پر ان کو عبور تھا۔ آج بھی اس زمانے کے شعراء کے قصائد ہمارے مدارس میں پڑھائے جاتے ہیں۔ کیونکہ ان میں عربیت ہے۔ فصاحت و بلاغت ہے۔ حالانکہ امرء القیس تو زانی تھا۔ اکثر کلام تو اس نے جنابت میں بیان کیا ہے۔ پھر بھی طلباء سبعہ معلقات میں سب سے پہلے اس کا قصیدہ :

قفا نبک من ذکری حبیب ومنزل

بسقط اللوی بین الدخول فحومل

پڑھتے ہیں۔ اس زمانے کے بڑے بڑے نامور شعراء اور خطیب قرآنی اعجاز کے سامنے خاموش ہو گئے ایک انسان دوسرے انسان کے مافی الضمیر کو بیان نہیں کر سکتا، پھر رب العالمین جل جلالہ کے مافی الضمیر کو کیسے بیان کر سکتا ہے۔ اس کے مافی الضمیر کا بیان قرآن عظیم الشان ہے۔

قرآن کا چیلنج زوردار الفاظ میں :

سبحان اللہ قرآن مجید اپنے تحدی و چیلنج کو کیسے زوردار انداز میں بیان کرتا ہیں۔ ﴿وادعوا شهداء كم﴾ اپنے تمام مددگار شعراء اور بلغاء کو بلاؤ۔ ﴿من دون الله﴾ اللہ تعالیٰ کے سوا سب مخلوقات کو دعوت دیدو۔ کہ تمہاری اس مشکل میں مدد کیلئے جمع ہو جائیں اور ان سے فقط یہی مطالبہ کرلو کہ وہ قرآن مجید کی چھوٹی سی سورت جیسی سورت بنالیں ﴿إن كنتم صٰدقين﴾ اگر تم اس دعوے میں سچے ہو کہ یہ قرآن اللہ تعالیٰ کا کلام نہیں ہے۔ بلکہ محمد مصطفیٰ ﷺ نے اپنی طرف سے بنایا ہے۔ پھر قرآن مجید آگے دوسرا چیلنج دے رہا ہے۔ ﴿فإن لم تفعلوا ولن تفعلوا﴾ پس اگر تم، اس جیسی چھوٹی سورت بھی نہ بنا سکو اور ہرگز نہیں بنا سکتے۔ یہ ماسوی اللہ کی بس کی بات نہیں ہے۔ یہ کلام ربانی ہے۔

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے۔ تمہیں چار و ناچار ماننا پڑیگا۔ جب تم سب مل کر بھی ایک چھوٹی سی سورت نہیں بنا سکتے تو یقین کرلو کہ یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور نبی کریم ﷺ کا معجزہ ہے۔ پھر بھی اگر ہٹ دھرمی اور ضد و عناد سے باز نہ آئے۔ ﴿فاتقوا النار التى وقودها الناس والحجارة﴾ پھر عذاب الٰہی نار جہنم سے بچنے کے بارے میں سوچو (وہ آگ دنیا کی آگ سے ستر گنا زیادہ تیز ہے) اس کا ایندھن کافر اور پتھر (بت)

ہیں۔ ﴿ أعدت للكفرين ﴾ ایسی آگ جو کافروں کیلئے تیار کی گئی ہے۔

قرآن میں ترغیب اور ترہیب :

یہ ترہیب اور ڈراوا ہے قرآن مجید میں ترہیب اور ترغیب دونوں یکے بعد دیگرے ذکر ہوتے ہیں۔ ع درشتی و نرمی بہم در بہ است

انسان اخلاط اربعہ سے مرکب ہے :

حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے۔ کہ انسان اخلاط اربعہ سے مرکب ہے۔ خون، صفراء، بلغم، سوداء۔ اگر ان اخلاط اربعہ میں بد اعتدالی نمودار ہو جائے۔ تو حرارت پیدا ہو جاتی ہے۔ یہاں تک کہ اس کا اثر ظاہر بدن میں بھی معلوم ہو جاتا ہے۔ اسی طرح شریعت بھی ارکان اربعہ سے مرکب ہے۔ طہارت، سماحت، عدالت، اخبات، اگر ان میں بے اعتدالی پیدا ہو جائے تو حرارت پیدا ہو جاتی ہے اور یہ بصورت نار آخرت میں ظاہر ہوگی اور یہ آگ اندر سے جلانا شروع کریگی پھر اس کا اثر باہر کو آئیگا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے دوسری جگہ ارشاد فرمایا ﴿ تطلع على الأفئدة ﴾ (سورۃ الھمزۃ آیت: ۷) اور وجہ یہ ہے۔ کہ بے اعتدالی کی بیماری پہلے قلب میں پیدا ہوتی ہے اور پھر اس کے اثرات جوارح میں نمودار ہوتے ہیں۔

آگے فرمایا: ﴿ وبشر الذين ءامنوا ﴾ میں پہلے عرض کر چکا ہوں کہ ترغیب و ترہیب لازم و ملزوم ہیں۔ قرآن مجید میں اکثر مواقع میں تقابلات ہوتے ہیں۔ یعنی انذار و تبشیر جس کو ترہیب و ترغیب بھی کہتے ہیں آپ اہل ایمان کو بشارت دیدیں۔ ﴿ أن لهم جنت تجري من تحتها الأنهر ﴾ کہ ان کیلئے جنتیں ہیں جن میں نہریں بہتی ہیں

پھلوں کی لطافت :

﴿ كلما رزقوا منها من ثمرة رزقا ﴾ جب بھی ان کو جنت کے پھل

کھانے کیلئے دیے جائیں گے۔ ﴿ قالوا هذا الذي رزقنا من قبل ﴾ تو کہیں گے۔ کہ یہ پھل تو وہی ہیں جو ہمیں پہلے دیے گئے تھے۔

جنت کے پھل دنیا کے پھل کی طرح شکل و صورت میں ہوں گے مگر ذائقہ اور لذت میں زمین و آسمان کا فرق ہوگا۔ یا خود جنت کے پھل ایک دوسرے کے ساتھ صورت و شکل میں ملتے جلتے ہوں گے مگر لذت و مزا جدا جدا ہوگا سب سے بہتر خوراک پھلوں کا ہے۔ جو لطافت پھلوں میں ہے وہ غلہ میں نہیں ہے۔ افغانوں کا رنگ سرخ ہوتا ہے اسی طرح کوئٹہ بلوچستان والے بھی سرخ و سفید ہوتے ہیں اور ان میں طاقت بھی زیادہ ہوتی ہے اس لئے کہ وہ پھل زیادہ کھاتے ہیں ہم غلہ کھانے والوں کا رنگ کالا ہوتا ہے۔ گیہوں کو پیستے ہوئے چکی جلا دیتی ہے۔ آٹا جب نکلتا ہے کتنا گرم ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ وہاں جنت میں روٹی ہوگی اگرچہ وہاں جو بھی جنتی چاہیں گے۔ وہ چیز ملے گی۔

﴿ ولكم فيها ما تشتهي أنفسكم ولكم فيها ما تدعون ﴾ (سورۃ فصلت آیت: ۳۱) ﴿ وفيها ما تشتهيه الأنفس وتلذ الأعين ﴾ (سورۃ الزخرف آیت: ۷۱) ﴿ قالوا هذا الذي رزقنا من قبل ﴾ أي: في الدنيا۔ یعنی یہاں جنتی پھل دنیا کی پھلوں کی طرح رنگ و صورت میں ہیں مگر ذائقہ اور مزے میں زمین و آسمان کا فرق ہوگا۔ یا رزقنا من قبل في الجنة۔ یعنی وہی ایک شکل و صورت کا پھل جو صبح کھایا تھا وہی شکل و صورت والا پھل جب شام کو کھائیں گے تو ذائقہ اور مزے میں فرق ہوگا۔

ہر انسان کے تین خواہشات :

﴿ ولهم فيها أزوج مطهرة ﴾ : اور جنتیوں کیلئے پاکیزہ بیویاں ہوں گی۔ ہر انسان کے تین خواہشات ہوتے ہیں۔ بہترین مکان اور اعلیٰ قسم کا طعام اور خوب

صورت و نیک سیرت بیوی۔ وہاں جنت میں یہ تینوں مرغوبات ہونگی۔ مکان جنتی محلات جو قیمتی جواہرات کے ہوں گے۔ عمدہ جگہ باغات ہوتے ہیں۔ میں کابل میں گیارہ ماہ اپنے اہل دعیال کے ساتھ رہا پہاڑوں پر بھی باغات ہیں تو جنت میں طعام عمدہ پھل اور بیویاں پاک صورت و پاک سیرت۔ ﴿ ازواج مطھرۃ ﴾۔ وہ بیویاں دنیا کی بیویوں کی طرح نہیں ہونگی۔ وہاں غلاظت و نجاست نہیں ہوگی۔ حیض و نفاس کا خون نہیں ہوگا۔ بول و براز پسینے کے شکل میں نکلیگا۔ جس سے مشک و عنبر کی خوشبو آئیگی۔ جس نے اس قرآن مجید کی تعلیمات کو مان لیا ان کیلئے بھی نعمتیں ہونگی۔

﴿ اللھم اجعلنا منھم ﴾ جو شخص اپنی تمام تر خواہشات کو رضائے مولیٰ کے تابع کر دیتا ہے اور زندگی اللہ تعالیٰ کی غلامی میں گذار دیتا ہے۔ تو وہاں اس کو حریت، آزادی ملیگی۔ اور جس نے یہاں دنیا میں آزادی اختیار کر لی۔ نفس و شیطان کے تابع رہا۔ شریعت کے قید و بند اور شرائط و ضوابط کا خیال نہیں رکھا۔ وہاں آخرت میں اس کو جہنم کے آگ میں پابند سلاسل کیا جائیگا۔ اور اس کے گردن میں طوق ڈالے جائیں گے اور زنجیروں میں جکڑ دیا جائیگا.......... ﴿ خذوہ فغلوہ ثم الجحیم صلوہ۰ ثم فی سلسلۃ ذرعھا سبعون ذراعاً فاسلکوہ ﴾ (سورۃ الحاقۃ آیت ۳۰۔۳۲)۔ جس نے شریعت کی پابندیوں کی پابندی کی وہ وہاں آزاد ہوں گے۔ اور جنہوں نے شریعت کی پابندیوں کو ٹھکرایا اور مادر پدر آزادی کی طرح عیش و عشرت میں لگے رہے۔ وہاں فرشتوں کو حکم ہوگا کہ ان آزاد منش کو گرفتار کر کے ان کے گلے میں طوق ڈالدو۔ اور ستر گز زنجیر میں اس کو جکڑ دو تا کہ نار جہنم میں ذرا سی حرکت بھی نہ کر سکے۔ ﴿ اللھم لا تجعلنا منھم ﴾

پاکستان سے علوم وحدیث کے علوم لے جاؤ :

آج کل لوگ راکٹوں پر فخر کرتے ہیں۔ اسلحہ کی دوڑ ہے۔ میں کہا کرتا ہوں کہ ان کم بختوں کو سوچنا چاہیئے کہ موت کے بعد کیا ہوگا۔ اس کے بارے میں ریسرچ کیوں

نہیں کرتے۔ کیا موت کے بعد انسان نسیاً منسیاً ہو جائیگا۔ یا آگے بھی کچھ ہے۔ اگر تمہارے پاس آسمانی کتاب نہیں رہی آؤ قرآن وسنت سے روشنی حاصل کرو یہاں سے خام بدبودار چمڑے اون۔ ہڈیاں لیجاتے ہو پھر وہاں کارخانوں میں ان سے چیزیں بناتے ہو اسی طرح یہاں سے قرآن وسنت کے علوم و معارف بھی لیجاؤ اور ان پر غور و خوض کرو اگر تمہارے قلوب مسخ نہیں ہوئے تو تمہیں سمجھ آجائیگا۔

حضرت شاہ ولی اللہؒ کی مستجاب دعا :

حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ تعالیٰ نے اسرار شریعت سمجھنے کا عجیب ملکہ عطا فرمایا تھا۔ وہ حجۃ اللہ البالغہ میں فرماتے ہیں کہ ایک دن میرے مجلس میں احباب بیٹھے ہوئے تھے۔ باتوں باتوں میں شکر رنجی پیدا ہوئی۔ میں نے بارگاہ الٰہی میں دست سوال دراز کر کے دعا مانگی۔ اے اللہ ہم تو یہاں سب احباب اور دوست بیٹھے ہوئے تھے اور اب اچانک ہمارے قلوب میں ایک دوسرے سے نفرت پیدا ہوگئی۔

اے اللہ ہمارے دلوں کو جوڑ دے اور وہی سابقہ الفت و محبت پیدا فرمادے۔ اللہ تعالیٰ نے دعا قبول فرمائی۔ وہاں سے الفت نازل ہوئی اور احباب پر تقسیم ہوئی۔ پہلے سے زیادہ مودت و محبت پیدا ہوئی و کل ذلک بمرئی منی۔ یعنی سب کچھ میرے آنکھوں کے سامنے ہوا۔ یہود و نصاریٰ ہمارے ہاں ایسے اصحاب مکاشفہ موجود ہیں جو تمہارے پاس نہیں تم یہ فکر نہیں کرتے کہ موت کے بعد کیا ہوگا تو جس طرح تم یہاں سے خام چیزیں لیجاتے ہو۔ اسی طرح یہاں سے اسلام کا نور بھی لیجاؤ آخرت کا فکر کرلو ایک دن تمہیں مرنا ہے پھر قیامت کے دن بارگاہ الٰہی میں پیش ہونا ہے۔ اس کیلئے بھی سوچیں۔

حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی اُمت زندہ ہے :

حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی امت زندہ ہے۔ ان کے دلوں میں بینائی ہے۔

﴿فإنها لا تعمى الأبصار ولكن تعمى القلوب التي في الصدور﴾ (سورۃ الحج آیت:۴۶) زیادہ خطرناک بات یہ ہے کہ انسان کا دل اندھا ہو حق اور باطل کے درمیان تمیز نہ کر سکے۔ وہ آدمی جو آنکھوں سے محروم ہو اور دل کے بینائی سے محظوظ ہو ہزار درجہ بہتر ہے اس شخص سے جو دل کی بینائی سے محروم ہو اور آنکھوں کی بینائی سے محظوظ ہو۔

ذکر سے باطن کی آنکھیں کھل جاتی ہیں :

میں کہا کرتا ہوں رنگ ہے قرآن مجید رنگ فروش ہیں علماء کرام رنگ ساز ہے صوفیائے عظام۔ تعلیم وتزکیہ میں فرق ہے۔ وہاں نبی کریم ﷺ کی سنگت وصحبت میں تزکیہ حاصل ہوتا تھا اب یہاں کسبا حاصل کرتا ہوگا اور اد و وظائف، ذکر واذکار، اور تلاوت قرآن پاک سے باطن کی آنکھیں کھل جاتی ہیں۔ ایک کشف القبور ہے اور ایک کشف القلوب ہے۔

چار عالم :

چار عالم ہیں۔ عالم ناسوت۔ عالم ملکوت۔ عالم جبروت۔ عالم لاہوت۔ ہم عالم ناسوت میں رہتے ہیں اوپر عالم ملکوت ہے اور پھر اس کے اوپر عالم جبروت ہے اور اس کے اوپر عالم لاہوت ہے۔ قرآن مجید میں بہت سے ایسے امور ہیں جن کا تعلق عالم ملکوت سے ہے۔ کشف القبور اور کشف القلوب عالم ملکوت سے تعلق رکھتے ہیں۔ ﴿اتقوا فراسة المؤمن فإنه ينظر بنور الله﴾ اہل اللہ کو فراست اور روحانی قوت کے بدولت عالم ملکوت کے بعض امور منکشف ہو جاتے ہیں۔

﴿إن الله لا يستحي أن يضرب مثلاً ما بعوضة﴾ : یہ دفع دخل مقدر ہے۔ جیسے میرزاہد ملا جلال اور ملا حسن وغیرہ منطق کی کتابوں میں تقدیر میں استاد کو سوال وجواب دونوں بنانے پڑتے ہیں۔ اسی طرح یہاں بھی یہ سوال مقدر کا جواب

ہے کافروں کو قرآن جیسی ایک مختصر سورت بنانے کی دعوت دی گئی کہ اگر یہ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی کتاب نہیں ہے بلکہ نبی کریم ﷺ نے اپنی طرف سے بنائی ہے تو تم بھی انسان ہو تم بھی اس کتاب کی طرح ایک مختصر جیسی سورت بنا کر لے آؤ۔ کافروں نے دن رات کوششیں کیں۔ مگر ناکام رہے۔ تو "خوئے بد را بہانہ بسیار" انہوں نے کہا اگر یہ اللہ تعالیٰ کی کتاب ہوتی تو اس میں چھوٹے چھوٹے مثال نہ ہوتے۔ کبھی اس کتاب میں مکھی کا مثال ﴿فإن يسلبهم الذباب شيئاً لا يستنقذوه منه﴾ (سورۃ الحج آیت:۷۳) اور کبھی مکڑی کے گھر کا مثال ﴿كمثل العنكبوت اتخذت بيتاً وإن أوهن البيوت لبيت العنكبوت﴾ (سورۃ العنکبوت آیت:۴۱)

قرآنی مثالیں سمجھانے کے لئے :

ان مثالوں سے ظاہر ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی کتاب نہیں ہے۔ حالانکہ انسانوں کے کلام میں اگر نفاست نہ ہو تو لوگ اس کلام کو معیوب سمجھتے ہیں تو اللہ تعالیٰ جل شانہ کا کلام تو بہت اونچا ہے۔ اس میں ایسے حقیر وذلیل چیزوں کے مثال نہیں ہونے چاہئیں تو یہ آیت اس اعتراض کے جواب میں نازل ہوئی کہ اس میں کوئی عیب نہیں مثال تو ہمیشہ ممثل لہ کی وضاحت کیلئے لائی جاتی ہے مثال اور ممثل لہ دونوں میں مطابقت ضروری ہے۔ اگر ممثل لہ کوئی حقیر چیز ہے تو مثال میں بھی حقیر چیز کو ذکر کیا جاتا ہے۔ دیگر آسمانی کتابوں میں بھی اس قسم کی مثالیں ذکر کی گئی ہیں۔ ﴿إن الله لا يستحي أن يضرب مثلاً ما بعوضة فما فوقها﴾ بیشک اللہ تعالیٰ نہیں شرماتا کہ وہ کوئی مثال مچھر کی بیان کرے یا مچھر سے بڑھ کر کسی اور چیز کی۔

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو سمجھانے کیلئے یہ مثالیں بیان فرماتا ہے تا کہ انسان ان مثالوں کی روشنی میں بآسانی سمجھ سکے۔ اگر اللہ تعالیٰ بندوں کا خیال نہ فرماتا اور اپنے شان کے مطابق کلام نازل فرماتا پھر تو وہ معمی بن جاتا۔ یہ کلام تو ادانی، اقاصی سب کیلئے ہے۔

بت پرستوں کو سمجھایا جارہا ہے کہ تم پتھروں سے تراشیدہ بتوں کی عبادت کیوں کرتے ہو، ان سے مرادیں کیوں مانگتے ہو، ان بتوں نے تو ایک مکھی بھی پیدا نہیں کی، حالانکہ مکھی ایک معمولی حقیر شی ہے۔ دنیا کے سب بت جمع ہو جائیں تب بھی ایک مچھر اور مکھی پیدا نہیں کرسکتے۔ اگر ایک مکھی کسی بت کے سر پر رکھی ہوئی کوئی چیز اٹھا کر لے جائے تو یہ بت اس چیز کو مکھی سے واپس لینے پر قادر نہیں تو کتنی حماقت ہے کہ تم ان جمادات کو حاجت روا اور مشکل کشا سمجھتے ہو۔ ﴿ ضعف الطالب والمطلوب ﴾ (سورۃ الحج آیت: ۷۳) بتوں سے مانگنے والے بھی کمزور اور بت بھی کمزور۔ ﴿ فاما الذین امنوا فیعلمون انه الحق من ربهم ﴾ (۲) مومن لوگ جانتے ہیں کہ یہ مثال اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور یہ حق ہے۔ ﴿ واما الذین کفروا فیقولون ماذا اراد اللہ بهذا مثلا ﴾ جو لوگ کافر ہیں۔ بے ایمان وہ تو موقعہ دیکھ کر اعتراض کرنے لگتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ کا اس مثال لانے سے کیا غرض ہے۔ کافر لوگ اس تاک میں بیٹھے ہوئے ہوتے ہیں۔ کہ کب ہمیں نقطہ چینی اور اعتراض کا موقعہ ملے گا۔

انسان کے اندر تین قوتیں :

چونکہ انسان کے اندر تین قوتیں موجود ہیں ایک روحانی قوت۔ جس کا تعلق اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہے۔ اور اس قوت کا تقاضہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کے ساتھ ربط و تعلق کا راستہ تلاش کرے۔ دوسری قوت طبعی ہے۔ جس کا تعلق بدن کے ساتھ ہے اور اس کا تقاضہ ہے کہ والدین اقارب واعزہ کے ساتھ تعلقات کیسے استوار کئے جائیں گے۔ تیسری قوت عقلی ہے اس کا تعلق نظام اور امن کے ساتھ ہے

اس کا تقاضہ ہے کہ اس دنیا میں نظام حیات کو کیسے چلایا جائے۔ جس میں تمام حقوق انسانی کی رعایت وحفاظت ہو سکے تو جس شخص میں یہ تینوں قوتیں مسخ ہو چکی ہوں وہ قرآن کے زریں قوانین وضوابط سے استفادہ نہیں کرسکتا اور جس شخص کی یہ تینوں قوتیں

صحیح وسالم ہوں۔ وہ قرآنی تعلیمات اور توجیہات سے رہنمائی حاصل کرسکتا ہے۔ مثلاً جس شخص کی قوت طبعی درست ہے تو وہ شخص والدین واقارب، اہل محلہ۔ پڑوسیوں اور اہل بلد اور اہل وطن کے ساتھ تعلقات استوار کرنے کیلئے قرآن مجید کے بتائے ہوئے قوانین تدبیر منزل۔ سیاست مدنیہ۔ ملک گیری ملک داری پر عمل پیرا ہوگا۔ اسی طرح جس میں قوت عقلی صحیح اور درست ہے تو وہ نظام اور امن کے قوانین میں قرآن مجید کی طرف محتاج ہوگا۔ اور اسی طرح جس میں قوت روحانی موجود ہو تو اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق استوار کرنے کیلئے قرآن مجید سے استفادہ کرے گا۔

﴿ یضل به کثیرا ویهدی به کثیرا وما یضل به إلا الفسقین ﴾ : اس مثال سے بہت سے لوگوں کو گمراہ کرتا ہے اور بہت سے لوگوں کو ہدایت فرماتا ہے۔ اور اس سے صرف بدکاروں کو گمراہ کرتا ہے۔ فاسقین سے مراد گمراہ اور قانون شکن ہیں۔ جو خداوندی قوانین کی خلاف ورزی کرتے ہیں۔

﴿ الذین ینقضون عهد اللہ من بعد میثاقه ﴾ : یہ فاسقین کی صفت ہے۔ منافقین وہ لوگ ہیں جو توڑتے ہیں اللہ تعالیٰ کے معاہدہ کو مضبوط کرنے کے بعد۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ جوڑ نہیں چاہتے ورنہ جوڑنے کیلئے قرآن مجید سے راہنمائی حاصل کرتے۔ ﴿ ویقطعون ما امر اللہ به ان یوصل ﴾ اور جس کے جوڑنے کا حکم اللہ تعالیٰ نے دیا ہے اس کو توڑتے ہے۔ حالانکہ قرآن مجید میں صلۂ رحمی کے بہترین قوانین موجود ہیں یعنی صلہ رحمی ان میں نہیں ہے۔ ﴿ ویفسدون فی الأرض ﴾ اور زمین میں فساد پھیلاتے ہیں۔ لوگوں میں اسلام کے خلاف پروپیگنڈہ کرتے ہیں۔ اور دشمنان اسلام کو مسلمانوں سے لڑانے کی کوششیں کرتے ہیں۔ اور مسلمانوں کے پوشیدہ راز کافروں کو پہنچاتے ہیں۔ ﴿ اولئک هم الخسرون ﴾ ۔ یہی لوگ خسارہ اور نقصان میں ہیں۔ قرآن مجید تو خیر و برکت، رشد و ہدایت کا راستہ بتاتا ہے۔

قرآنی تعلیمات پر عمل کرنے والے ہر قسم کے فساد سے محفوظ ہو جاتے ہیں۔ ان میں تقویٰ، خوف خدا، مخلوقِ خدا پر شفقت و رحمت کے جواہر پیدا ہو جاتے ہیں۔ وہ ایسے نیک بندے بن جاتے ہیں، مجال ہے کہ وہ آنکھ اٹھا کے کسی کی بیوی کی طرف دیکھ لیں، یا کسی کے مال کی طرف ہاتھ بڑھائیں۔ اس آیت کے تین حصے ہو گئے۔ نقض عہد ایک، صلہ رحمی کو توڑنا دو، فساد فی الارض، تین۔ ﴿وما یضل به إلا الفسقین﴾ جس طرح جج لکھتا ہے کہ میں فلاں مجرم کو پھانسی کا حکم دیتا ہوں۔ یہ نہیں لکھتا کہ مجرم نے قتل کیا ہے اس کے اس جرم کے بدلے اس کو پھانسی دی جاتی ہے۔ جج بادشاہ کا نائب ہوتا ہے تو درحقیقت مجرم کو پھانسی مجرم کے جرم (قتل) نے دی ہے۔

پس جو لوگ ان تین بیماریوں میں مبتلا ہیں قرآن مجید ان کے لئے رہنما نہیں ہے۔ جس طرح ایک مریض کے معدے میں خرابی ہو اور وہ دودھ پیئے اور اس سے اس کا معدہ مزید خراب ہو جائے تو دودھ میں نقصان نہیں ہے۔ بلکہ اس کے معدے میں خرابی ہے۔ جو لوگ اللہ تعالیٰ کے حقوق کو بجالاتے ہیں، حقوق العباد کو ادا کرتے ہیں اور دنیا میں رشد و صلاح کو پھیلاتے ہیں وہ خوش نصیب قرآن مجید سے جو فائدہ حاصل کرتے ہیں۔

﴿کیف تکفرون باللّٰه وکنتم امواتاً فاحیٰکم ثم یمیتکم ثم یحییکم ثم إلیه ترجعون﴾: تم اللہ تعالیٰ کا کیونکر انکار کر سکتے ہو، حالانکہ تم مردہ تھے پھر اسی نے تمہیں زندہ کیا پھر تمہیں مارے گا پھر تمہیں زندہ کرے گا پھر تم اسی طرف لوٹ جاؤ گے۔ ای کیف تکفرون بنعم اللّٰه تعالیٰ وکنتم امواتاً فی اصلاب آبائکم فاحیاکم فی أرحام امهاتکم ثم یمیتکم عند انقضاء آجالکم ثم یحییکم یوم الحشر من القبور۔ جب اتنی عظیم نعمتیں تمہاری اوپر کی گئی ہیں تو تم سے قیامت کے دن پوچھا جائیگا کہ تم اپنے ساتھ کیا لائے ہو۔ ﴿کیف تکفرون﴾ تذکیر بما بعد الموت ہے۔ ان عظیم الشان نعمتوں کے باوجود اللہ

تعالیٰ کے ساتھ تعلقات کو کیوں بگاڑ رہے ہو۔ حالانکہ اسی نے تمہیں زندگی بخشی تمہارے لئے زمین و آسمان کا انتظام بنایا اور تمہاری موت و حیات اسی کے قبضہ قدرت میں ہے۔

﴿هو الذی خلق لکم ما فی الأرض جمیعاً ثم استوی إلی السماء فسوّٰهن سبع سمٰوٰت وهو بکل شیء علیم﴾ تم کیسے اس خلاق العلیم کے احکام کی تعمیل سے جی چراتے ہو۔ جس نے تمہارے لئے یہ سارا کارخانہ عالم پیدا فرمایا ہے۔ قیاس قدر خود شناس۔ اللہ تعالیٰ کو ان چیزوں کی ضرورت نہیں تھی صرف تمہارے لئے یہ سارا انتظام پیدا فرمایا اب تمہیں اسی کی عبادت کرنی چاہیے۔ ﴿وهو بکل شیء علیم﴾ وہ تو دلوں کے بھیدوں کو بھی جانتا ہے۔

از مکافات عمل غافل مشو : گندم از گندم بروید جو ز جو

پھر سوچ لو! اگر تم میں عقل و دانش کا نور موجود ہے کہ مخالفت کر کے کیا نتیجہ نکلے گا۔ ﴿ثم استوی إلی السماء﴾ پھر اللہ تعالیٰ آسمان کی طرف متوجہ ہوا تو سات آسمان پیدا فرمائے۔

حضرت لاہوریؒ کے ترجمہ کا امتیاز :

میں نے قرآن مجید کے ترجمہ لکھتے وقت تمام متداول تراجم کو سامنے رکھا تھا۔ چوکیوں پر مختلف تفاسیر رکھے تھے۔ سب تراجم کو دیکھ کر پھر یہ تفسیر لکھتا تھا۔ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ نے ترجمہ میں کمال کیا ہے۔ حضرت شاہ عبد القادر رحمۃ اللہ علیہ کے ترجمہ کی وضاحت فرمائی ہے۔ حضرت شاہ عبد القادر رحمۃ اللہ علیہ کا ترجمہ مغلق ہے۔

۱۲رمضان المبارک یوم الاحد ۱۴۲۸ھ

﴿اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم. بسم اللہ الرحمن الرحیم﴾

﴿وإذ قال ربک للملائکۃ إنی جاعل فی الأرض خلیفۃ. قالوا أتجعل فیہ من یفسد فیھا ویسفک الدماء ونحن نسبح بحمدک ونقدس لک. قال إنی أعلم ما لا تعلمون﴾

ضرورتِ الہام :

اس رکوع کا خلاصہ: ''ضرورت الہام''

اس رکوع کا ماخذ: ﴿فتلقی آدم من ربہ کلمات فتاب علیہ﴾

انسان کا تعلق اللہ تعالیٰ کے ساتھ فطری ہے. انسان اس تعلق کو محفوظ نہیں رکھ سکتا جب تک اللہ تعالیٰ کی طرف سے دستگیری نہ ہو. اب ربط ملاحظہ کیجئے. اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے الطاف اور عنایات کا ذکر فرمایا کہ اس نے انسان کے لئے زمین وآسمان کی تمام نعمتیں پیدا فرمائیں. پھر اس نظام ارضی اور نظام سماوی کے بعد اپنا خلیفہ حضرت آدم علیہ الصلاۃ والسلام کو پیدا فرمایا. خالق تو اللہ ہی ہے اور خلیفہ آدم ہوگا. اللہ تعالیٰ نے اس سلسلہ میں ملائکہ کو فرمایا کہ میں زمین میں خلیفہ بنا رہا ہوں. ﴿قالوا أتجعل فیھا من یفسد فیھا﴾

فرشتوں کو کیسے معلوم ہوا کہ بنی آدم خونریزی کریں گے ؟

فرشتوں نے کہا کیا تو زمین میں ایسا خلیفہ بنا رہا ہے. جو زمین میں فساد کرے اور خون ریزی کرے. حالانکہ ہم تسبیح وتقدیس کر رہے ہیں. اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿إنی أعلم ما لا تعلمون﴾ میں اس حکمت کو جانتا ہوں جس کو تم نہیں جانتے وہ حکمت آئندہ آیات میں آرہی ہے. فرشتوں کو کیسے معلوم ہوا کہ بنی آدم خون ریزی اور فسادات

کریں گے. اس میں مفسرین کرام نے مختلف توجیہات کئے ہیں. بعض احادیث مبارکہ میں آیا ہے. ﴿إن اللہ خلق آدم من قبضۃ قبضھا من جمیع الأرض. فجاء بنو آدم علی قدر الأرض، جاء منھم الأحمر، والأبیض، والأسود، وبین ذلک. والسھل، والحزن والخبیث والطیب﴾

(سنن أبي داود: ۴/۲۲۲، حدیث رقم: ۴۶۹۳، سنن الترمذی ۵/۲۰۴، حدیث رقم: ۲۹۵۵)

حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش :

حضرت آدم علیہ السلام کو زمین کے مختلف جگہوں کے مٹی سے پیدا کیا گیا ہے. جس طرح زمین کے حصوں میں مختلف رنگ پائے جاتے ہیں اسی طرح اولاد آدم بھی مختلف رنگوں میں ہیں. جسطرح زمین کے بعض حصے سخت اور بعض نرم ہیں. اسی طرح اولاد آدم بھی بعض نرم اور بعض سخت ہیں. زمین کے بعض حصے طیب وعمدہ ہیں اور بعض بے کار، بنجر. اسی طرح اولاد آدم بھی. آدم کو مختلف عناصر سے مرکب کیا گیا ہے. اگر ایک عنصر دوسرے پر غالب آئے تو فساد کا احتمال ہوگا تو ملائکہ نے اس سے اندازہ لگایا کہ مٹی میں ظلمت اور تاریکی ہے تو (کل شیء یرجع إلی أصلہ) اولاد آدم میں بھی تاریکی ہوگی ان میں حس وحرکت تو ہوگی مگر یہ دوراندیش نہ ہوگا. بلکہ اس میں فساد وخون ریزی کا مادہ ہوگا اور نفع عاجل کیلئے لازم رہے گا.

بعض مفسرین کرام نے یہ توجیہ فرمائی ہے. کہ ملائکہ نے آدم علیہ السلام کو جنات پر قیاس کیا. جنات نے بھی فسادات کئے تھے. بعض مفسرین کرام نے یہ بھی فرمایا ہے. کہ فرشتوں نے لوح محفوظ پر اولاد آدم کے نوشتہ تقدیر کو دیکھا تھا. اس سے ان کو ان کے فسادات کا پتہ چلا تھا. بعض نے لکھا ہے. کہ خلیفہ کے لفظ سے فرشتوں کو معلوم ہوا کہ خلیفہ کی ضرورت اس لئے ہوتی ہے. کہ وہ دو متحارب گروہوں میں فیصلہ کرتا ہے. ظالم کو ظلم سے منع کرتا ہے مظلوم کی مدد کرتا ہے. ﴿قال إنی أعلم ما لا تعلمون﴾ اللہ تعالیٰ نے فرمایا

کہ مجھے تخلیق آدم کی خصوصی حکمتیں اور مصالح معلوم ہیں۔ بظاہر تو مشت خاک سے مرکب ہوگا مگر مختلف عناصر کی ترکیب سے اس میں جو انوار، علوم و معارف پیدا ہوں گے وہ آپ کو معلوم نہیں ہیں۔

﴿وعلم ءادم الأسماء كلها ثم عرضهم على الملائكة فقال انبؤني بأسماء هؤلاء إن كنتم صدقين﴾ حضرت آدم علیہ السلام کو سب چیزوں کے نام سکھلا دئے پھر ان تمام چیزوں کو فرشتوں کے سامنے کر دیا اور فرمایا کہ ان چیزوں کے نام بتلا دو اگر تم سچے ہو۔ ﴿قالوا سبحنك لا علم لنا إلا ما علمتنا إنك أنت العليم الحكيم﴾ فرشتوں نے جواب میں کہا تو پاک ہے ہمیں کچھ علم نہیں مگر جتنا تو نے ہمیں سکھایا ہے۔ بے شک تو ہی بہت زیادہ علم والا اور زیادہ حکمتوں والا ہے۔ ﴿قال يادم أنبئهم بأسمائهم فلما أنبأهم بأسمائهم قال ألم أقل لكم إني أعلم غيب السموت والأرض وأعلم ما تبدون وما كنتم تكتمون﴾

اللہ تعالیٰ نے سیدنا آدم علیہ السلام کو فرمایا کہ ملائکہ کو ان چیزوں کے نام بتا دو، پس جب آدم علیہ السلام نے فر فر ان کو یہ نام بتا دیے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ کیا میں نے تمہیں نہیں کہا تھا کہ میں آسمانوں اور زمینوں کی پوشیدہ چیزیں جانتا ہوں اور میں ان چیزوں کو بھی جانتا ہوں جن کو تم ظاہر کرتے ہو اور جن کو تم چھپاتے ہو۔ ملائکہ عظام نے استفہام انکاری پیش کیا تھا اور شیطان نے بھی استفہام انکاری پیش کیا تھا۔ ﴿ءأسجد لمن خلقت طينا﴾ (سورۃ الاسراء آیت:۶۱) کیا میں آدم علیہ السلام کو سجدہ کروں جو تو نے مٹی سے پیدا کیا۔ ﴿قال أنا خير منه خلقتني من نار وخلقته من طين﴾ (سورۃ الاعراف آیت:۱۲) دونوں استفہاموں میں فرق ہے۔

فرشتوں کا استفہام :

فرشتوں کا استفہام مصلحانہ انداز پر مبنی تھا اور شیطان کا استفہام متکبرانہ انداز پر

مٹی ہے۔ ملائکہ نے بطور خیر خواہی اپنا مشورہ پیش کیا کہ اے پروردگار تجھ سے اور تیرے زمین سے ہمدردی ہے۔ شیطان نے متکبرانہ انداز میں کہا کہ میں اس سے بہتر ہوں کیونکہ تو نے مجھے آگ سے پیدا فرمایا اور آدم کو مٹی سے۔ اس معاندانہ روش کی وجہ سے راندۂ درگاہ اور ذلیل و خوار ہوا ملائکہ نے مؤدبانہ طور پر استفہام کیا۔ ﴿إنما الأعمال بالنيات﴾ تمام اعمالوں کا دارومدار نیتوں پر ہے۔ فرشتوں کی نیت ہمدردی تھی اور اپنی بندگی کا اظہار تھا۔

حضرتِ آدم علیہ السلام نے کیسے نام بتلائے ؟

سیدنا آدم علیہ السلام نے چیزوں کے نام کیسے بتلائے؟ اور فرشتے کیوں نہ بتلا سکے؟ اور حضرت آدم علیہ السلام کو کیسے فرشتوں پر تفوق ثابت ہوا؟ اور فرشتوں نے آدم علیہ السلام کی برتری کو کیوں تسلیم کیا؟ کیا اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو ان چیزوں کے نام بتلائے تھے؟ کہ اسم هذا الشيء هذا واسم هذا الشيء كذا اگر واقعی بات ایسی ہوتی تو فرشتوں کو حق حاصل تھا کہ اے ہمارے پروردگار ہمیں بھی ان اشیاء کا نام بتا دیتا ہم بھی یاد کر لیتے اور امتحان میں کامیاب ہو جاتے۔

درحقیقت معاملہ ایسا نہیں اصل میں آدم علیہ السلام میں ان چیزوں کے استعمال کرنے کا استعداد اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا تھا۔ حضرت آدم علیہ السلام بشر تھا۔ بشر کو ماکولات، مشروبات، ملبوسات، مرکوبات، منکوحات وغیرہ کی ضرورت تھی۔ روئے زمین پر جتنی چیزیں موجود ہیں انسان ان سب کا محتاج ہے۔

ضرورت ایجاد کی ماں ہے :

حضرت آدم علیہ السلام کی فطرت میں ان چیزوں کی خاصیات کا علم رکھدیا گیا تھا مثلاً مٹکا دیکھا تو کہا کہ پانی کے ذخیرہ کیلئے موزون ہے۔ چھوٹا برتن دیکھا کہا اس برتن کے ذریعے سے بڑے برتن سے پانی نکالونگا۔ یہ ہنڈی ہے اس میں سالن پکاؤنگا۔ یہ ڈول

ہے۔ یہ بڑی ہے اس کے ذریعہ کنوئیں سے پانی نکالو گے ضرورت ایجاد کی ماں ہے۔ اس لئے جو چیزیں آدم علیہ السلام کے سامنے رکھدی گئیں سب کے نام بتادئے۔ سب کے استعمال کے طریقے بتلادئے۔ ملائکہ کرام کو ماکولات، مشروبات اور ملبوسات کی ضرورت نہیں۔

فرشتوں کی عبادت عین طبیعت ہے :

وہ تو ایک نورانی مخلوق ہے۔ جو صرف عبادت ہی کے لئے پیدا شدہ ہے۔ وہ کھانے پینے سے منزہ ہیں تو وہ ان تمام چیزوں کے طریقہ استعمال سے بے خبر ہیں اور نہ ان کو ان چیزوں کے نام معلوم ہیں۔ ایک ڈاکٹر کو آپ زمینداری کے آلات بتادیں وہ آپ کو ان کے نام اور طریقہ استعمال نہیں بتا سکتا۔ اور نہ زمیندار ڈاکٹر کے آلات علاج کے نام اور طریقہ استعمال جانتا ہے۔ ﴿لکل فن رجال﴾ فرشتوں کی عبادت ان کی عین طبیعت ہے۔ تسبیحات اور تقدیسات ان کی طبعی غذا ہے۔ طبیعت کے مطابق کام کرنا مشکل نہیں اور نہ یہ کمال سمجھا جاتا ہے۔ مثلاً خوراک انسان کی طبیعت میں داخل ہے اسی طرح نیند۔ اب اگر کوئی کھائے پئے یا نیند کرے۔ ہم ان چیزوں کو اس آدمی کے کمالات میں شمار نہیں کرینگے۔ اگر کوئی کہے کہ زید بہت اچھا ہے کیونکہ وہ پانچ روٹیاں کھاتا ہے۔ خالد بہت اچھا ہے کہ وہ مغرب سے لیکر صبح دس بجے تک لیٹا رہتا ہے۔ یہ کمال نہیں۔

خلاف طبع کرنا مشکل کام ہے :

کمال یہ ہے کہ یوں کہا جائے کہ زید نصف روٹی کھاتا ہے۔ خالد ۱۱ بجے سوتا ہے اور پھر تہجد کیلئے بھی اٹھ جاتا ہے۔ کھانا انسان کیلئے طبعی چیز ہے۔ اس کی وجہ سے انسان کی تعریف نہیں کی جاسکتی بلکہ کھانا نہ کھانا خلاف طبع ہے اس کی وجہ سے انسان کی تعریف کی جائیگی۔ نیند انسان کیلئے طبعی چیز ہے۔ نیند نہ کرنا خلاف طبع ہے۔ خلاف طبع کرنا مشکل کام ہے۔

فرشتوں کو جب پتہ چلا کہ آدم علیہ السلام لاکھوں چیزوں کا محتاج ہے۔ پھر بھی اللہ تعالیٰ کے احکام کی تعمیل میں (اپنی طبیعت کے خلاف) لبیک کہتا ہے۔ تو سمجھ گئے کہ آدم علیہ السلام میں کمال اور فوقیت ہے۔ اگر خشکی پر بیٹھے ہوئے آدمی کو آپ کہیں کہ خبردار آپ کے کپڑے کہیں گیلے نہ ہوجائیں اور وہ اپنے کپڑوں کو گیلا نہ ہونے دے آپ اس کی تعریف نہیں کریں گے۔ کیونکہ وہ خشکی پر ہے۔ تب اس کے کپڑے خشک رہے۔ اگر آپ دریا میں کسی کو پھینک دیں اور اس کو کہیں خبردار کہیں آپ کے کپڑے گیلے نہ ہوجائیں۔ اور وہ آدمی دریا میں اپنے کپڑوں کو خشک رکھے یہ کمال ہے۔

درمیان قعر دریا تختہ بندم کردہ
بازمے گوئی کہ دامن ترمکن ہوشیار باش

حضرت آدم علیہ السلام باوجود اتنے احتیاجات اور ضروریات کے سمندروں میں اللہ تعالیٰ کی بندگی اور عبادت میں سب سے سبقت لیجاتا ہے۔ یہ کمال ہے اور اسی تفوق کے بناء پر فرشتوں نے اللہ تعالیٰ کے بارگاہ اقدس میں سجدہ کیا۔

مسجود لہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہے :

﴿واذ قلنا للملٰئكة اسجدوا لآدم فسجدوا الا ابليس ابى واستكبر وكان من الكفرين﴾ سجدہ تو در حقیقت اللہ تعالیٰ ہی کے لئے تھا طرف سجدہ آدم علیہ السلام کو مقرر کیا گیا تاکہ ان کی فضیلت کو ظاہر کردیا جائے اور آدم علیہ السلام کی تکریم ہوجائے۔ جس طرح ہم نماز میں سجدہ اللہ تعالیٰ ہی کیلئے کرتے ہیں اور طرف سجدہ خانہ کعبہ ہے، تو مسجود لہ اللہ تعالیٰ ہے۔

خانہ کعبہ مسجود الیہ ہے :

اور مسجود الیہ خانہ کعبہ ہے تو اسی طرح ملائکہ کا مسجود لہ اللہ تعالیٰ جل جلالہ کی ذات اقدس تھا اور مسجود الیہ آدم علیہ السلام۔ اسجدوا لآدم میں لام الیٰ کے معنی پر ہے جیسے

اس شعر میں لام بمعنی الی ہے۔

الیس أوّل من صلی لقبلتکم
واعرف الناس بالقرآن والسنن

ای: إلی قبلتکم.

سجدہ تکریمی:

یا یہ سجدہ تکریمی تھا سجدہ عبادت نہیں تھا۔ پہلے زمانہ میں مطیع مطاع کو سجدہ تکریمی کرتا تھا شریعتِ محمدی میں اس کو حرام قرار دیا گیا۔ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: بعض امور سدّ اللذریعہ امتِ محمدی میں حرام کردی گئی ہیں۔ ایک چیز خود خراب نہیں ہوگی مگر اس کا ارتکاب رفتہ رفتہ موجب ارتکاب حرام ہوجاتی ہے۔ مثلاً (ما اسکر کثیرہ فقلیلہ حرام سداً للذریعة لأن القلیل قد ینجر إلی الکثیر) حافظ ابن کثیرؒ نے اپنے تفسیر میں لکھا ہے۔ ﴿وقد کان هذا مشروعا فی الأمم الماضیة نُسخ فی ملتنا﴾ فرشتوں کو معلوم ہوا کہ اس جہان کو آدم علیہ السلام حزین کرسکتا ہے۔ فرشتے نہیں۔ اگر ملائکہ کو خلیفہ بنا کر بھیجتا تو سارا جہان بے کار رہتا تعمیر ارضی بے کار رہتی۔ یہ خورد ونوش کے لاانتہائی ماکولات، مشروبات، ادویات، ملبوسات، مرکوبات، کو کون استعمال کرتا کھانے کے بعد کون ﴿الحمد للہ الذی أطعمنی وسقانی من حولٍ غیر منی ولا قوة﴾ کہتا۔ کون کپڑوں کو پہن کر ﴿الحمد للہ کسانی﴾ کون کن کن نعمتوں پر حمد وثنا کے کلمات کہتا ازدواجی تعلقات وحقوق کون بجالاتا۔ وقس علی هذا. جمیع ما یتعلق ببنی آدم.

کرۂ ارضی پر منتظم حضرت آدمؑ:

اس کرۂ ارضی پر اصل منتظم آدم علیہ السلام ہے۔ اور ملائکہ کرام ان کے تابع ہیں۔ آدم علیہ السلام کو متصرف کر کے بھیجا گیا۔ اور فرشتے انسانی خدمات کیلئے مختلف امور پر مقرر

کئے گئے۔ مثلاً بارشوں کے لئے رعد فرشتہ اور اس کے ماتحت۔ اور وحی کیلئے حضرت جبرائیل علیہ السلام روح قبض کرنے کیلئے حضرت عزرائیل علیہ السلام اور اس کا ماتحت عملہ۔ نفخ صور کے لئے حضرت اسرافیل علیہ السلام وهكذا سائر الملائكة.

﴿فسجدوا إلا إبلیس﴾ فرشتوں نے فرمان الٰہی کی تعمیل کی اور سجدہ کرلیا اور ابلیس نے سجدہ نہیں کیا۔ إلا إبلیس مستثنیٰ منقطع ہے۔ کیونکہ ابلیس فرشتوں کے جنس میں داخل نہیں ہیں۔ ملائکہ تو ﴿أجسام نورانیة یتشکل بأشکال مختلفة. اور جنات. أجسام ناریة تتشکل بأشکال مختلفة.﴾ ﴿وکان من الجن ففسق عن أمر ربه﴾ (سورۃ الکھف آیت: ۵۰) تھوڑا سا اختیار جنات کو بھی دیا گیا ہے۔ ﴿فمن شاء فلیؤمن ومن شاء فلیکفر﴾ (سورۃ الکھف آیت: ۲۹) ملائکہ تو سراپا اطاعت ہی اطاعت پر عمل پیرا ہیں۔ ہم جنات کو نہیں دیکھ سکتے۔ جنات درس میں بھی شریک ہوتے ہیں۔ ﴿إنا سمعنا قرءانا عجبا یهدی إلی الرشد فآمنا به ولن نشرک بربنا أحدا﴾

(سورۃ جن آیت: ۲)

جنات میں صحابہ اور تابعین بھی ہیں:

جنات میں صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین، علماء، صلحاء، اور اولیاء اللہ ہوتے ہیں۔ میں نے آپ کو حضرت میاں صاحب کا واقعہ بیان کیا تھا فرق یہ ہے۔ کہ جنات آگ سے پیدا ہوئے ہیں۔ ﴿وخلق الجآن من مارج من نار﴾ (سورۃ الرحمٰن آیت: ۱۵) اور انسان مٹی سے پیدا شدہ ہیں۔ ﴿خلق الإنسن من صلصل کالفخار﴾ (سورۃ الرحمٰن آیت: ۱۴) ابلیس ملائکہ سے نہیں، مگر ان کے ساتھ ہم نشینی کی وجہ سے ان کا مشابہ قرار دیا گیا۔ ملائکہ کے ضمن میں اس کو سجدہ کا حکم ہوا۔ نیز اس کو مستقل طور پر بھی سجدہ کا حکم ہوا ﴿قال ما منعک ألا تسجد إذ أمرتک﴾ (سورۃ

الاعراف آیت: ۱۴﴿ کان من الجن ﴾ ابلیس جنات میں سے تھا ملائکہ کرام میں عصیان (نافرمانی) کا مادہ ہی نہیں ہے۔ یہ مادہ انس وجن میں پایا جاتا ہے۔ ملائکہ تو ﴿ لا یعصون اللہ ما امرھم ویفعلون ما یؤمرون ﴾ (سورۃ التحریم آیت: ۶) فرشتے اللہ تعالیٰ کے احکام واوامر کی نافرمانی نہیں کرتے۔ اور کرتے ہیں جن کا حکم ان کو ہوتا ہے۔ فرشتے فرمانِ خداوندی کے منتظر ہوتے ہیں۔ جب بھی حکم ملا فوراً تعمیل میں لگ جاتے ہیں اوامر الٰہیہ میں لیت ولعل اور پس وپیش کرنے والے انس وجن ہیں۔

جو اعتراض ملائکہ کرام نے کیا تھا اس کا تسلی بخش جواب دیا گیا۔ ملائکہ کرام کو تشفی ہوئی مقصدِ خلافت بیان کیا گیا۔ اور فرشتوں سے سجدہ بھی کرایا گیا تا کہ آدم علیہ السلام کی امارت وخلافت کا مسئلہ فرشتوں سے تسلیم کرایا جائے۔

﴿وقلنا یادم اسکن انت و زوجک الجنة و کلامنھا رغدا حیث شئتما﴾: اور ہم نے آدم علیہ السلام سے کہا کہ آپ اور آپ کی بیوی جنت میں رہو۔ اور جنت میں جو بھی چاہو کھاتے رہو۔ سبحان اللہ بات دراصل یہ ہے۔ کہ آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے زمین میں خلافت کیلئے پیدا فرمایا مگر بچہ جب پیدا ہوتا ہے تو اس وقت تک اس کو یہ حکم نہیں ہوتا۔ کہ جاؤ کماؤ اور کھاؤ۔ پہلے والدین اس کو کھلاتے پلاتے ہیں۔ جب وہ اپنے پاؤں پر کھڑے ہونیکا قابل ہوتا ہے اور کمانے کے طریقے سیکھ جاتا ہے۔ پھر اس کو حکم ملتا ہے۔ کہ اب جاکے کماؤ اور ضرورتِ زندگی کے خود کفیل بن جاؤ۔

اسی طرح حضرت آدم علیہ السلام کو کچھ مدت کیلئے جنت میں رکھدیا گیا۔ تا کہ جنت کے کھانوں سے لطف اندوز ہو آدم علیہ السلام کو ہمیشہ کیلئے جنت میں بسانا مقصود نہ تھا۔ وہ تو خلیفہ فی الارض تھا۔ اب اس کے نکالنے کیلئے ایسی تدبیر فرمائی کہ اس کو پتہ ہی نہ چلے جیسے جب بچے کے دانت ہوجاتے ہیں۔ اور ماں کے پستان کو کاٹنے لگے تو پھر ماں اسے دودھ سے چھڑا لیتی ہے۔ پھر وہ نرم چیز کھانیکا قابل ہوجاتا ہے۔ چاول کھا سکتا ہے۔

والدہ اس کو تھپڑ مار کر بھی منع کرسکتی ہے۔ تا کہ بچے کو پتہ چل سکے کہ اب والدہ کی وہ شفقت نہیں رہی جو پہلے تھی اور مجھے دودھ پلاتی تھی۔ مگر والدہ اسے تھپڑ کے ذریعہ منع نہیں کرتی۔ بلکہ وہ اپنے پستان پر تلخ چیز لگالیتی ہے۔ مصر ایلوا سے پستان کو تلخ کردیتی ہے۔ بچہ جب پستان پر منہ لگاتا ہے تو اسے فوراً چھوڑ جاتا ہے۔ اسی طرح سیدنا آدم علیہ الصلاۃ والسلام کو چند دن جنت میں بسایا کیونکہ ان کی طبعی قوت اس قابل نہ تھی۔ کہ وہ فوراً دنیا میں کما کر کھائیں۔ جب قوی ہوگئے تو پھر اس کو اسی انداز میں جنت سے زمین کی طرف منتقل کردیا گیا۔ پہلے اس کو حکم ملا تھا۔

﴿ولا تقربا ھذہ الشجرۃ فتکونا من الظلمین﴾ آپ دونوں میاں بیوی اس درخت کی طرف نہ جاؤ ورنہ ظالموں میں ہوجاؤ گے۔ ﴿فازلھما الشیطن عنھا فاخرجھما مما کانا فیہ وقلنا اھبطوا بعضکم لبعض عدو ولکم فی الارض مستقر ومتاع الی حین﴾ پس شیطان نے ان دونوں کو وہاں سے ڈگمگایا اور ان کو اس عزت وراحت سے نکالا۔ جس میں وہ زندگی بسر کر رہے تھے اور ہم نے ان کو کہا کہ تم سب یہاں سے اتر جاؤ کہ تم ایک دوسرے کے دشمن ہو۔ اور تمہارے لئے زمین میں ٹھکانا ہے اور ایک وقتِ مقررہ تک رہنے کا سامان ہے۔

جس درخت سے ان کو منع کیا تھا۔ وہ کس قسم کا درخت تھا اس میں مفسرین عظام کے کئی اقوال ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ گیہوں کا درخت تھا۔ بعض انگور اور بعض انجیر وغیرہ کے درخت بتاتے ہیں۔ واللہ اعلم شیطان جب سجدہ نہ کرنیکی وجہ سے راندۂ درگاہ ہوا تو اس کا حسد اور بھی زیادہ ہوا اور وہ حضرت آدم وحوا علیہما السلام کو جنت سے نکالنے کیلئے طرح طرح تجاویز سوچنے لگا۔

﴿فوسوس لھما الشیطن لیبدی لھما ما وری عنھما من سوء تھما وقال ما نھکما ربکما عن ھذہ الشجرۃ الا ان تکونا

ملكين او تكونا من الخلدين. وقاسمهما إني لكما لمن النصحين ﴾ (سورۃ الاعراف آیت: ٢٠-٢١) شیطان نے ان کو کہا کہ تمہیں اس درخت سے اس لئے منع کیا گیا ہے کہ کہیں تم فرشتے نہ بن جاؤ یا تم ہمیشہ رہنے والوں میں سے نہ بن جاؤ اور شیطان نے ان کے آگے قسم کھائی کہ میں تمہیں نصیحت کر رہا ہوں میں تمہارا خیر خواہ ہوں شیطان نے جھوٹی قسمیں کھا کھا کر ان کو اس درخت کے کھانے کی طرف مائل کر دیا۔ جب دونوں میاں بیوی نے درخت کے پھل کو کھایا تو بہشتی لباس سے محروم ہو گئے۔ اب دونوں کو پتہ چلا کہ ہمارے ساتھ شیطان نے دشمنی کی۔ اس درخت کے کھانے کا طبعی تقاضا یہی تھا کہ بشری لوازمات ظاہر ہونے لگے۔

حضرت شاہ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے۔ کہ حاجتِ استنجاء اور حاجتِ شہوت جنت میں نہ تھی ان کے بدن پر کپڑے تھے جو کبھی اترتے نہ تھے کہ اتارنے کی حاجت نہ ہوتی یہ اپنے اعضاء سے واقف نہ تھے۔ جب یہ گناہ ہوا تو لوازم بشری پیدا ہوئے اپنی حاجت سے خبردار ہوئے اور اپنے اعضاء دیکھے...... ﴿بعضكم لبعض عدو﴾ یعنی شیطان اور آدم علیہ السلام ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے۔ یا اولاد آدم آپس میں ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے۔

حضرت آدمؑ کو غرب الہند کے جزائر میں اتارا:

﴿فتلقى ءادم من ربه كلمت فتاب عليه إنه هو التواب الرحيم﴾ پس سیکھ لئے آدم علیہ السلام نے اپنے پروردگار سے چند کلمات جن کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس کا توبہ قبول فرمایا۔ بے شک اللہ تعالیٰ بہت زیادہ توبہ قبول کرنے والا اور بہت بڑا مہربان ہے۔ بعض مفسرین عظام نے لکھا ہے۔ کہ حضرت آدم علیہ السلام کو غرب الہند کے جزائر میں اتارا اور حضرت حوا علیہا السلام کو جدہ میں اتارا دونوں چیختے چلاتے رہے دن رات دعاؤں میں لگے رہے۔ اللہ تعالیٰ نے دعائیں قبول فرمائی۔ سیدنا

آدم علیہ السلام کو بن ماں باپ کے پیدا فرمایا اور تمام چیزوں کے نام سکھائے۔ جنت میں بسایا اور اس درخت کو مخصوص اور مصرف فرما کر اشارہ کیا کہ اس درخت کے قریب بھی نہ لگو۔ پھر بھی شیطان نے ان کو دھوکہ دیا تو اولادِ آدم کو دھوکہ دینا اور صراطِ مستقیم سے ہٹانا اس کیلئے بہت آسان ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان کو چند کلمات سکھلائے بطور الہام والقاء کے وہ کلمات ﴿ربنا ظلمنا أنفسنا وإن لم تغفر لنا وترحمنا لنكونن من الخسرين﴾ (سورۃ الاعراف آیت: ٢٣)

سیدنا آدم علیہ السلام یہی دعائیہ کلمات پڑھتے رہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی مغفرت فرمائی۔ القرآن يفسر بعضه بعضا اگر قرآن مجید میں ایک جگہ اجمال ہے تو دوسری جگہ اس کی تفسیر ہوتی ہے۔ اس کو تفسیر القرآن بالقرآن کہتے ہیں۔ اور یہ سب سے اعلیٰ درجہ کی تفسیر ہے۔ تصنیف را مصنف نیکو کند بیان۔ پھر یہ تفسیر القرآن بالقرآن دو قسم پر ہے۔ ایک تفسیر متصل اور ایک تفسیر منفصل تو یہ تفسیر منفصل ہے۔ کیونکہ ﴿فتلقى آدم من ربه كلمات﴾ سورۃ بقرہ میں ہے اور ﴿ربنا ظلمنا أنفسنا﴾ الآیۃ سورۃ اعراف میں ہے۔ اور تفسیر متصل جیسے ﴿وكلوا واشربوا حتى يتبين لكم الخيط الأبيض من الخيط الأسود﴾ جب نازل ہوئی۔ تو عدی بن حاتم نے اپنے تکیہ کے نیچے دو عقال رکھے۔ ایک سفید اور ایک کالا۔ تاکہ وہ اس سے رات اور دن کے درمیان فرق کر سکے۔ پھر نبی کریم ﷺ کو اپنا واقعہ بیان کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

﴿إن وسادك لعريض﴾ آپ کا تکیہ تو بہت چوڑا ہے۔ جس کے نیچے خیط ابیض و خیط اسود آسکتا ہے اور فرمایا۔ ﴿إنما هو سواد الليل وبياض النهار﴾ اس کے بعد ﴿من الفجر﴾ کا کلمہ نازل ہوا تو یہ تفسیر متصل ہے۔ ﴿فتلقى آدم من ربه كلمات﴾ سے یہ عنوان مستنبط ہوا کہ الہام کی ضرورت ہے اور یہ آیت

اس کیلئے ماخذ ہے۔ سیدنا آدم علیہ السلام کا تعلق مع اللہ جب درست ہوا کہ اس کو ان کلمات کا الہام ہوا تو نسلِ آدم کو بھی الہام کی اشد ضرورت ہے۔ شیطان کے پنجے سے انسان توفیق ربانی کے بدولت بچ سکتا ہے۔ ورنہ معاملہ بہت مشکل ہے۔ جسمانی ضروریات کے پورا کرنے کے لئے الہام کی ضرورت نہیں۔ ضروریات روحانی پورا کرنے کے لئے الہام کی ضرورت ہے۔

﴿فقلنا اهبطوا منها جميعا﴾ ہم نے کہا کہ تم سب یہاں سے نیچے اترو۔ ﴿فاما يأتينكم منى هدى فمن تبع هداى فلا خوف عليهم ولا هم يحزنون﴾۔ پھر اگر تمہارے پاس میری طرف سے کوئی ہدایت آئے پس جو میری ہدایت پر چلیں گے تو ان پر کچھ خوف نہ ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ اگر اللہ تعالیٰ کی دستگیری نہ ہو تو انسان کو شیطان ورغلا دیتا ہے اور اس کو اپنا بنا لیتا ہے۔ انسان جب انسان ہوسکتا ہے کہ اس کا تعلق باللہ درست ہو اور یہ الہام خداوندی کے ذریعہ ہوسکتا ہے۔ ﴿والذين كفروا وكذبوا بآيٰتنا أولئك أصحٰب النار هم فيها خٰلدون﴾ جو لوگ انکار کریں گے، اور ہماری آیتوں کو جھٹلائیں گے۔ وہی دوزخی ہوں گے۔ جو اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

پانچواں رکوع: ﴿يٰبني اسرائيل اذكروا نعمتي التي أنعمت عليكم وأوفوا بعهدي أوف بعهدكم وإياي فارهبون﴾

نئی ملھم من اللہ جماعت کی ضرورت:

اس رکوع کا عنوان عام: "نئی ملھم من اللہ جماعت کی ضرورت"۔

ماخذ: یبنی اسرائیل سے لیکر الخاشعین تک ہے۔

اسرائیل سریانی لفظ ہے۔ اسرا کے معنی عبد اور ایل کے معنی اللہ یعنی عبداللہ یہ یعقوب علیہ الصلوۃ والسلام کا لقب ہے۔ اے یعقوب علیہ الصلوۃ والسلام کے صاحبزادو!

تم پیغمبر کی اولاد ہو تمہارے ساتھ بھی کتاب ہے۔ جس کی تصدیق قرآن مجید کرتا ہے تمہیں چاہئے کہ اپنے بزرگوں کی طرح نیک اور صالح ہو۔ خیال فرمایئے۔

حضور ﷺ سے پہلے انبیاء:

حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نبی آخر الزمان ہیں۔ ایک لاکھ چوبیس ہزار کی تعداد کو پورا کرنا تھا۔ حضور ﷺ سے پہلے ایک لاکھ تیئس ہزار نو سو ننانوے [12399] پیغمبر تشریف لائے تھے۔ رسول اللہ ﷺ پر یہ تعداد پوری ہوئی اس کے بعد کوئی نیا نبی آنے والا نہیں۔ وہ خاتم النبیین ہیں۔ آپ ﷺ جب مکہ مکرمہ سے ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لائے تو یہاں یہودیوں کے تین قوم میں رہتی تھیں۔ بنو نظیر، بنو قریظہ، بنو قینقاع۔ اب یہ ثابت کرنا ہے کہ پہلے ملھم من اللہ جماعت بیکار ہو گئی تھی۔ اب نئی ملھم من اللہ جماعت کی ضرورت ہے۔

﴿يٰبني اسرائيل اذكروا نعمتي التي أنعمت عليكم﴾ اے یعقوب علیہ السلام کی اولاد میرے احسانات کو یاد کرو جو میں نے تم پر کئے ہیں۔ یہ خطاب خصوصی ہے۔ قرآن مجید میں عمومی خطابات بھی ہوتے ہیں، اور خصوصی خطابات بھی ہوتے ہیں۔ پہلے ﴿يأيها الناس اعبدوا﴾ خطاب عمومی تھا۔ جس میں عمومی نعمتوں کا تذکرہ تھا۔ جملہ انسانوں کو پیدا کرنا ان کے آباء واجداد کو پیدا کرنا، ان کے لئے زمین وآسمان وجملہ اشیاء پیدا کرنا، تمام انسانوں پر انعامات ہیں۔

اسی طرح سب کے جدامجد کو خلافت کی خلعتِ فاخرہ سے نوازنا، یہ سب عمومی احسانات ہیں۔ اب یہاں خصوصی نعمتوں کا ذکر کیا جاتا ہے جو بنی اسرائیل پر کی گئی ہیں۔ ﴿وأوفوا بعهدي أوف بعهدكم﴾ اور تم میرا عہد پورا کرو میں تمہارا عہد پورا کرونگا۔ اللہ تعالیٰ نے تورات میں بنی اسرائیل سے عہد لیا تھا کہ تورات کے جملہ احکامات پر عمل کرو اور جس پیغمبر کو میں مبعوث کروں اس کی اطاعت کرو اور اس کی مدد کرو۔

ملک شام پر تمہارا غلبہ ہوگا. مگر بنی اسرئیل نے تورات کے احکام کی خلاف ورزی کی رشوتیں لیتے رہے اور تورات کے احکام کو تبدیل کرتے رہے. تورات میں نبی آخر الزمان ﷺ کی جو نشانیاں اور اوصاف وعلامات ذکر ہوئے تھے ان سب کو تبدیل کر دیا۔ ﴿ وایای فارھبون ﴾ مجھ سے ڈرا کرو دنیا کے حکمرانوں سے مت ڈرو، دنیوی رشتوں اور منافع کا خیال نہ کرو۔ ﴿ نعمتی التی انعمت علیکم ﴾ میں نے تمہاری رہنمائی کے لئے وقتاً فوقتاً پیغمبر بھیجے۔ ان پر آسمانی کتابیں اور صحیفے نازل فرمائے۔ ﴿ واوفوا بعھدی ﴾

میں نے تم سے پختہ وعدے لئے تھے کہ میرے بھیجے ہوئے انبیاء کرام کی اتباع کروگے اور ان پر نازل شدہ کتابوں کو معمول بنا لوگے. ہمارے ہاں بھی ﴿ من عمل صالحاً من ذکر أو أنثی وھو مؤمن فلنحیینہ حیوۃً طیبۃ ولنجزینھم أجرھم بأحسن ما کانوا یعملون ﴾ (سورۃ النحل آیت:۹۷) جس نے نیک کام کئے خواہ وہ مرد ہو یا عورت بشرطیکہ ایمان سے مزین ہو تو ہم اس کو اچھی پاکیزہ زندگی نصیب فرمائیں گے. اور ان کو ان کے نیک اعمال کے صلہ میں بہتر صلہ عطا کریں گے. جو بھی اللہ کے احکام کی تعمیل کریگا وہ بامراد ہوگا اور جو بھی روگردانی کریگا دنیا و آخرت میں ذلیل و برباد ہوگا۔ ﴿ ومن أعرض عن ذکری فإن لہ معیشۃ ضنکا ونحشرہ یوم القیمۃ أعمی ﴾ (سورۃ طٰہٰ آیت:۱۲۴)

اب بنی اسرائیل جو پہلے ملہم من اللہ جماعت تھی، وہ اپنے برے اعمال کی وجہ سے بیکار ہوگئی ان کو فرمایا گیا تھا۔ ﴿ اوفوا بعھدی أوف بعھدکم ﴾ میرے ساتھ کئے ہوئے عہد و پیمان کو بجالاؤ میں بھی تمہارے ساتھ کئے ہوئے وعدوں کو پورا کروں گا. ﴿ وء امنوا بما أنزلت مصدقا لما معکم ﴾ اور قرآن مجید پر ایمان لے آؤ جو تمہاری تورات کی تصدیق کرتا ہے۔

آسمانی کتابوں کے چار اصول :

تمام آسمانی کتابیں اصول میں متفق اور متحد ہیں. اصول چار ہیں. ۱)۔ توحید. ۲)۔ رسالت. ۳)۔ قیامت. ۴)۔ کتب سماویہ کی صداقت. ان اصول اربعہ میں تمام آسمانی کتابیں متفق اور متحد ہیں. نیز تورات میں یہ بشارت دی گئی تھی کہ نبی آخر الزمان ﷺ تشریف لائیں گے. اور ان پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے کتاب نازل ہوگی. تو حضرت محمد ﷺ کی بعثت اور یہ قرآن مجید اسی بشارت کی تصدیق ہے۔ ﴿ ولا تکونوا اول کافر بہ ﴾ اور تم سب سے پہلے اس کے منکر نہ ہو۔ تمہیں تو سب سے پہلے ایمان لانا چاہیئے تھا. کیونکہ سب سے پہلے تورات ہی نے رسول اکرم ﷺ کی بعثت کی بشارت دی ہے. اور تم اہل کتاب ہو تورات تم نے پڑھی ہے. اب دیدہ و دانستہ انکار کرنا بہت سنگین جرم ہے. اگر اہل مکہ نے انکار کیا تو وہ جاہل اور ان پڑھ ہیں. تم اہل کتاب ہو. تمہارا انکار خطرناک ہے۔ ﴿ ولا تشتروا بآیتی ثمناً قلیلا ﴾ میری آیتوں پر معمولی رقم نہ لیا کرو۔

نبی آخر الزمان ﷺ کیلئے یہود کی دعائیں :

پہلے یہودی دعائیں مانگتے رہے. جب یہودی یمن میں دشمن کے ہاتھوں مغلوب ہوئے تو اکثر وہاں سے مدینہ منورہ چلے آئے. کیونکہ ان کو آسمانی کتابوں سے معلوم ہوگیا تھا کہ نبی آخر الزمان ﷺ کا مستقر مدینہ منورہ ہوگا. وہ مدینہ منورہ آگئے اور دعائیں مانگنے لگیں کہ اے ہمارے مولا! ہم کو نبی آخر الزمان ﷺ اور اس پر جو کتاب نازل ہوگی ان کی برکت سے دشمنوں پر غلبہ نصیب فرما. مگر جب آپ ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے اور انہوں نے وہ تمام نشانیاں جو تورات نے بتلادی تھیں. نبی کریم ﷺ میں دیکھ لیں تو انکار کرنے لگے۔ ﴿ ولما جاء ھم کتٰب من عند اللہ مصدق لما معھم وکانوا من قبل یستفتحون علی الذین کفروا فلما

جاء هم ما عرفوا كفروا به ﴾ (سورۃ البقرۃ آیت:۸۹)۔ یہودی دنیا کی لالچ میں آکر نبی کریم ﷺ کے نبوت و رسالت کے منکر ہوگئے اگر یہودی علماء نبی کریم ﷺ پر ایمان لاتے تو دنیا و آخرت کے منافع کما لیتے اور وہ علماء من امة محمد ﷺ بن جاتے ان کا وقار بھی بڑھ جاتا۔ اور اپنی کتابوں کی بشارت کی تصدیق بھی کر لیتے۔

﴿ ولا تشتروا بآياتی ثمنا قليلا ﴾ لوگوں سے رشوتیں لیکر آیات تورات کو تبدیل نہ کرو۔ ﴿ واياى فاتقون ﴾ خاص کر مجھ سے ڈرا کرو۔ پہلے فارھبون تھا اب یہاں فاتقون ہے۔ یعنی اب اس دین محمدی میں تقوی ہے۔ رہبانیت نہیں ہے۔

﴿ ورهبانية ابتدعوها ما كتبنها عليهم الا ابتغاء رضوان الله فما رعوها حق رعايتها ﴾ (سورۃ الحدید آیت:۲۷) اس امت محمدیہ کی رہبانیت جہاد ہے۔ ﴿ وعليك بالجهاد فانه رهبانية الاسلام ﴾ یہودیوں نے رہبانیت کی بدعت ایجاد کی۔ گوشہ نشین بن کر اپنے کو تارک الدنیا سمجھتے تھے۔ اور در پردہ مختلف جرائم کا ارتکاب کیا کرتے تھے۔ اسلام نے ایسی درویشی اور ملنگی سے منع فرمایا ہے۔ مسند احمد میں ہے۔ (انّ الرهبانية لم تكتب علينا)

تورات میں بشارتیں :

﴿ ولا تلبسوا الحق بالباطل وتكتموا الحق وانتم تعلمون ﴾ اور سچ میں جھوٹ نہ ملاؤ اور جان بوجھ کر حق کو نہ چھپاؤ۔ نبی کریم ﷺ کے متعلق تورات میں جو پیشگوئیاں اور بشارتیں دی گئی ہیں ان کو نہ چھپاؤ...... ﴿ وانتم تعلمون ﴾ اور تم جانتے ہو کہ یہ نبی آخر الزمان ﷺ ہے۔ حضرت عبداللہ بن سلام ؓ نے جب نبی کریم ﷺ کے چہرۂ انور کو دیکھا تو فوراً اسلام لے آئے اس نے ان کے چہرہ میں وہ نشانیاں دیکھیں، جن کے بارے میں تورات نے نشاندہی کی تھی۔

اس سے پتہ چلا کہ یہود کا کفر عناد پر مبنی تھا۔ جہالت کی وجہ سے نہیں تھا۔

دنیاوی مفادات کو ملحوظ رکھ کر نبی کریم ﷺ کی رسالت اور قرآن مجید کی حقانیت کا انکار کیا۔ ﴿ واقيموا الصلوة واتوا الزكوة واركعوا مع الركعين ﴾ نماز قائم کرو اور زکوۃ ادا کرو اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کیا کرو۔ سابقہ ادیان میں باجماعت نماز نہیں تھی اور یہودیوں کی نماز میں رکوع نہیں تھا۔ پھر یہودیوں کو تنبیہ کی گئی کہ اب نماز شریعت محمدی کے مطابق پڑھا کرو۔

﴿ اتامرون الناس بالبر وتنسون انفسكم وانتم تتلون الكتب افلا تعقلون ﴾ اب یہودی علماء کو خطاب کر کے تنبیہ کی گئی کہ تم لوگوں کو نیکی کرنے کا حکم کرتے ہو اور خود نیکی نہیں کرتے حالانکہ تم تورات پڑھتے ہو۔ نبی کریم ﷺ کی رسالت پر ایمان نہیں لاتے۔ ﴿ افلا تعقلون ﴾ کیا تم اپنی غلطی کو نہیں جانتے۔ ﴿ واستعينوا بالصبر والصلوة ﴾ اے علمائے یہود! تمہیں اگر یہ خطرہ ہے کہ ہم اگر محمد مصطفی ﷺ پر ایمان لائیں گے تو اپنی قوم میں ہماری وجاہت اور سیادت ختم ہو جائیگی تو آپ کو صبر سے کام لینا ہوگا اللہ تعالی تمہاری مدد فرمائیگا۔

﴿ ان تنصروا الله ينصركم ويثبت اقدامكم ﴾ (سورۃ محمد آیت:۷) تمہیں منافع دنیوی کے زائل ہونے کا اندیشہ ہے۔ ذرا صبر کر کے اور اللہ تعالی کی ذات پر توکل کر کے دیکھ لیں کہ تمہیں عزت نصیب ہوتی ہے یا نہ...... ﴿ وانها لكبيرة ﴾ یہ صبر کرنا اور اللہ تعالی پر بھروسہ کرنا بظاہر مشکل کام ہے۔ یا نماز پڑھنا مشکل کام ہے یا یہ دونوں (صبر اور نماز) بظاہر مشکل نظر آتے ہیں۔

مگر اللہ تعالی سے ڈرنے والوں کو یہ مشکل معلوم نہیں ہوتے بلکہ ان کو صبر واستقامت اور نماز سے سکون و راحت نصیب ہوتی ہے۔ وہ لوگ جو اللہ تعالی کو راضی کرنا چاہتے ہیں وہ اعتماد علی اللہ اور تعلق باللہ کے حصول کیلئے نماز کو ذریعہ بناتے ہیں۔ اور یہ چیزیں بزرگوں کی صحبت سے نصیب ہوتی ہیں۔ "میوہ از میوہ رنگ می گیرد"۔

نہ کتابوں سے نہ وعظوں سے نہ زر سے پیدا

دین ہوتا ہے بزرگوں کی نظر سے پیدا

﴿الذین یظنون أنهم ملقوا ربهم وأنهم إليه راجعون﴾ یہ الخشعین کے لئے صفت ہے اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے وہی ہیں جن کو یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف ان کو لوٹ کر جانا ہے۔

۱۳ رمضان المبارک ۱۳۷۸ھ

﴿یبنی إسرائیل اذکروا نعمتی التی انعمت علیکم وأنی فضلتکم علی العالمین﴾

یہ چھٹا رکوع ہے۔

اس کا عنوان عام: "تذکیر بآلاء اللہ اور تذکیر بما بعد الموت سے یہود کو دعوت اہل الکتاب اور یہود کا بدوی اور قروی زندگی میں فیل ہونا"

ماخذ: پہلی آیت سے تذکیر بآلاء اللہ

واتقوا: دوسری آیت سے تذکیر بما بعد الموت

وإذ نجینکم: تیسری آیت میں تذکیر بآلاء اللہ

وإذ فرقنا: چوتھی آیات میں تذکیر بآلاء اللہ

وإذ وعدنا: پانچویں آیت میں تذکیر بآلاء اللہ

ثم عفونا: چھٹی آیت میں تذکیر بآلاء اللہ

وإذ اٰتینا: ساتویں آیت میں تذکیر بآلاء اللہ

ثم بعثنکم: آٹھویں آیت میں تذکیر بآلاء اللہ

بدوی زندگی میں فیل ہونے کا ماخذ: ﴿وظللنا علیکم الغمام﴾ الآیۃ

قروی زندگی میں فیل ہونے کا ماخذ: ﴿وإذ قلنا ادخلوا هذه القرية﴾ الآیۃ۔

﴿فبدل الذین ظلموا﴾ الآیۃ۔

گویا چار چیزیں یہاں بیان کی گئیں

۱)۔ تذکیر بآلاء اللہ

۲)۔ تذکیر بمابعد الموت

۳)۔ بدوی زندگی میں مخل ہونا

۴)۔ قروی زندگی میں مخل ہونا

اب آپ ترتیب آیات کے بارے میں غور کریں. میں پہلے عرض کر چکا ہوں کہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں تذکیرات کے تین اقسام ہیں. شاہ صاحب نے لکھا ہے. (علوم القرآن خمسة. ۱). علم الأحکام. ۲). علم المناظرة. ۳). علم التذکیر بآلاء اللّٰہ. ۴). علم التذکیر بایام اللّٰہ. ۵). علم التذکیر بما بعد الموت.

علم المناظرہ قرآن مجید میں فرق اربعہ کے ساتھ ہے. یہود، نصاریٰ، مشرکین، منافقین. قرآن مجید ان چاروں فرقوں کے باطل عقیدوں کی تردید کرتا ہے۔

تذکیر بآلاء اللّٰہ: ان آیات ﴿ فاذکروا ءالاء اللّٰہ لعلکم تفلحون ﴾ (سورۃ الاعراف آیت:۶۹) اسی طرح ﴿ فاذکروا ءالاء اللّٰہ ولا تعثوا فی الأرض مفسدین ﴾ (سورۃ الاعراف آیت:۷۴) اسی طرح ﴿ فبای ءالاء ربک تتماری ﴾ (سورۃ النجم آیت:۵۵) اور اسی طرح ﴿ فبای ءالاء ربکما تکذبان ﴾ (سورۃ الرحمٰن آیت:۱۳) سے ثابت ہے۔

اور تذکیر بایام اللّٰہ ﴿ فھل ینتظرون إلا مثل أیام الذین خلوا من قبلھم ﴾ (سورۃ یونس آیت:۱۰۲) اور ﴿ وذکرھم بأیام اللّٰہ ﴾ (سورۃ ابراھیم آیت:۵) سے ثابت ہے اور ﴿ قل للذین ءامنوا یغفروا للذین لا یرجون أیام اللّٰہ لیجزی قوما بما کانوا یکسبون ﴾ (سورۃ الجاثیہ آیت:۱۴) تذکیر بایام اللّٰہ میں اقوام سابقہ کے حالات بیان ہوتے ہیں کہ انہوں نے اپنے پیغمبروں کی نافرمانی کی تو ان کو ہلاک کیا گیا. تذکیر بمابعد الموت میں موت کے بعد جو حالات پیش آنے والے ہیں

ان کو بیان کیا جاتا ہے. جیسے ﴿ کیف تکفرون باللّٰہ وکنتم أمواتا فأحیاکم ثم یمیتکم ثم یحییکم ثم إلیہ ترجعون ﴾ (سورۃ البقرۃ آیت:۲۸) جیسے ﴿ واتقوا یوما لا تجزی نفس عن نفس شیئا ولا یقبل منھا شفٰعة ولا یؤخذ منھا عدل ولا ھم ینصرون ﴾ (سورۃ البقرۃ آیت:۴۸) جیسے ﴿ ألم تکن ءایٰتی تتلیٰ علیکم فکنتم بھا تکذبون. قالوا ربنا غلبت علینا شقوتنا وکنا قوما ضالین. ربنا أخرجنا منھا فإن عدنا فإنا ظٰلمون. قال اخسئوا فیھا ولا تکلمون ﴾ (سورۃ المؤمنون آیت:۱۰۵۔۱۰۷)

یہ تمام آیات تذکیر بمابعد الموت کے لئے ہیں. اسی طرح احادیث میں بھی کئی احادیث تذکیر بمابعد الموت کیلئے بیان کئے گئے ہیں. جیسے ﴿ استنزھوا من البول فإن عامة عذاب القبر منہ ﴾ پیشاب سے بچتے رہو کیونکہ اکثر عذاب قبر اسی وجہ سے ملتا ہے۔

﴿ وأنی فضلتکم علی العٰلمین ﴾ میں نے تمہیں تمام لوگوں پر فضیلت دیدی ہے۔ بنی اسرائیل دنیا میں تمام لوگوں پر افضل تھے، جب انہوں نے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی نبوت کا انکار کیا اور قرآن مجید کی تکذیب کی تو مغضوب علیہم بن گئے. ایمان کا لانا بھی فضل ایزدی ہے. جسے چاہے اس فضیلت سے نوازدے. دنیا میں دو ہی مقام ہیں عزت کے لحاظ سے، ایک مقام ہے سلطنت کا دنیاوی نقطۂ نگاہ سے. اور دوسرا مقام ہے نبوت کا اخروی نقطۂ نگاہ سے. بنی اسرائیل کو اللہ تعالیٰ نے یہ دونوں نعمتیں عطا فرمائی تھیں. سورۃ مائدۃ میں ہے. ﴿ وإذ قال موسیٰ یٰقوم اذکروا نعمة اللّٰہ علیکم إذ جعل فیکم أنبیاء وجعلکم ملوکا وءاتٰکم ما لم یؤت أحدا من العٰلمین ﴾ (سورۃ المائدۃ آیت:۲۰) سارے جہان پر فضیلت اس بنا پر کہ بادشاہی بھی ان کے خاندان میں اور نبوت بھی ان کے گھر میں ﴿ ذٰلک الکتاب ﴾

سے بات چلی ہے۔ کہ یہ قرآن مجید اللہ تعالیٰ ہی کی کتاب ہے۔ اس پر ایمان لے آؤ۔ ابتدائے سورت میں یہ کتاب لاریب فیہ میں یہود کو دعوت اہل الکتاب دی گئی تھی۔ اب یہاں بھی دعوت اہل الکتاب ہے۔ تذکیر بالاء اللہ سے دعوت دی جارہی ہے۔ اے بنی اسرائیل! تم شہزادے بھی ہو تمہارے بڑے سلاطین اور ملوک تھے، تم نبی زادے بھی ہو تمہارے اسلاف واکابر انبیاء ومرسلین تھے تمہیں خلاف نہیں کرنا چاہئے۔ خاندانی شرافت اور وجاہت کا تقاضا یہ ہے کہ حق بات کو تسلیم کرلیا جائے حق سے انکار وہی کرتا ہے جس کی طبیعت میں ضد اور شرارت ہو۔

﴿واتقوا یوماً لا تجزی نفس عن نفس شیئاً ولا یقبل منہا شفعۃ ولا یؤخذ منہا عدل ولا ہم ینصرون﴾ اگر تم باوجود ان عظیم الشان نعمتوں کے (تذکیر بالاء اللہ) اس قرآن مجید پر ایمان نہیں لاتے تو اس دن کا خیال رکھو جس دن ہر مجرم اپنی جرم کی پاداش بھگتے گا پھر یاد رکھو وہ اتنا ہولناک اور ہوش ربا دن ہے جس میں شفاعت وغیرہ کام نہ آئیگی۔ مجرم کو سزا سے بچانے کیلئے چار صورتیں ہیں اللہ تعالیٰ یہاں ان چاروں صورتوں کی نفی کرتا ہے۔ کہ قیامت کے دن یہ چار صورتیں ناکام ہو جائیں گے۔

ایک صورت یہ ہے کہ مجرم کے بدلے دوسرے آدمی کو پکڑا جائے۔ دیہاتی ایسا کرتے ہیں کہ بناؤٹی مجرم کو پیش کردیتے ہیں کہ جرم اس شخص نے کیا ہے۔ جج بھی اندھے ہوتے ہیں۔ پولیس کے پہلے بیان کو سن لیتے ہیں۔ قتل ایک نے کیا اور پکڑا دوسرے کو۔

دوسری صورت یہ ہے کہ حاکم اوپر والوں کی سفارش کے دباؤ سے مجرم کو چھوڑ دیتے ہیں۔

تیسری صورت یہ ہے۔ کہ جرمانہ ادا کرنے سے مجرم کو رہائی مل جاتی ہے۔

چوتھی صورت یہ ہے۔ کہ مجرم کے مددگار اور اہل قبیلہ طاقتور ہوتے ہیں وہ اپنی قوت استعمال کرکے مجرم کو چھڑا لیتے ہیں۔ جیسے ہمارے پٹھان اور قبائلی لوگ شب خون مارتے ہیں پہرے دار اور چوکیدار کو مار کر قیدی کو قید وبند سے رہا کردیتے ہیں۔

﴿واتقوا یوماً لا تجزی نفس عن نفس﴾ تذکیر بما بعد الموت ہے کہ قیامت کے دن سے ڈرو۔ وہاں ان چار طریقوں سے مجرم کو رہائی کی صورت نہیں ہوگی۔

فرعون کا پریشان کن خواب :

﴿واذ نجینکم من ال فرعون یسومونکم سوء العذاب یذبحون ابناءکم ویستحیون نساءکم وفی ذلکم بلاء من ربکم عظیم﴾ فرعون نے ایک پریشان کن خواب دیکھا تھا نجومیوں سے اس خواب کی تعبیر پوچھی انہوں نے تعبیر بیان کی کہ بنی اسرائیل میں ایک بچہ پیدا ہوگا وہ جب بڑا ہوگا تو اس کی وجہ سے تیری سلطنت ختم ہو جائیگی۔ چنانچہ فرعون نے اپنے ملک میں فرمان جاری کیا کہ آج کے بعد بنی اسرائیل میں جو بھی لڑکا پیدا ہو اس کو قتل کردیا جائے اور بیٹی کو زندہ چھوڑ دیا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پیدا کیا اور پھر اپنی حفاظت سے اسے محفوظ فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی والدہ محترمہ کے دل کو مضبوط کردیا اس نے بڑی شجاعت سے کام لیا ورنہ ہر روز پولیس اعلان کرتی تھی کہ اگر کسی کے گھر بیٹا پیدا ہوا اور ہمیں اطلاع نہ دیں تو ہم سب خاندان کو ختم کردیں گے۔

﴿وفی ذلکم بلاء من ربکم عظیم﴾۔ "ذلکم" کے اشارہ میں مفسرین کے تین اقوال ہیں۔ یا تو یہ اشارہ ذبح کو ہے۔ یا یہ اشارہ نجات کو ہے یا یہ دونوں کی طرف اشارہ ہے۔ اگر ذبح کی طرف اشارہ ہو تو بلاء کے معنی مصیبت کے ہوں گے

کیونکہ لڑکوں کو ذبح کرنے میں بنی اسرائیل کے لئے بہت بڑی مصیبت تھی کہ جب ایک قوم کے لڑکوں کو مار دیا جائے اور لڑکیوں کو زندہ چھوڑ دیا جائے تو چند سالوں میں لڑکیاں نوجوان ہو جائینگی اور اسی قوم میں تو نوجوان نہیں ہونگے تو قبطیوں کے نوجوانوں سے ان کی شادیاں ہونگیں یا قبطی لوگ ان کو اپنی لونڈیاں بنا دیں گے. تو ان سے جو اولاد پیدا ہوگی. وہ قبطی کہلائیں گے. کیونکہ نسب کی نسبت باپ کی طرف ہوتی ہے نہ کہ ماں کی طرف تو گویا فرعون بنی اسرائیل کے نسب کو جڑ سے ختم کرنے والا تھا اور اگر "ذلکم" کا اشارہ نجات کی طرف ہے تو پھر بلاء کے معنی نعمت کے ہوں گے. اور اگر دونوں کی طرف اشارہ ہو تو پھر بلاء کے معنی امتحان کے ہوں گے اللہ تعالیٰ کبھی مصائب کے ذریعے اپنے بندوں کا امتحان لیتا ہے اور کبھی نعمتوں کے ذریعے.

حضرت موسیٰ کی دعا سے طوفان دور ہو گئے :

﴿واذ نجینکم من ء ال فرعون﴾ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کو کہا کہ بنی اسرائیل کو میرے ساتھ چھوڑ دیں کہ وہ اپنے پدری وطن شام کو چلے جائیں. فرعون نے انکار کیا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کو کہا. اگر بنی اسرائیل کو میرے ساتھ نہیں چھوڑتے تو تمہارے اوپر اللہ تعالیٰ عذاب نازل فرمائیگا. چنانچہ شدید بارشوں اور سیلابوں کا طوفان آیا فرعون اور اس کے وزراء گھبرا کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئے اور منت سماجت کی کہ خدارا دعا فرمائیں کہ یہ عذاب دور ہو جائے پھر ہم بنی اسرائیل کو چھوڑ دیں گے. حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا سے اللہ تعالیٰ نے طوفان دور کر دیا مگر فرعون نے وعدہ خلافی کی. پھر ان پر دوسرا عذاب جوؤں کا نازل ہوا. ہر جگہ جوئیں ان پر مسلط ہوئیں پھر آگئے اور منت سماجت کی. پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دعا فرمائی اسی طرح مختلف عذاب آتے رہے. ﴿فارسلنا علیھم الطوفان والجراد والقمل والضفادع والدم ءایت مفصلت فاستکبروا وکانوا قوماً

مجرمین﴾ (سورۃ الاعراف آیت: ۱۳۳) ہم نے ان پر طوفان ٹڈی اور جوئیں مینڈک اور خون کی نشانیاں بھیج دیں پھر بھی وہ تکبر کرتے رہے. ٹڈی اتنے زیادہ کہ ان کے فصلوں درختوں کو ختم کیا اور ہر جگہ ان کے کھانے پینے کی برتنوں میں ٹڈی. اسی طرح مینڈک اور اسی طرح خون ان کے مٹکوں میں بجائے پانی کے خون ہوتا تھا ایک قبطی شدت پیاس کی وجہ سے بنی اسرائیلی کی گھر آ کر اس سے پانی مانگتا تھا. بنی اسرائیلی کہتا تھا کہ لو ہمارے برتنوں سے پانی. برتن میں پانی ہوتا مگر جب قبطی اپنے برتن میں ڈالتا وہ خون بن جاتا تھا. ان تمام نشانیوں کے باوجود یہ لوگ اپنی فرعونیت سے باز نہیں آتے تھے.

﴿ولما وقع علیھم الرجز قالوا یموسی ادع لنا ربک بما عھد عندک لئن کشفت عنا الرجز لنؤمنن لک ولنرسلن معک بنی اسرائیل﴾ جب بھی قبطیوں پر عذاب نازل ہوتا تو موسیٰ علیہ السلام سے مطالبہ کرتے کہ ہمارے لئے دعائیں فرمائیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تیری دعاؤں کی قبولیت کا وعدہ آپ کے ساتھ کیا ہے اگر آپ نے یہ عذاب دور کر دیا تو ہم آپ پر ایمان لے آئیں گے. اور تیرے ساتھ بنی اسرائیل کو جانے کی اجازت دیں گے.

﴿فلما کشفنا عنھم الرجز الی أجل ھم بالغوہ إذا ھم ینکثون﴾ جب ہم ان سے عذاب کو ایک مدت تک دور کرتے تو پھر وہ اپنے وعدوں کو توڑ ڈالتے تھے. آخر میں ان کو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ڈرایا اور کہا کہ اب بھی اگر بنی اسرائیل کو نہیں چھوڑتے تو پھر ہر ایک قبطی کا بڑا بیٹا طاعون سے ہلاک ہوگا. تب سب قبطی فرعون کو مجبور کرنے لگے کہ بنی اسرائیل کو جانے دیں ورنہ ہر گھر میں ماتم ہوگا. بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ ہر گھر میں بڑا بیٹا طاعون سے ہلاک ہوا قبطیوں میں طاعون سے لاکھوں نوجوان مرگئے. وہ اس قیامت خیز وبا میں مشغول ہوگئے اور راتوں رات حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو مصر سے نکالا فرعون اور اس کے وزراء جب ہوش میں

آئے اور دیکھا کہ بنی اسرائیل غائب ہیں تو عظیم جرار لشکر کو روانہ کیا۔ یہاں حضرت موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام اور بنی اسرائیل بحر قلزم کو پہنچ گئے تھے۔ دیکھا تو فرعونی لشکر لاکھوں کی تعداد میں تیز رفتار گھوڑوں پر ان کے تعاقب میں آرہے ہیں۔

بحیرۂ قلزم میں بارہ راستے :

﴿فلما ترء الجمعان قال اصحب موسیٰ انا لمدرکون﴾ (سورۃ الشعراء آیت:۶۱) پھر جب بنی اسرائیل اور فرعونی لشکر ایک دوسرے کے آمنے سامنے نظر آئے تو بنی اسرائیل نے موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کو کہا کہ ہم تو پکڑے گئے۔ اتنے بڑے لشکر سے ہم کیسے بھاگ سکیں گے۔ آگے ناپیدا کنار سمندر اور پیچھے یہ بڑا لشکر تیزی سے آرہا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے ان کو تسلی دی، کہ گھبرانے کی بات نہیں۔ میرا پروردگار میرے ساتھ ہے وہ مجھے نجات کا راستہ بتلادیگا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بذریعہ وحی حکم دیا کہ اپنی لاٹھی سے دریا کو مار۔ موسیٰ علیہ السلام نے دریا کو لاٹھی سے مارا اس میں بارہ راستے بن گئے۔ بنی اسرائیل میں بارہ قبیلے تھے۔ ہر ایک قبیلے کے لئے جدا راستہ ﴿فکان کل فرق کالطود العظیم﴾ (سورۃ الشعراء آیت:۶۳) پھر پانی کا ہر ٹکڑا بڑے ٹیلے کی طرح ہو گیا۔ پانی جم گیا جس طرح برف جم جاتا ہے۔ ادھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم ان بارہ راستوں کے ذریعہ بحر قلزم سے پار ہو گئی۔ بنی اسرائیل کے آخری آدمی کا نکلنا تھا اور ادھر فرعون اور اس کا لشکر بحر قلزم کے کنارے پہنچا اور ان خشک راستوں پر چلنے لگے۔

﴿وازلفنا ثم الآخرین﴾ ہم نے وہاں دوسروں کو پہنچادیا یعنی فرعونی لشکر وہاں پہنچ گئے۔ بعض نے لکھا کہ فرعون کا گھوڑا ڈر رہا تھا اور خشک راستہ پر قدم رکھنے کیلئے آمادہ نہیں ہو رہا تھا۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام گھوڑے پر سوار آیا اور اس نے اپنا گھوڑا خشک راستے پر ڈالدیا۔ اس کے پیچھے فرعون کا گھوڑا بھی روانہ ہوا اور سب گھوڑے ان

راستوں پر رواں دواں ہوئے۔ جب تمام لشکر سمندر کے لپیٹ میں آگیا تو اللہ تعالیٰ نے پانی کو حکم دیا۔ سمندر دوبارہ ٹھاٹھیں مارتا ہوا بہنے لگا۔ اب لشکر سمندر میں غرق ہوا۔ ﴿و اغرقنا ءال فرعون وانتم تنظرون﴾ تم بحیرۂ قلزم کے پار ہو کر دیکھ رہے تھے۔ کہ فرعون اور اس کا لشکر ڈوب رہا تھا۔

بنی اسرائیل کو آزادی کے بعد تورات ملی :

﴿واذ وعدنا موسیٰ اربعین لیلۃ ثم اتخذتم العجل من بعدہ وانتم ظلمون﴾۔ یہ بھی تذکیر بآلاء اللہ ہے۔ کہ ہم نے موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ چالیس رات کا وعدہ کیا کہ تمہیں فرعون کے غلامی کے بعد آزادی کی نعمت سے نوازا۔ تو پھر تمہیں مستقل آسمانی کتاب تورات کو نازل کرنے کیلئے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کوہ طور پر طلب کیا۔ تم اس کے جانے کے بعد بچھڑے کی عبادت میں لگ گئے تم بڑے ظالم ہو

﴿وکذلک حملنا اوزاراً من زینۃ القوم فقذفنھا فکذلک القی السامری ۔ فاخرج لھم جسداً لہ خوار فقالوا ھذا الھکم والہ موسیٰ فنسی﴾ (سورۃ طٰہٰ آیت: ۸۷۔۸۸) بنی اسرائیل کی عورتوں نے قبطیوں کی عورتوں سے بطور عاریت زیورات لے لئے تھے۔ جب بحیرۂ قلزم سے بنی اسرائیل پار ہوئے اور انہوں نے قبطیوں کو اپنے آنکھوں سے دیکھا کہ وہ سمندر میں ڈوب گئے۔

سامری نے بچھڑا بنایا :

تو ان کی عورتوں کو ان زیورات کے بارے میں بڑی پریشانی ہوئی۔ مشورہ ہوا کہ ان زیورات کو پھینک دیا جائے۔ سامری نے سب زیورات لیکر آگ میں پگلا کر اس سے بچھڑا بنادیا۔ اور بنی اسرائیل کو کہنے لگا کہ یہ تمہارا خدا ہے اور موسیٰ علیہ السلام کا بھی یہی معبود ہے۔ موسیٰ علیہ السلام بھول گیا ہے اپنے معبود کو۔ سامری نے فرشتہ کو گھوڑے پر سوار دیکھا تو گھوڑے کے پاؤں کے نیچے سے ایک مٹھی بھر مٹی اٹھا کر اپنے ساتھ رکھدی اور

زیورات سے جو بچھڑا بنایا اسی میں ڈالدی اس سے بچھڑے کی طرح آواز نکلتی تھی لوگوں کو ورغلایا کہ یہ تمہارا معبود ہے .... ﴿فقبضت قبضة من اثر الرسول فنبذتها﴾ (سورۃ طٰہٰ آیت ۹۶) ﴿ثم عفونا عنكم من بعد ذلك لعلكم تشكرون﴾ قاعدہ یہ ہے کہ مرتد کی سزا قتل ہے۔ بنی اسرائیل میں سے بعض نے خدا کی عبادت چھوڑ کر گوسالہ اور بچھڑے کی عبادت شروع کی۔ یہ لوگ واجب القتل تھے مگر اللہ تعالیٰ نے درگذر فرمائی ورنہ اس شرک کی وجہ سے یہ لوگ فی الفور ہلاک کرنے کے مستحق تھے۔

﴿واذ اتينا موسى الكتب والفرقان لعلكم تهتدون﴾
یہاں بھی تذکیر بآلاء اللہ ہے۔ اور جب ہم نے موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تورات دیدی اور حق وناحق کے درمیان فیصلہ کن احکام دئے تاکہ تم سیدھے راستے پر چلنے لگو۔ (الفرقان: ای: الفارق بين الحق والباطل)۔ یا تو خود تورات فارق بین الحق والباطل ہے۔ یا اس سے مراد وہ معجزات ہیں جن کی وجہ سے جھوٹے اور سچے میں تمیز اور فرق ہوتا ہے۔ یا اس سے مراد وہ قوت ہے جس کی وجہ سے دلوں میں حقانیت آجاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے مقبول بندوں کو جب ہدایت پھیلانے کی توفیق دیتا ہے۔ وہ مقبول بندے جہاں کہیں بھی چلے جاتے ہیں۔ لوگ کہتے ہیں کہ چلو فلاں شیخ سے بیعت کرلیں قدرتی طور پر لوگوں کے اندر یہ افواہ پھیل جاتی ہے۔ کہ فلاں جگہ بزرگ عالم آیا ہے۔ میرے حضرت دین پور تشریف لے گئے تو سکھوں نے بھی بیعت کرلی بعض کافروں میں بھی شرافت طبعی نادر الوقوع ہوتی ہے۔

ایک ہندو کی حق گوئی :

ایک دفعہ میں ڈیرہ غازی خان چلا گیا تھا بعض احباب نے فرمایا کہ یہاں ایک ہندو ہے۔ جو روزانہ عدالت میں پھرتا رہتا ہے اور باآواز بلند کہتا رہتا ہے۔ کہ جس کا ضامن

نہ ہو میں اس کی ضمانت کرونگا وہ ہندو تقریر بھی کرتا ہے اور اسمیں قرآن مجید کی آیتیں بھی پڑھتا ہے۔ مسلمانوں کو کہتا ہے کہ جھوٹی شہادت نہ دیا کریں۔ اللہ تعالیٰ سے ڈریں تو میں عرض کر رہا تھا کہ اہل اللہ کے بارے میں قدرتی طور پر لوگوں کے دلوں میں محبت وعقیدت پیدا ہو جاتی ہے۔ یہ میں شاہ صاحبؒ کے فلسفے کے مطابق کہتا ہوں کہ اوپر سے اعلان ہوتا ہے کہ یہ اللہ والا ہے۔ عالم لاہوت سے عالم جبروت کو پھر وہاں سے عالم ناسوت۔ پھر فطرت سلیمہ اس کا عکس لیتے ہیں اور پروانوں کی طرح لوگ ان اللہ والے پر جمع ہو جاتے ہیں۔

کیا واقعی سامری نے فرشتے کے گھوڑے کے ٹاپوں کے نیچے والی مٹی کو اٹھایا تھا؟ پھر اس بچھڑے کے اندر ڈال کر اس سے گوشت پوست اور خون والا بچھڑا بن گیا تھا؟ یا یہ اس کی جھوٹی باتیں ہیں؟ محققین کہتے ہیں کہ سامری کلا اب تھا۔ بچھڑے کو اس نے مجوف بنا دیا تھا اس کے منہ میں جب ہوا داخل ہو جاتی اور دبر کے سوراخ سے نکلتی تو اس سے ایک آواز نکلتی تھی۔ جس طرح اب اگر کسی بڑے پائپ میں زوردار ہوا داخل ہو اور دوسری طرف سے نکلے تو شاں شاں کی آواز سنائی دیتی ہے۔

﴿واذ قال موسى لقومه يقوم انكم ظلمتم انفسكم باتخاذكم العجل فتوبوا الى بارئكم فاقتلوا انفسكم ذلكم خير لكم عند بارئكم فتاب عليكم انه هو التواب الرحيم﴾ اب یہاں بنی اسرائیل کی بدوی زندگی کا بیان ہے۔ میں پہلے مبادی میں ذکر کر چکا ہوں۔ کہ حضرت شاہ ولی اللہؒ کے فلسفے کی روشنی میں بیان کرونگا۔ حضرت شاہ صاحبؒ دیوبندیوں کے ہاں مسلم التعظیم ہیں۔

بنی اسرائیل کی بدوی زندگی :

شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ ہمیشہ ترقی یافتہ اقوام پہلے بدوی زندگی بسر کرتی

ہیں۔اس کے بعد قروی زندگی اور پھر شہری زندگی میں آتی ہیں۔یہ تین درجے یکے بعد دیگرے ترقی کیلئے ہیں۔ بدوی زندگی میں تکلفات نہیں ہوتے جنگل میں رہنے والی قوم قدرتی اشیاء سے بسر اوقات کرتی ہیں۔ بدوی زندگی میں خیمے ہوتے ہیں۔ درختوں کے سایہ میں گذر اوقات ہوتا ہے۔پھر قروی زندگی میں چھوٹے گھر ہوتے ہیں قروی زندگی میں بہ نسبت بدوی زندگی کے کچھ معمولی تکلفات ہوتے ہیں۔آپ کے ہاں بھی ہوگا۔ ہمارے ہاں پنجاب میں بدوی زندگی میں اتنی کلفتیں نہیں ہوتی۔ دوکان وغیرہ نہیں ہوتے۔پھر قروی زندگی میں چھوٹے گھر ہوتے ہیں۔وہ دیہاتی لوگ معمولی چیزیں ایک دکان سے خریدتے ہیں۔مٹی کا تیل، نمک، صابن، اجوائن وغیرہ۔ چندرہ سولہ گھروں کی بستی میں کون دوکان کر کے گذر اوقات کرسکتا ہے۔قصبہ میں پھر ضروریات زندگی میں کچھ ترقی ہوتی ہے۔

مولانا فضل حق اہل حدیث کا بیان :

ہمارے ایک دوست تھے مولانا فضل حق صاحب جو اہل حدیث تھے۔اسی محلے میں رہتے تھے۔ کہنے لگے کہ ہمارے گاؤں میں جب کسی کا مہمان آتا ہے تو ایک چارپائی اور ایک برتن، پیالہ نمبردار کے گھر سے مانگ لیتے ہیں قصبہ کے بعد شہری زندگی میں ہر قسم کی ترقی ہوتی ہے ہر چیز کے لئے علیحدہ دوکان ہوتا ہے۔ کیونکہ شہر میں رئیس اور چودھری لوگ رہتے ہیں۔دیہات میں ایک قسم کا کھانا۔ دال یا سبزی۔ بدوی لوگ گاجر اور مولی کو درانتی یا رنبے سے کاٹ دیتے ہیں دودھ اور لسی کے ساتھ روٹی کھاتے ہیں اور شہر میں کئی قسم کے کھانے، وہاں دہلی میں گاجروں کے حلوے اور چاول میں فرق نہیں کیا جاسکتا تو یہ تین درجے ہیں۔زندگی کے بدوی۔قروی۔شہری۔

چونکہ بنی اسرائیل نے اپنے اُولوالعزم رسول موسیٰ علیہ السلام کی مخالفت کی اللہ تعالیٰ نے ان کو ایسا ذلیل کیا کہ وہ تینوں زندگیوں میں ناکام اور فیل ہوگئے۔یہ نبی کریم صلی

اللہ علیہ وسلم کے زمانے کے یہود اب سے پیغمبر کی مخالفت نہیں کرتے۔ان کے آباؤ اجداد پہلے ہی سے انبیاء کرام کے مخالف تھے۔اللہ تعالیٰ نے ان کو بار بار تذکیرات ثلاثہ بیان کئے مگر وہ مسلسل انکار کرتے رہے۔حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد بھی بہت سے انبیاء مبعوث ہوئے سب کا انہوں نے انکار کیا۔

بنی اسرائیل نے ایک دن میں چالیس پیغمبر قتل کیے :

﴿ افکلما جاء کم رسول بما لا تھویٰ انفسکم استکبرتم ففریقاً کذبتم وفریقاً تقتلون ﴾ بعض تفاسیر میں ہے کہ بنی اسرائیل نے ایک دن میں چالیس پیغمبر یکے بعد دیگرے ذبح کئے۔﴿ انکم ظلمتم انفسکم ﴾ تم نے اپنے اوپر ظلم کیا تم نے بچھڑے کو معبود بنایا تم بدوی زندگی میں فیل ہوگئے پھر تم نے موسیٰ علیہ السلام سے مطالبہ کیا۔﴿ لن نومن لک حتی نری اللہ جھرۃ ﴾ یہ کتنی گستاخی تھی۔پھر ﴿ وظللنا علیکم الغمام ﴾ وہاں وادی سینا میں مکانات نہیں تھے نہ درختوں کا سایہ تھا اس لق ودق صحراء میں اللہ تعالیٰ نے تم پر بادلوں کا سایہ کردیا۔ اور تمہارے خوراک کیلئے من وسلویٰ (ترنجبین اور بٹیر) کا انتظام فرمایا۔ بدوی زندگی میں ایسا ہوتا ہے۔یہ موسیٰ علیہ السلام کے ساتھی اور صحابہ ہیں۔یہ یہود مدینہ فقط حضرت محمد ﷺ کی مخالفت نہیں کرتے ان کے آباؤ اجداد بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام اور کئی پیغمبروں کی مخالفت کرتے چلے آرہے ہیں۔الولد سرٌ لأبیہ۔

﴿ کلوا من طیبٰت ما رزقنٰکم وما ظلمونا ولکن کانوا انفسھم یظلمون ﴾ عمدہ اور پاکیزہ چیزیں کھاتے رہو انہوں نے ہمارا کچھ نقصان نہیں کیا۔بلکہ خود اپنا ہی نقصان کرتے رہے۔انہوں نے ذخیرہ اندوزی شروع کی کافی بٹیر پکڑ کر ذبح کر لیتے تھے۔پھر ان کا گوشت ویسے سڑ کر خراب ہوجاتا تھا۔نیز انہوں نے ترنجبین اور بٹیر کے بدلے مسور، پیاز لہسن کا مطالبہ کیا۔

منتخب ستر آدمیوں کو کوہ طور پر لے جانا :

﴿واذ قلنا ادخلوا هذه القرية فكلوا منها حيث شئتم رغدا وادخلوا الباب سجدا وقولوا حطة نغفر لكم خطيكم وسنزيد المحسنين﴾ اب اس آیت میں بنی اسرائیل کی قروی زندگی بیان ہو رہی ہے۔ یہ سابقہ آیات کیلئے بطور تتمہ ہے پہلے ذکر کیا گیا کہ ہم نے موسیٰ علیہ السلام پر تورات نازل کیا تم نے مخالفت کی حضرت موسیٰ علیہ السلام فرماتے تھے کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے اپنے ہمکلامی سے نوازا ہے۔ بنی اسرائیل نے کہا کہ ہم نہیں مانتے پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام قوم کے منتخب ستر آدمیوں کو کوہ طور پر لیگئے انہوں نے کوہ طور پر اللہ تعالیٰ کا کلام سنا مگر پھر بھی انکار کرنے لگے اور کہا۔

﴿لن نؤمن لك حتى نرى الله جهرة﴾ کہ ہم ہرگز ایمان نہیں لاتے۔ جب تک ہم خود اللہ تعالیٰ کو سامنے نہ دیکھ لیں۔ اب جب انہوں نے اس قسم کے بیہودہ لایعنی سوال شروع کئے۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان کو آسمانی صاعقہ سے ہلاک کردیا۔ ﴿فاخذتكم الصعقة﴾ حضرت موسیٰ علیہ السلام حیران ہوئے اور بارگاہ الٰہی میں دستِ سوال دراز کئے کہ اے میرے اللہ بنی اسرائیل تو ویسے بھی میرے مخالف ہیں اب تو وہ یہی کہیں گے۔ کہ ان کو کوہ طور پر لیجا کر قتل کردیا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ایسی امت ملی جس سے پناہ ان ستر نمائندوں نے کلام الٰہی سنا مگر ان کو متکلم نظر نہ آیا تو کہنے لگے۔ ﴿لن نؤمن لك﴾ پھر ان کو دوبارہ زندہ فرمایا۔ ﴿ثم بعثنكم من بعد موتكم﴾

موت وحیوٰۃ کا معنیٰ :

حیوٰۃ کے معنی ہیں .... اتصال الروح بالبدن۔ موت کے معنی ہیں انفکاک الروح من البدن۔ تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے انفکاک روح ہوا۔ یہ عارضی

موت تھی اور وہ موت نہیں تھی۔ جس کو فرشتہ لکھ دیتا ہے۔ کہ جب بچے کی تخلیق مادر رحم میں ہوتی ہے کہ اس کی زندگی اتنی ہوگی۔ بحر قلزم سے پار کرانا بھی بڑی نعمت ہے۔

من وسلویٰ کا نزول :

وہاں جنگل میں ضروریات معاش مفقود تھے۔ نہ کھانے کی چیزیں اور نہ پینے کا سامان، حضرت موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کے دعاؤں سے من وسلویٰ کا انتظام فرمایا۔ سایہ کے بادلوں کا سائبان بنایا۔ صحرائے سینا کے ریگستانی علاقے میں جاڑیاں تھیں۔ صبح سویرے ان پر گوند کی طرح سفید چیزیں لگ جاتی تھیں۔ یہ ترنجبین (آئیس کریم) کی عمدہ غذا تھی۔ سلویٰ یعنی بٹیر کا گوشت کھاتے تھے۔ اور اس کے بعد میٹھا حلوہ یا آئیس کریم استعمال کرتے اور بادلوں کے سایہ میں آرام وراحت کی زندگی بسر کرتے رہے۔ یہ تھی بدوی زندگی اس لئے ان قدرتی اشیاء سے گذر اوقات کرتے تھے۔ ﴿وما ظلمونا ولكن كانوا انفسهم يظلمون﴾ سے معلوم ہوتا ہے کہ بنی اسرائیل بدوی زندگی میں بھی ظلم کرتے رہے۔ اپنے پیغمبر کی مخالفت کرتے رہے۔ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی ناشکری کرتے رہے۔ ذخیرہ اندوزی میں مبتلا ہوگئے۔ بٹیر کے گوشت کو ذخیرہ کرتے تھے۔ اس میں تعفن پیدا ہو جاتا ہے۔

مفسرین نے لکھا ہے کہ اس سے پہلے تعفن نہیں تھا۔ جرم انہوں نے کیا اور سزا اب تک چلی آرہی ہے۔ ﴿هذه القرية﴾ بنی اسرائیل قروی زندگی میں بھی فیل ہوگئے۔ یہاں بھی حضرت موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کو تنگ کرتے رہے کہ ہم من وسلویٰ کے کھانے سے تنگ آگئے ہیں۔ ہمیں تو سبزیاں درکار ہیں۔ حکم ملا کہ چلو فلاں قریہ میں چلے جاؤ وہاں سبزیاں ملینگی۔ ﴿وادخلوا الباب سجدا﴾ دروازہ کے اندر سجدہ کی حالت میں داخل ہو جاؤ یعنی سر جھکائے ہوئے تواضع اور انکساری کے ساتھ جیسے رکوع کی حالت ہو۔ ﴿وقولوا حطة﴾ اور زبان پر حطہ کا کلمہ پڑھتے رہو۔ ای: احط

عنا ذنوبنا. اے مولا ہماری گناہوں کو معاف فرما ﴿فبدل الذین ظلموا قولا غیر الذی قیل لھم﴾ فرمودہ خداوندی کے مذاق اڑاتے رہے. بخاری شریف میں ہے یزحفون علی استاھھم. بجائے حالت رکوع کے چوتڑوں کے بل گھسیٹتے ہوئے داخل ہوئے اور حنطة فی شعرة کہتے رہے.

آسمانی عذاب سے ستر ہزار یہود ہلاک ہوئے :

﴿فانزلنا علی الذین ظلموا رجزا من السماء﴾ اللہ تعالیٰ نے ان مسخرا اور مذاق اڑانے والوں پر آسمانی عذاب طاعون نازل فرمایا اور معمولی وقت میں ستر ہزار یہودی ہلاک ہوگئے. ان آیات میں نبی کریم ﷺ کے زمانے میں موجودہ یہودیوں کو دعوت اہل الکتاب ہے. کہ تمہارے بڑے بدوی قروی زندگی میں فیل ہو چکے ہیں. تم اپنے اسلاف سے عبرت حاصل کرو اور قرآنی تعلیمات اور نبوی ارشادات کی مخالفت سے باز آجاؤ.

ساتواں رکوع : ﴿واذ استسقی موسیٰ لقومہ﴾ الآیة.

اس رکوع کا عنوان عام اور موضوع: "بنی اسرائیل کا مصری زندگی میں فیل ہونا".

ماخذ: ﴿واذ قلتم یموسیٰ﴾ الآیة.

یہود شہری زندگی میں بھی فیل ہوئے :

ان آیات میں ثابت کیا جارہا ہے کہ یہود شہری زندگی میں بھی فیل ہوگئے ہیں. یہ شاہ صاحب کی فلسفہ کی باتیں ہیں. آپ نے بدوی قروی اور شہری زندگی کے اصطلاحات جلالین وغیرہ میں نہیں سنے ہوں گے. قوموں کی ترقی ایسی ہی ہوا کرتی ہے. جیسے حجاز کے بادیہ نشینوں نے ترقی کرتے کرتے قیصر وکسریٰ کے تخت وتاج کو تاراج کیا. ﴿واذ استسقی موسیٰ لقومہ﴾ صحرائے سینا میں پانی کا نام ونشان تک نہیں

تھا. انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام سے پانی کا مطالبہ کیا. حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دعا فرمائی. اللہ تعالیٰ نے دعا کو شرف پذیرائی بخشی. حکم ملا.

پتھر سے بارہ چشمے پھوٹ پڑے :

﴿فقلنا اضرب بعصاک الحجر﴾ کہ اپنی لاٹھی کو پتھر پر مارو. حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پتھر پر لاٹھی کو مارا تو بارہ چشمے پھوٹ پڑے. ﴿فانفجرت منه اثنتا عشرة عینا قد علم کل أناس مشربھم﴾ ہر ایک قبیلہ کو اپنا اپنا گھاٹ معلوم تھا. کھانے کیلئے من وسلویٰ اور پینے کیلئے پتھر سے صاف وشفاف پانی کے بارہ چشمے. ﴿کلوا واشربوا من رزق اللہ﴾ کھاتے رہو اور پیتے رہو. رزق خداوندی سے. ﴿ولا تعثوا فی الأرض مفسدین﴾ اور زمین میں فساد نہ پھیلاؤ.

﴿واذ قلتم یموسیٰ لن نصبر علی طعام واحد فادع لنا یخرج لنا مما تنبت الأرض من بقلها وقثائها وفومها وعدسها وبصلها﴾ جب تم نے حضرت موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کو کہا کہ ہم ایک ہی طرح کے کھانے پر ہرگز صبر نہیں کر سکتے. ہمارے لئے اپنے رب سے دعا مانگیں کہ وہ ہمارے لئے زمین سے سبزی ککڑی اور گیہوں اور مسور وپیاز پیدا فرمادے. ﴿قال أتستبدلون الذی ھو أدنی بالذی ھو خیر﴾ تم اعلیٰ طعام کے مقابلہ میں گھٹیا چیزوں کا مطالبہ کرتے ہو. اللہ تعالیٰ کے حکم سے جو چیزیں پیدا ہوئی ہیں لفظ کن سے اس میں روحانیت ونظافت ہوگی وہ غلاظت سے پاک وصاف ہوں گی. آسمانی رزق طیب وطاہر ہے. ان سبزیوں کے پیداوار میں کثافت ہوتی ہے. ان کے حصول میں بھی کبھار ظلم وزیادتی کا ارتکاب ہوتا ہے. زمیندار جب ہل چلاتا ہے تو بیل پر ڈنڈا لگاتا ہے. اور اسے زخمی کردیتا ہے. پھر اس زخم پر اسے دوبارہ مارتا ہے. بیل کا قصور تھوڑا، مار زیادہ یہ ظلم ہے

کرنہیں ہے؟ اس بیل کے ہل چلانے سے جو سبزی اگے گی وہ مخلوط بالظلم ہوگی۔ گدھے پر کھیت کے لئے کھاد لاتے وقت گدھے کی طاقت سے زیادہ بوجھ اس پر ڈالا۔ اسی طرح زمینداری کے مختلف مراحل میں حیوانات اور انسانوں پر ان کی طاقت سے زیادہ کام لیا جاتا ہے۔ ظلم سے پیدا شدہ پیداوار میں تاریکی ہوتی ہے۔

بترس از آہ مظلومان کہ ہنگام دعا کردن

اجابت از در حق بہر استقبال مے آید

حیوانات بھی آہیں نکالتے ہیں۔ بنی اسرائیل ضدی اور عنادی قوم تھی۔ اس نے پیغمبر حضرت موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کی ناصحانہ مشفقانہ توجیہات وارشادات کو قبول نہیں کیا۔ مجھے ایک بات یاد آگئی۔ آج جتنے چیزیں ہم کھانے پینے میں استعمال کررہے ہیں ان میں اکثر حرام ہوتی ہیں۔ مثلاً بکری کا گوشت خریدا اور وہ چوری کی بکری تھی۔ سودی نظام چل رہا ہے۔ رشوتوں کا بازار گرم ہے۔ دودھ میں پانی اور اشیاء خورد ونوش میں ملاوٹ۔ ناپ تول میں کمی تجارت میں دروغ گوئی قدم بقدم حرام کا ارتکاب۔ نمک بھی حرام کا۔ دودھ بھی حرام کا۔ دل کے اندھے کو حرام وحلال میں تمیز نہیں۔ مگر جن کو اللہ تعالیٰ نے بصیرت وبصارت سے نوازا ہے ان کو ان چیزوں کے استعمال سے بے قراری معلوم ہوتی ہے۔ بہت سی چیزیں صورت میں حلال ہیں۔ مگر وہ در حقیقت حرام ہیں۔ نہ عوام کو تمیز ہے اور نہ خواص کو۔ عوام سے مراد انگریزی داں ہیں۔ خواص سے مراد علماء کرام ہیں۔ الا من رحم اللہ مگر جن کو اللہ تعالیٰ نے فراستِ ایمانی سے نوازا ہو۔

بہرحال بنی اسرائیل کے مطالبات کے مطابق ان کو حکم ملا ...... ﴿اھبطوا مصراً فان لکم ما سالتم﴾ کسی شہر میں چلے جاؤ وہاں تمہارے پسند کی سبزیاں مل جائیگی .... ﴿وضربت علیھم الذلۃ والمسکنۃ وباء و بغضب من اللہ﴾ ان پر ذلت اور محتاجی ڈالدی گئی اور غضب الٰہی کے مستحق بنے۔ مصری زندگی میں

بھی وہ ذلیل ہوئے اور ان کو تین سزائیں ملیں۔ نصف آیت میں تین چیزیں ہیں۔ جو سزا ذکر میں پہلے وہ خارجی تحقق میں سب سے موخر ہے۔ اور جو ذکر میں سب سے موخر ہے۔ وہ خارجی تحقق میں سب سے مقدم ہے۔ تین سزائیں ذلت۔ مسکنت۔ باء وا بغضب من اللہ۔ یہ تین سزائیں ان پر کیوں مسلط کی گئی ہیں۔ ﴿ذلک بانھم کانوا یکفرون بایت اللہ ویقتلون النبین بغیر الحق﴾

یہ اس لئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی آیتوں اور نشانیوں کے انکار کرتے رہے اور انبیاء کرام علیہم الصلاۃ والسلام کو ناحق قتل کرتے رہے۔ اور یہ دو بڑے جرم وہ اس لئے کرنے لگے کہ ﴿ذلک بما عصوا و کانوا یعتدون﴾ وہ نافرمان ہوگئے تھے۔ اور حدود الٰہیہ سے تجاوز کرتے تھے۔ ان میں سب سے پہلے عصیان کی بیماری پیدا ہوئی۔ اس میں ترقی کرکے انبیاء کرام علیہم التسلیمات کے قتل کے مرتکب بنے۔ اور ان جرائم کی وجہ سے غضب الٰہی کے مستحق بنے۔ اور ذلت واحتیاج میں مبتلا ہوئے۔ اس سے بنی اسرائیل کا مصری زندگی میں ذلیل ہونا صاف ہوگیا۔ ذلت یہ ہے کہ جس کو یہود ذلیل سمجھتے تھے وہ ان یہودیوں پر حاکم تھے۔ کبھی عرب بادشاہ ان پر حاکم رہا۔ کبھی عیسائی۔ اور جس کو یہود کافر سمجھتے تھے۔ وہ ان یہودیوں پر حاکم تھے۔ یہودی اپنے ماسوا سب کو کافر کہتے ہیں۔ ان یہودیوں کے نطفے پلید ہوگئے ہیں۔

ہٹلر نے یہود کے قتل کا حکم دیا تھا:

ترکوں نے ۱۹۱۳ء میں یہودیوں کے ساتھ تبادلہ کیا تھا۔ کہ جتنے ترکی لوگ یہودی علاقے میں بس رہے ہیں ان کو ترکی بھیج دیا جائے اور جتنے یہودی ترکی میں رہتے ہیں ان کو ہم یہودیوں کے پاس بھیجدیں گے۔ ۱۹۳۹ء میں ہٹلر نے حکم دیا تھا۔ کہ یہودی جہاں بھی مل جائے اس کو قتل کردیا جائے۔ یہود اتنے خبیث ہیں وہ لوگوں کو دولت سے خریدتے

ہیں۔ مسکنت سے مراد مسکینی اور احتیاج ہے۔ یہود صد درجہ بخیل ہیں۔

تونگری بدل است نہ بمال : بزرگی بہ عقل است نہ بہ سال

لندن میں خدام الدین کا اثر :

یہودیوں کی حرص و ہوس بہت زیادہ ہے۔ کل مجھے لندن سے خط آیا ہے۔ کہ "خدام الدین" یہاں لندن آتا ہے۔ ہم اس کو بالتفصیل پڑھتے ہیں۔ اب آپ مہربانی فرمادیں کہ خدام الدین مدینہ منورہ سے عربی ایڈیشن میں نکالیں۔ اس پر جتنا روپیہ صرف ہوگا میں ادا کروں گا۔ اور اپنے مکتوب میں لکھتا ہے کہ یہاں لندن میں ایک بڑا کروڑ پتی یہودی ہے۔ جس کو سکون قلب میسر نہیں۔ خدام الدین میں سکون قلب کے بارے میں بھی مضمون ہونا چاہیئے کہ تسکین قلوب کے لئے ایمان باللہ اور ایمان بالرسل اور ایمان بالقرآن ضروری ہے۔ وہ مزید لکھتا ہے۔ کہ میں ترکی کو بذریعہ کار گیا ہوا تھا راستے میں میں نے ایک ترکی گڈریے کو دیکھا جو نماز پڑھ رہا ہے۔ اور اس کا ریوڑ کہاں سے کہاں چلا گیا تھا۔ مجھے تعجب ہوا کہ وہ لندن کا کروڑپتی یہودی باوجود مال و دولت اور عظیم سرمایہ داری کے پریشان ہے اور یہ ترکی مسلم باوجود غربت کے اپنے ریوڑ سے غافل اور بے خبر نماز میں پوری تواضع و انکساری میں مصروف ہے۔

لندن کے سرمایہ دار خودکشی کرتے ہیں :

حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک جگہ اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ لندن کے سرمایہ دار متمول خودکشی کرتے ہیں۔ ان کو مال و دولت کی فراوانی کے باوجود چین و سکون کی زندگی میسر نہیں۔

۱۴ رمضان المبارک ۱۳۷۸ھ

منطق کی کتابوں میں کئی سال لگ جاتے ہیں :

میں اور آپ بحمد اللہ ایک ہیں۔ انگریزی دان اپنے آپ کو ہم سے جدا مانتے ہیں آپ بحمد اللہ فاضل ہیں۔ ہر فن کی کتابیں سالوں سال پڑھتے رہے۔ متن الگ، شرح الگ، تہذیب الگ اور شرح تہذیب الگ، ایسا غوجی الگ، میر ایساغوجی الگ، قطبی الگ، اور میر قطبی الگ۔ سلم العلوم پر کتنی تقریریں یاد کی ہیں۔ پھر اس پر ملا حسن، حمد اللہ اور قاضی، کافیہ پر تحریر سنبط اور جامع الغموض اور پھر شرح جامی اور اس پر کتنے شروح وحواشی اور قرآن عظیم الشان پر اتنا ظلم کہ متن اور شرح ایک ہی سال میں جلالین کے ذریعہ ختم کردیتے ہیں۔ کتابوں میں کتنی تفصیل سے تحقیقات یاد کرتے ہو۔ یہ غیر منصرف کے مباحث ہیں۔ یہ فاعل اور یہ مبتدا و خبر یہ مرفوعات اور یہ منصوبات و ھلم جرا۔

اب بحمد اللہ آپ کو قرآن پاک کے علوم و معارف معلوم ہوں گے بعض طلبہ داخلہ لے لیتے ہیں۔ جہد بھی کر لیتے ہیں۔ پھر بھی دورہ تفسیر سے بھاگ جاتے ہیں۔ میں آپ کا بھائی ہوں۔ آپ کے زمرہ میں اللہ تعالیٰ مجھے رکھے۔ اور قیامت کے دن اس زمرہ میں اٹھائے۔ مجھے اس پر فخر ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے در کے خدام میں رہوں۔

آج آٹھواں رکوع : ﴿إن الذين ء امنوا والذين هادوا والنصرى والصبئين من ء امن بالله واليوم الآخر﴾ زیر درس ہے۔

یہود کے امراض ثلاثہ :

اس رکوع کا عنوان عام: یہود کے امراض ثلاثہ (تولی، حیلہ بازی، تعنت)

تولی کا ماخذ: ﴿ثم توليتم من بعد ذلك﴾ الآية.

حیلہ سازی کاماخذ: ﴿ولقد علمتم الذین اعتدوا﴾ الآیۃ.

تعلی کاماخذ: ﴿واذ قال موسیٰ لقومہ ان اللہ یامرکم﴾

الی آخر الرکوع

ترتیب آیات سنئے: ان الذین بدوی، قروی، مصری زندگیوں میں یہود فیل ہو چکے ہیں، مگر اس کے باوجود ان میں تکبر اور تعلی ہے۔ حالانکہ حق کے مقابلے میں شکست کھا گئے ہیں۔ بار بار یہ دعویٰ کرتے ہیں۔ ﴿نحن ابناء اللہ واحباؤہ﴾ (سورۃ المائدۃ آیت: ۱۸) حالانکہ اللہ تعالیٰ کے بارگاہ میں ذلیل ہیں، مگر پھر بھی اپنے آپ کو بہت بڑا سمجھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان آیات میں فرماتا ہے کہ میرے بارگاہ میں عزت وعظمت کا دارومدار من آمن باللہ پر موقوف ہے۔ کسی مذہب کی طرف منسوب ہونیکی وجہ سے عزت حاصل نہیں ہوسکتی کہ ہم یہودی ہیں، یا ہم نصرانی ہیں۔ اس لئے ہم معزز ہیں، اللہ تعالیٰ ان متکبرین کی نخوت کو توڑ رہا ہے۔ عزت اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے سے حاصل ہوتی ہے۔ پس جو بھی اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا اقرار وتصدیق کرتا ہے اور قیامت کے دن پر ایمان لاتا ہے اور نیک کام کرتا ہے معزز و مشرف ہے۔ ﴿والصٰبئین﴾ سے مراد ستارہ پرست ہیں۔ بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ صابئین ایک فرقہ ہے۔ جس نے ہر دین کے نیک اعمال کو اپنایا ہو حضرت ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام کو مانتے ہیں۔ فرشتوں کی پرستش کرتے ہیں۔ واللہ اعلم۔

معیار شرافت:

پیمانہ عزت اور معیار شرافت ایمان باللہ والیوم الآخر اور اعمال صالحہ ہیں۔ آج بھی بہت سے لوگ جن کا نام محمد دین اور اللہ دتا مگر باطن میں مشرک ہیں۔ ان موجودہ مشرکین میں وہی خصائل موجود ہیں جو مشرکین سابقین میں موجود تھے...... ﴿وعمل صالحا﴾ ہر عمل جو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے ہو اور شریعت کے مطابق ہو، وہ عمل

صالح ہے۔

دکھلاوا، نام ونمود شرک اصغر ہے:

میں کہا کرتا ہوں کہ ایک عمل بظاہر برا معلوم ہوتا ہے، مگر اس میں اللہ تعالیٰ کی رضا مطلوب ہے، تو وہ نیکی ہے اور ایک کام بظاہر نیک ہے، مگر رضائے مولیٰ مطلوب نہیں بلکہ دکھلاوا مقصود ہے، تو یہ عمل نیک نہیں۔ ایک قاری صاحب لوگوں کو اپنی قرأت سناتا ہے کہ لوگ کہیں کہ فلاں اچھا قاری ہے۔ اس میں رضائے مولیٰ مطلوب نہیں تو یہ ریا اور نام ونمود ہے۔ اس کو شرک اصغر کہا گیا ہے۔

﴿ان اخوف ما اخاف علیکم الشرک الاصغر﴾ ﴿من امن باللہ﴾ جو یہودی سابقہ زمانے میں اپنی یہودیت پر تھا، یا نصرانی تھا اور اس کا عقیدہ توحید کا تھا حضرت عزیر علیہ الصلاۃ والسلام اور حضرت عیسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کو پیغمبر جانتا تھا ان کو خدا کا بیٹا نہیں کہتا تھا، وہ مومن ہیں۔ اب بعثت محمدی کے بعد حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر ایمان لانا ضروری ہوگا۔

مولانا آزاد پر اعتراض کا جواب:

مولانا ابوالکلام آزاد نے اس آیت کی تفسیر لکھی تو علماء کرام نے اس پر اعتراض کیا، پھر مولانا آزاد نے اس کا جواب دیا۔ ﴿فلھم اجرھم عند ربھم﴾ اس پیمانہ پر اللہ تعالیٰ ناپیگا کہ قدر مشترک ایمان باللہ والیوم الآخر ہے۔ یہ باتیں میں نے بطور تمہید بیان کیں۔ ﴿واذ اخذنا میثاقکم﴾ ان سے مراد یہودی ہیں۔ یہودی بار بار حضرت موسیٰ علیہ السلام سے مطالبہ کرتے رہے کہ ہم پر آسمانی کتاب نازل ہوجائے۔ چنانچہ ان پر تورات کو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا، وہ تورات کے احکام کو مشکل سمجھ کر ماننے سے منکر ہوگئے تو اللہ تعالیٰ نے ان پر پہاڑ کو اٹھایا اور آگے آگ پیدا فرمائی۔ "اب نہ جائے ماندن اور نہ پائے رفتن" مجبوراً تورات کے احکام کو تسلیم کیا۔ یہ ﴿لا اکراہ فی

الــديـن﴾ کے خلاف نہیں۔ ان کو ایمان لانے پر مجبور نہیں کیا گیا، وہ تو پہلے سے ایمان لا چکے تھے اور حضرت موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام سے آسمانی کتاب کا مطالبہ کرتے رہے۔ جب کتاب کو اللہ تعالیٰ نے نازل کیا تو پھر انکار کرنے لگے تو یہ نقض عہد (وعدہ توڑنے) کے پاداش میں پہاڑ کو ان کے سروں پر لایا گیا کیونکہ انہوں نے ﴿سمعنا و عصینا﴾ کہا کہ کانوں سے تو ہم نے تورات کے احکام سن لئے مگر اس پر تعمیل کے لئے تیار نہیں۔ کافر کو جبراً ایمان لانے پر مجبور نہیں کیا جائیگا مگر جب ایمان لے آیا اور پھر مرتد ہو گیا تو پھر اس کے لئے دو باتیں ہیں یا ایمان لائیگا یا تین دن کے بعد اس کو قتل کر دیا جائیگا۔ ﴿فلولا فضل اللہ علیکم ورحمتہ لکنتم من الخسرین﴾ اگر اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم نہ ہوتا تو سب کو اڑا دیتا۔ زبان سے مان لینے کا اعتراف کرنا اور پھر دل سے انکار اور خلاف ورزی کو تولی کہتے ہیں۔

بنی اسرائیل اور مچھلیوں کا شکار :

﴿ولقد علمتم الذین اعتدوا منکم فی السبت فقلنا لھم کونوا قردۃ خٰسئین﴾ تورات میں بنی اسرائیل کو حکم دیا گیا ہے کہ ہفتے (شنبہ) کا دن صرف عبادت کے لئے ہے۔ اس دن مچھلیوں کا شکار ممنوع ہے۔ قدرتی طور پر ہفتہ کے دن مچھلیاں سطح سمندر پر نمودار ہوتی تھیں اور دیگر ایام میں نمودار نہیں ہوتی تھیں۔ اب یہودیوں نے حیلہ سازی کی۔ سمندر کے کنارے کئی تالاب اور گڑھے بنائے اور سمندر سے ان تالابوں تک نالے بنائے۔ ہفتہ کے صبح بند کھول کر سارا پانی اور اس کے ساتھ پر مچھلیاں تالابوں میں چلی جاتی تھیں اور مغرب کو وہ نالے بند کر دیتے۔ اتوار کے دن تالابوں میں مچھلیاں پکڑتے تھے۔ اور جتنے تھے کہ میرے تالاب میں مچھلیاں زیادہ آگئی ہیں آپ کے تالاب میں کم ہیں۔ علماء کرام نے ان کو اس حیلہ سازی سے منع کیا۔ وہ کہنے لگے کہ ہم ہفتہ کے دن شکار نہیں کرتے ہم تو صرف پانی چھوڑ دیتے ہیں۔ شکار تو ہم اتوار

کے دن کرتے ہیں۔ علماء کرام نے سمجھایا مگر وہ باز نہ آئے تو ان پر عذاب الٰہی آیا۔ سب شکاری بندر بن گئے۔ اور تین دن کے بعد سب ہلاک ہو گئے۔ تولی بھی مہلک بیماری ہے۔ سمجھنا، اور ہاں کرنا اور پھر خلاف ورزی کرنا یہ مہلک مرض ہے۔ اسی طرح حیلہ سازی بھی مہلک بیماری ہے۔ یہودی کے مذہب میں سنیچر کے دن شکار کرنا ممنوع تھا جیسے ہمارے ہاں جب خطیب جمعہ کے دن منبر پر بیٹھ جائے تو اس وقت سے لیکر سلام پھیرنے تک خرید و فروخت حرام ہیں۔

سنیچر کا دن یہود کی عبادت کا دن ہے :

ان کے مذہب میں سنیچر کا سارا دن عبادت کے لئے تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کا امتحان لینا تھا۔ یہ لوگ تین گروہ بن گئے۔ ایک شکاری گروہ اور ایک علماء کرام جو ان کو اس گناہ سے باز رہنے کی تلقین کیا کرتے تھے۔ یہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا گروہ تھا۔ تیسرا گروہ علماء کرام کو وعظ و نصیحت سے منع کرنے والے تھے۔ ان تینوں گروہوں کا ذکر بالتفصیل سورۃ اعراف میں آئیگا (سورۃ اعراف آیت: ۱۶۳-۱۶۶) ان پر اللہ تعالیٰ کا عذاب آیا۔ علماء بچ گئے اور باقی دونوں گروہ ہلاک ہوئے۔ انہوں نے شہر کے حصوں کو بانٹ دیا تھا۔ ایک دن صبح سویرے علماء یعنی روکنے والے اپنے گھروں سے نکلے، اور وہ دو گروہ گھروں سے نہ نکلے۔ جا کے دیکھا سب بندر بن گئے تھے۔

حیلہ سازی کی وجہ سے ہلاکت :

ایک دوسرے کو دیکھتے تھے مگر باتیں نہیں کر سکتے تھے روتے تھے تین دن کے بعد سب ہلاک ہو گئے۔ جو قوم مسخ ہو جائے وہ تین دن کے بعد ہلاک ہو جاتی ہے۔ ان کو اس حیلہ سازی کی وجہ سے ہلاک کر دیا گیا۔

﴿فجعلنٰھا نکالا لما بین یدیھا وما خلفھا وموعظۃ للمتقین﴾ پس ہم نے اس واقعہ کو عبرت بنا دیا ان لوگوں کے لئے جو وہاں موجود تھے۔

اوران کے لئے جو بعد میں آنے والے تھے اور متقین کے لئے نصیحت ہوگئی ہے۔ بین یدیھا جو اس وقت وہاں موجود تھے۔ وما خلفھا جو آئندہ زمانہ میں پیدا ہونے والے تھے۔ یا جو اس بستی میں تھے وما خلفھا جو دوسرے شہروں میں تھے۔

بنی اسرائیل کو گائے ذبح کرنے کا حکم:

﴿وإذ قال موسى لقومه إن الله يأمركم أن تذبحوا بقرة﴾ اب تیسرا مضمون شروع ہوتا ہے۔ تعمق یہ بھی ایک مہلک بیماری ہے۔ دراصل بنی اسرائیل میں ایک آدمی قتل کیا گیا۔ جس کا قاتل معلوم نہ تھا لوگ حضرت موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کے پاس آئے اور واقعہ بیان کیا۔ حضرت موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ایک گائے کو ذبح کرلیں۔ اور اس کے جسم کا ایک ٹکڑا مقتول کے جسم پر ماریں۔ مقتول زندہ ہو کر اپنے قاتل کا نام بتادیگا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

بنی اسرئیل کی چہ میگوئیاں:

جب انہوں نے کافی لیت ولعل اور پس وپیش کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تجویز پر عمل کیا تو مردہ نے زندہ ہو کر اپنے قاتل کا نام بتادیا جو اس کا بھتیجا تھا۔ ﴿قالوا أتتخذنا هزوا﴾ لوگوں نے کہا کہ تو ہمارے ساتھ تمسخر اور مذاق کرتا ہے۔ ان کو یہ بات بڑی حیران کن معلوم ہوئی کہ گائے کو ذبح کرنے اور مردہ کے زندہ ہونے میں کیا تعلق۔ کبھی انہوں نے اس قسم کا معاملہ نہ دیکھا تھا نہ سننے میں آیا تھا۔ اس لئے تعجب کرنے لگے۔ ﴿قال أعوذ بالله أن أكون من الجاهلين﴾ حضرت موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام نے کہا میں اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہوں کہ میں جاہلوں میں سے ہوجاؤں۔ تمسخر اور استہزاء جاہلوں کا کام ہے پیغمبران عظام بیہودہ کاموں سے مبرا اور منزہ ہوتے ہیں۔ پیغمبر ہو کر نعوذ باللہ خدا پر جھوٹ باندھ لوں۔ بنی اسرائیل کا فریضہ تھا کہ وہ پیغمبر کی بات کو فوراً تسلیم کرتے اور کسی گائے کو ذبح کرتے۔ جب پیغمبر نے اپنے مبارک زبان سے ان کو

کہا۔ ﴿إن الله يأمركم أن تذبحوا بقرة﴾ تو پھر اس میں چوں وچرا کی گنجائش نہیں تھی وہ کیف ما اتفق۔ گائے کو ذبح کرتے خواہ وہ جوان گائے ہو یا بوڑھی زرد ہو یا سرخ۔ ما يطلق عليه اسم البقرة تاکہ تعمیل حکم ہو۔ مگر بنی اسرائیل تعمق کے بیماری میں مبتلا تھے ...... ﴿قالوا ادع لنا ربك يبين لنا ما هي﴾ یہاں سے ان کے تعمق کا ذکر ہے۔ وہ بال کی کھال اتارتے رہے کہ ہمیں سمجھ نہیں آتا اللہ تعالیٰ کونسی بقرہ مراد لیتے ہیں انہوں نے اپنے اوپر خود تشدد کیا۔

حدیث شریف میں ہے۔ ﴿إن الدين يسر ولن يشاد الدين أحد إلا غلبه فسددوا وقاربوا وأبشروا واستعينوا بالغدوة والروحة وشيء من الدلجة﴾ (رواہ البخاری عن أبی هريرةؓ في كتاب الإيمان في باب الدين يسر. فتح الباري: ۱/۹۳ حديث رقم ۳۹) اللہ تعالیٰ نے دین کو بہت آسان کردیا ہے اور دین میں جو بھی تشدد کرے گا تو دین اس پر غالب آئیگا یعنی دین میں آسانی ہے۔ اپنے اوپر خواہ مخواہ کسی عبادت کو فرض کرنا۔ مثلاً تہجد کے لئے اگر آپ آدھ گھنٹہ بھی دیدیں تو بہتر ہے۔ یہ نہیں کہ عشاء کی نماز کے بعد صبح کے اذان تک آپ نوافل پڑھتے رہیں اور بیمار ہو جائیں۔

﴿علم أن لن تحصوه فتاب عليكم فاقرءوا ما تيسر من القرآن﴾ (سورۃ المزمل آیت: ۲۰) صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین تمام رات عبادت میں لگے رہتے تھے اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت کاملہ سے یہ آیت نازل فرمائی کہ آسانی سے جتنی عبادت کرسکو کرلیا کرو۔ ﴿قال إنه يقول إنها بقرة لا فارض ولا بكر عوان بين ذلك فافعلوا ما تؤمرون﴾

حضرت موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ گائے نہ بوڑھی ہے نہ چھوٹی بلکہ درمیانی ہے۔ تعمیل حکم کرلو اگر وہ کسی جوان گائے کو ذبح کرلیتے تو اپنے مراد میں کامیاب ہوجاتے۔ مگر تعمق ان کی طبیعت بن گئی تھی انہوں نے پھر حضرت

موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام سے سوال کیا۔ چاہیے تھا کہ خاموشی سے ایک جوان گائے کو ذبح کرتے، پھر پوچھنے لگے۔ ﴿ما لونها﴾ اللہ تعالیٰ سے دریافت فرماویں کہ اس گائے کا رنگ کیسا ہے۔ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بارگاہ الٰہی میں سوال کیا۔ جواب ملا۔ ﴿إنها بقرة صفراء﴾ ۔ وہ زرد رنگ کی گائے ہے۔ اس پر بھی انہوں نے قناعت نہیں کی، ورنہ ایک جوان زرد گائے کو ذبح کرتے تو بات ختم ہو جاتی۔ مگر وہ بیچارے اپنے تعمق کی بیماری سے مجبور تھے۔ پھر چہ میگوئیاں کرنے لگے۔ ﴿إن البقر تشبه علينا﴾ اللہ تعالیٰ سے پوچھیں کہ وہ گائے کس قسم کی ہے۔ ﴿وإنا إن شاء الله لمهتدون﴾ اگر اللہ تعالیٰ کی مشیت ہو تو ہم ضرور مطلوبہ گائے تک رسائی حاصل کر سکیں گے۔

حضرت موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام نے پھر اللہ تعالیٰ سے گائے کی حقیقت دریافت کی۔ جواب ملا۔ ﴿إنها بقرة لا ذلول تثير الأرض ولا تسقي الحرث مسلمة لا شية فيها﴾ کہ وہ گائے محنت کرنے والی نہیں۔ کہ جو ہل چلائے یا کنوئیں سے پانی نکالے وہ ایک تندرست و سالم گائے ہے جس میں کوئی داغ نہیں۔ ﴿قالوا الآن جئت بالحق﴾ اب آپ نے ٹھیک بات کی۔

آپ نے پڑھا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے پاک نام کی بڑی برکت ہے۔ ان شاء اللہ کی بدولت وہ کامیاب ہو گئے۔ اور ان کے تمام چہ میگوئیاں اور شبہات ختم ہو گئے۔ ”خوئے بدرا بہانہ بسیار“ وہ کسی طرح سے گائے ذبح کرنے سے فرار کرنا چاہتے تھے۔ ان کو پتہ تھا کہ پیغمبر کی بات حق ہوتی ہے۔ مذبوحہ گائے کے کچھ حصہ مارنے سے مقتول زندہ ہو جائیگا اور وہ اپنے قاتل کا نام بتادیگا۔ یہ لیت و لعل کرنے والے خود قاتل اور قاتل کے ہمنوا تھے۔

والدین کی تابعداری کے ثمرات :

کہتے ہیں کہ ایک آدمی نے ایک بچھڑی جنگل میں اللہ تعالیٰ کے حوالہ کر دی اور

دعا مانگی کہ اے اللہ تعالیٰ میں تو بوڑھا ہوں۔ آج کل مرنے والا ہوں۔ جب میرا چھوٹا بیٹا بڑا ہو جائے تو یہ بچھڑی جب بڑی ہو جائیگی تو اس کے حوالہ کرنا۔ لڑکا بڑا ہوا اور اپنی والدہ کا حد درجہ فرمانبردار تھا۔ یہاں لوگ گائے کے بارے میں تشدد کرتے گئے۔ آخر میں جب انہوں نے ان شاء اللہ کا ورد کیا تو مطلوبہ گائے وہی ملی جو اس نوجوان کے لئے والد نے اللہ تعالیٰ کے حوالہ کر دی تھی۔ لوگ اس کے پاس آگئے اور زیادہ قیمت دینے لگے تو جوان نے کہا کہ میں والدہ سے پوچھونگا اگر اس کی اجازت ہو تو دیدونگا۔ چنانچہ اماں اسے بتاتی کہ اتنی قیمت بتادو۔ مگر آخر میں یہ کہنا کہ اگر میری والدہ کی مرضی ہوئی۔ وہ آکر قیمت لگادیتا اور آخر میں یہ شرط بھی لگا دیتا۔ جب واپس والدہ کے پاس آتا۔ وہ کہتی کہ اب اتنی قیمت بتادو۔ اور شرط لگادو۔ یہاں تک کہ بات یہاں تک پہونچی کہ گائے کو ذبح کر کے اس سے کھال نکالدو جتنا سونا کھال میں آسکے وہ اس کی قیمت ہوگی۔ اس کی والدہ بھی ہوشیار تھی۔

نہ ہر زن زن است نہ ہر مرد مرد
خدا پنج انگشت یکسان نکرد

یہ تعمق کا نتیجہ ہے۔ حیلہ سازی۔ اور اس تعمق نے بنی اسرائیل کا بیڑا غرق کر دیا۔ یہ عنوانات جو میں عرض کر رہا ہوں۔ قرآن مجید ہی سے نکال رہا ہوں۔ اپنی طرف سے کوئی بات نہیں کی۔

مولانا مدنیؒ کی توہین کرنے والے ذلیل ہوئے :

حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے جو رائے لکھی ہے۔ مجھے اس پر فخر ہے۔ وہ کسی کی رعایت نہیں کرتے تھے۔ ساری دنیا ایک طرف اور وہ ایک طرف۔ جن جن لوگوں نے حضرت مدنیؒ کی توہین کی ہے وہ سب کے سب ذلیل ہوئے۔ امرتسر میں حضرت مدنی کی توہین کے لئے لیگی آئے۔ احرار کے رضاکار بھی پہنچے۔ سب لیگیوں کو بھگا دیا۔

احراریوں کی جرأت :

مولانا مدنیؒ یہاں لاہور تشریف لائے۔ مجھے اطلاع ملی کہ لیگی شرارت کے لئے تیاری کر رہے ہیں۔ میں نے احراریوں کو اطلاع دی سب آگئے۔ کسی لیگی کو مجال کیا کہ قریب بھی آجائے۔ ایک احراری کو امرتسر میں زخمی کر گئے۔ جالندھر میں لیگیوں کے دس لاکھ قتل ہوئے اللہ والوں کی توہین کا یہی نتیجہ ہوتا ہے۔ اللہ والوں کو ستانا آسان نہیں۔

﴿من عادی لی ولیا فقد آذنته بالحرب﴾ (رواہ البخاری فی کتاب الرقاق) جو اولیاء اللہ کے ساتھ عداوت کرتا ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کو اعلان جنگ ہے۔

یہود کی علمی کمزوریاں :

نواں رکوع : ﴿واذ قتلتم نفساً فادٰرء تم فیھا واللّٰہ مخرج ما کنتم تکتمون﴾

اس رکوع کا عنوان عام: "یہود کی علمی کمزوریاں"

ماخذ : ومنھم امیون سے الی۔ یکسبون تک

ترتیب آیات: غرض یہ ہے کہ یہ مناظرہ مع الیہود ہے اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کو ان کی گمراہیوں کیوجہ سے طرح طرح سے ذلیل کیا ان آیات میں ان کے بداعمالیوں کا تذکرہ ہے۔ تاکہ لوگوں کے نگاہوں میں ان کی کوئی وقعت باقی نہ رہے۔ لوگ یہودیوں کو دیکھ رہے تھے۔ کہ یہ اہل کتاب پڑھے لکھے ہیں۔ اگر یہ حضرت سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ پر ایمان لائینگے، تو ہم بھی ایمان لے آئیں گے۔ یہاں بتلا دیا کہ یہود میں انہوں نے اپنی بداعمالیوں کیوجہ سے اپنی علمی استعداد کو مسخ کر دیا ہے۔ ﴿واذ قتلتم نفسا﴾ یہ واقعہ آپ نے سنا ہوگا۔ کہ بنی اسرائیل میں ایک شخص نے اپنے چچا کو قتل کیا۔ یا اپنے چچازاد بھائی کو قتل کیا اور اس کے لاش کو ایک گھر کے سامنے پھینک دیا پھر حضرت موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کے پاس گئے۔ اس نے اللہ تعالیٰ سے سوال کیا۔ جواب ملا کہ ایک گائے کو ذبح

کر کے اس کے ایک ٹکڑے کو میت کے بدن پر مارو وہ زندہ ہو کر قاتل بتادیگا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا جیسے پہلے آیات میں تفصیل سے یہ واقعہ گذر گیا۔ ﴿فادٰرء تم فیھا﴾ تم ایک دوسرے پر دھرنے لگے ﴿واللّٰہ مخرج ما کنتم تکتمون﴾ اللہ تعالیٰ نے تمہارے پوشیدہ رازوں کو ظاہر کر دیا مردہ زندہ ہوا اور اپنے قاتل کا نام بتادیا ورنہ تو باہمی اختلافات کیوجہ سے تو قوم میں تباہ ہو جاتے۔ قاتل کا پتہ لگ گیا تو بے گناہ لوگ بچ گئے جن پر غلط دعوے کئے گئے تھے۔

﴿کذلک یحیی اللّٰہ الموتی ویریکم آیٰته لعلکم تعقلون﴾ اسی طرح اللہ تعالیٰ قیامت کے دن مردوں کو زندہ کریگا۔ جس کو تم محال سمجھتے ہو۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کے سامنے ایک مردہ کو زندہ کرنا اور تمام مردوں کو زندہ کرنا ایک جیسا ہے کیونکہ وہاں کن کا کلمہ چلتا ہے۔ دہلی میں ایک حکیم حاذق تھے مجھے ان کا حلیہ یاد ہے۔ اس حکیم کو ہیضہ کی شکایت ہوگئی حکیم اجمل خان اس کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔ ان کی ایک ہزار فیس تھی نواب لوگ اس کو بلاتے تھے ایک تھے دہلی میں شفاء الملک۔ اور اجمل خان کا لقب تھا مسیح الملک۔ اور ایک ڈاکٹر انصاری بھی تھے۔ جو شیخ الہند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مرید تھے۔ ڈاکٹر اجمل خان نے کہا کہ ایک کبوتر ذبح کرلو اور اس کا خون (دم مسفوح) اس حکیم کو بذریعہ انجکشن لگادو۔ وہ تین چار منٹ زندہ رہا۔ جو چیزیں پوچھنی تھی وہ پوچھ لیں۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے موت طاری ہوگئی پھر ہوش میں آگئے۔

﴿ثم قست قلوبکم من بعد ذلک﴾ اتنے عظیم معجزہ اور عظیم قدرت الٰہی کو دیکھ کر پھر بھی تمہارے دل نرم نہ ہوئے۔ حالانکہ چاہیے تھا کہ تم اپنے کئے پر نادم ہو جاتے اور پورے اخلاص کے ساتھ توبہ کرتے اور تقویٰ اختیار کرتے۔ ﴿فھی کالحجارة﴾ تمہارے دل پتھروں کے مانند سخت ہوگئے۔ ﴿او اشد قسوة﴾ یا

پتھروں سے بھی زیادہ سنگدل ہے. کیونکہ پتھروں سے تو تین قسم کے منافع حاصل ہوتے ہیں بعض پتھروں سے دریا کے شکل میں پانی نکلتا ہے اور پھر اس دریا سے حیوانات نباتات سیراب ہوتے ہیں. بعض پتھروں سے دریا جیسا پانی تو نہیں نکلتا. البتہ ان سے چشمہ کی صورت میں پانی بہتا ہے. جس سے انسان وحیوان سیراب ہوتے ہیں. تیسرے قسم کے پتھر وہ ہیں جو دوسروں کو نفع نہیں دے سکتے مگر خوف خداوندی سے پھٹ جاتے ہیں.

اے یہودیو! تم ان پتھروں سے بھی زیادہ سخت نکلے. نہ تم سے کسی کو فائدہ ملا اور نہ تمہارے دلوں میں اس عظیم معجزہ کے دیکھنے سے نرمی پیدا ہوئی. ان آیات میں ان کی قلبی قساوت، ظلمت باطنی کو طشت ازبام کیا گیا ہے. ﴿افتطمعون ان یؤمنوا لکم﴾ اے ایمان والو! کیا تم اس امید میں ہو کہ یہ یہود تمہارے کہنے پر ایمان لے آئیں گے. حاشا وکلا.

﴿وقد کان فریق منهم یسمعون کلم الله ثم یحرفونه من بعد ما عقلوه وهم یعلمون﴾ ان یہودیوں میں ایسا گروہ بھی گذرا ہے جو کلام الٰہی سن کر پھر اس میں جان بوجھ کر تحریف وتبدیل کیا کرتے تھے. دو جماعتوں کو مل کر کام کرنے کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں. پہلی صورت یہ ہے. کہ ایک جماعت متبوع ہو اور دوسری اس کی تابع ہو. دوسری صورت یہ ہے کہ دونوں مساوی ہوں. یہودیوں میں دونوں صورتیں نہیں ہیں. ان میں اب متبوع بننے کی صلاحیت نہیں کیونکہ مختلف ذلتوں کے شکار ہیں اور نہ وہ مسلمانوں کے ساتھ مساوی رہ کر کام کرتے ہیں. وہ اپنے آپ کو بہت بڑا سمجھتے ہیں. جو لوگ پیغمبر کے تعلیمات میں ترمیم واضافہ کرتے ہیں. ان پر کیا اعتماد کیا جاسکتا ہے.

یہود منافق مزاج ہیں :

﴿واذا لقوا الذین ء امنوا قالوا ء امنا واذا خلا بعضهم الی

بعض قالوا اتحدثونهم بما فتح الله علیکم لیحاجوکم به عند ربکم افلا تعقلون﴾ یہ یہودی منافق مزاج ہیں دورنگی چلاتے ہیں. مسلمانوں سے جب ملتے ہیں تو اپنا ایمان جتاتے ہیں اور جب آپس میں ملتے ہیں تو پھر بڑے یہودی اپنے ماتحت یہودی کو طعنہ دیتے ہیں کہ تم مسلمانوں کو اپنی راز کی باتیں کیوں بتاتے ہو تاکہ مسلمان تمہیں رب کے سامنے الزام دیں کیا تم نہیں سمجھتے؟ بڑے چھوٹوں کو نصیحت کیا کرتے تھے کہ جو معلومات تمہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے دئے گئے ہیں ان کا مسلمانوں کے سامنے ذکر نہ کرو. "دیوانہ بکار خود ہوشیار"

﴿ومنهم امیون لا یعلمون الا امانی وان هم الا یظنون﴾ ان یہودیوں میں جو جاہل اور ان پڑھ ہیں جو کتاب نہیں جانتے. ماسوائے جھوٹی تمناؤں اور آرزوؤں کے ان کے پاس کچھ نہیں اور وہ صرف اٹکل پچو باتیں بناتے ہیں آگے اسی نمبر آیت میں ان اٹکل پچو باتوں کا بیان ہے. جس طرح یہاں پر گیارھویں دینے والے ہمیں طعنہ دیتے ہیں. کہ وہابی مولوی تو گیارھویں نہیں مانتا مگر اس مولوی کو گیارھویں کے فوائد معلوم نہیں. جب فرشتہ ہم سے قبر میں پوچھیگا من ربک تو ہم کہیں گے پیران پیر. جب فرشتے گرز اٹھا کے مارنے کا اردہ کریں اس وقت پیران پیر بڑے جلال میں حاضر ہو جائیں گے اور کہیں گے مریدی مریدی یہ تو میرے مرید ہے ان کو کچھ نہ کہو. فرشتے چلے جائیں گے. پیران پیر اپنے مریدوں کو جنت میں لے جائیں گے. نبی کریم ﷺ نے سچ فرمایا ﴿لتتبعن سنن من قبلکم شبرا بشبر وذراعا بذراع﴾

بدعتی قبر پرستوں کی تمنائیں :

جس طرح یہود ونصاری جھوٹی تمناؤں پر اپنے دلوں کو تسلی دیتے تھے اسی طرح آج کل کے بدعتی قبر پرست بھی وہی تمنائیں اپنے لئے حجت بناتے ہیں. بہت ان پڑھ اب بھی کہتے ہیں. بھائی نماز روزے وی گل نئی آے فضلا چھنائی عملا چھنٹے وگل میگا.

کلمة حق ارید بها الباطل. یہ تو ہم بھی کہتے ہیں کہ اگر وہاں مناقشہ اور تقیید عام ہو تو پھر بہت مشکل ہوگا اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم کا معاملہ فرمادے۔ ﴿الا امانی وان هم الا یظنون﴾ ان جاہلوں کے پاس صرف ڈھکوسلے ہیں جن کا کوئی سرپاؤں نہیں۔ ﴿فویل للذین یکتبون الکتب بایدیهم ثم یقولون هذا من عند اللّٰه لیشتروا به ثمناً قلیلا﴾ ان کے دین فروش مولوی علماءِ سوء، جہال کو غلط راستے پر چلانے کے لئے غلط فتوے دیتے ہیں۔ آج بھی بہت مولوی فتوی دیتے ہیں مگر یہ وعدہ نہیں کرتا کہ فتوی ٹھیک ہوگا، اگر کافی رقم دیدیں تو پھر کتابیں دیکھ کر فتوی لکھ دیگا۔ اور ہدایہ، درمختار وغیرہ پر حوالہ دیدیگا ورنہ غلط فتوی دیدیگا اور آخر میں لکھ دیگا۔ هکذا رأیت فی الکتب. کوئی حوالہ ندارد۔ مستفتی (فتوی طلب کرنے والا) بے چارہ کیا جانتا ہے وہ تو سمجھتا ہے کہ مفتی کا فتوی حکم خداوندی ہے۔

﴿ثم یقولون هذا من عند اللّٰه﴾ لوگوں کو یہ کہتے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کا حکم اور فیصلہ ہے۔ ﴿لیشتروا به ثمناً قلیلا﴾ تاکہ اس پر معمولی رقم وصول کریں۔ حضرت حسن بصریؒ ثمن قلیل کے بارے میں فرماتے تھے .... (الدنیا بحذافیرها) تمام دنیا ثمن قلیل ہے۔ ﴿قل متاع الدنیا قلیل﴾ پر استدلال کرتے تھے۔ ﴿فویل لهم مما کتبت ایدیهم﴾ بس ہلاکت ہے ان کے لئے ان کے ہاتھوں کے لکھنے پر، انہوں نے ڈبل جرم کیا، فتوی بھی غلط دیا اور اس پر رقم بھی وصول کرلی۔

﴿وقالوا لن تمسنا النار الا ایاما معدودة﴾ یہ امانی کی تشریح ہے۔ القرآن یفسر بعضه بعضا یہودی ان پڑھ یہ آرزو رکھتے تھے کہ ہمیں آگ صرف چند گنتی کے دن مس کریگی پھر ہم جنت میں چلے جائیں گے ذلیل اتنے ہیں اور تعلّی یہ کرتے ہیں کہ ہم مرحوم و مغفور ہیں۔ صرف چالیس دن دوزخ میں رہیں گے کیونکہ

ہمارے بڑوں نے بچھڑے کی عبادت چالیس دن کی تھی۔ ﴿قل اتخذتم عند اللّٰه عهدا﴾ آپ ان کو کہہ دیں کہ کیا تم نے اس بات پر اللہ تعالیٰ سے وعدہ لیا ہے؟ ﴿فلن یخلف اللّٰه عهده﴾ پھر تو اللہ تعالیٰ اپنے وعدہ کا خلاف نہیں کرتا۔ ﴿ام تقولون علی اللّٰه ما لا تعلمون﴾ یا تم اللہ تعالیٰ پر وہ باتیں کہتے ہو جن کو تم بھی نہیں جانتے؟ ﴿بلی من کسب سیئة واحاطت به خطیئته فاولئک اصحب النار هم فیها خلدون﴾ دارومدار جاہلوں کے ڈھکوسلوں پر نہیں بلکہ قانون خداوندی ہے کہ جس نے جو بھی گناہ کیا اور گناہ نے اس پر احاطہ کرلیا سو وہی دوزخی ہیں اور دوزخ میں ہمیشہ رہیں گے۔ ﴿والذین امنوا وعملوا الصلحت اولئک اصحب الجنة هم فیها خلدون﴾ جو لوگ ایمان لائے اور نیک اعمال کئے یہ لوگ جنتی ہیں اور جنت میں ہمیشہ رہیں گے۔

۱۵ یوم الأربعاء رمضان المبارک ۱۳۷۸ھ

(آج پندرہ رمضان المبارک کو حضرت شیخ التفسیر دامت برکاتہم کا درس ٹیپ ریکارڈ سے ضبط کرنے کا انتظام کر دیا گیا ہے حضرت نے فرمایا اب میں کمزور ہو گیا ہوں (یک پیری صد عیب) اب مجھ پر ہوا بھی بری لگتی ہے۔ فالج کا حادثہ چھ سال قبل ہوا تھا اب تک اس کی تکلیف اٹھا رہا ہوں آج ایک بڑا اجتماع آدمی طلبہ کے حلقہ میں بیٹھ گیا تو حضرت نے فرمایا کہ پیچھے بیٹھو۔ یہ طلبہ میرا درس لکھ رہے ہیں۔ جتنے کشادہ ہوں ان کے لئے آسانی ہوتی ہے۔ شیر علی شاہ)

دسواں رکوع :

﴿أعوذ باللہ من الشیطن الرجیم. بسم اللہ الرحمن الرحیم﴾

﴿وإذ أخذنا میثق بنی إسرائیل لا تعبدون إلا اللہ وبالوالدین إحسانا وذی القربی والیتمی والمسکین وقولوا للناس حسنا وأقیموا الصلوۃ وء اتوا الزکوۃ ثم تولیتم إلا قلیلا منکم وأنتم معرضون﴾

یہود کی عملی کمزوریاں :

اس رکوع کا عنوان عام : یہود کی عملی کمزوریاں

ماخذ : پہلی آیت : وإذ أخذنا میثاق. الآیۃ. اور أنتم

تولیتم هؤلاء تقتلون. الآیۃ

ان آیات میں یہودیوں کی عملی کمزوریاں بیان ہو رہی ہیں۔ یہودیوں سے وعدے لئے گئے تھے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کی عبادت نہیں کریں گے۔ والدین کے ساتھ حسن سلوک کریں گے۔ اقارب و یتامی اور مسکینوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کریں گے۔

لوگوں کے ساتھ اچھی باتیں کریں گے۔ نماز کو پابندی کے ساتھ پڑھیں گے۔ زکوۃ دیتے رہا کریں گے۔ ان زریں تعلیمات سے تم نے روگردانی کی بصرف چند آدمی ان تعلیمات پر کاربند رہے۔ تم میں اکثریت نے اعراض کیا اس آیت میں یہ نتیجہ نکل آیا .... ﴿ثم تولیتم﴾ جو پروگرام میں نے دیا تھا تم نے اس پر عمل نہیں کیا تولی کا مطلب یہ ہے۔ کہ تم نے میرے احکام کی تعمیل نہیں کی۔ یہ یہودیوں کی عملی کمزوریاں ہیں۔ ﴿وإذ أخذنا میثقکم لا تسفکون دماءکم﴾ جب ہم نے تم سے پختہ وعدہ لیا کہ آپس میں خونریزی نہ کرنا۔ ﴿ولا تخرجون أنفسکم من دیارکم﴾ اور نہ اپنے لوگوں کو جلاوطن کرنا ﴿ثم أقررتم وأنتم تشهدون﴾ پھر تم نے اقرار کیا اور تم خود گواہ ہے۔ ﴿ثم أنتم هؤلاء تقتلون أنفسکم﴾ پھر تم لوگوں نے حکم عدولی کی تم سے ﴿لا تسفکون دماءکم﴾ میں وعدہ لیا گیا تھا کہ اپنے اقارب و اعزہ کے خون کو نہ بہاؤ گے تم نے اپنے رشتہ داروں کو قتل کیا۔

﴿وتخرجون فریقا من دیارهم﴾ تم سے وعدہ لیا گیا تھا کہ اپنے لوگوں کو خانہ بدر نہ کرنا۔ تم نے اس کی خلاف ورزی کی اپنے لوگوں کو جلاوطن کر دیا۔ ﴿تظهرون علیهم بالإثم والعدوان﴾ اپنے لوگوں پر زیادتی کرتے ہو گناہ اور ظلم کے ذریعہ۔ ﴿وإن یأتوکم أسری تفدوهم﴾ اور اگر تمہارے رشتہ دار تمہارے پاس قیدی ہو کر آئیں تو ان کا تاوان دیتے ہو...... ﴿وهو محرم علیکم إخراجهم﴾ حالانکہ تم پر ان کو گھروں سے نکالنا حرام کیا گیا تھا تم ان کو گھروں سے نہ نکالتے وہ دشمن کے ہاتھ نہ چڑھتے۔ اور فدیہ دینے کی نوبت نہ آتی۔

یہود کے تین قبیلے :

مدینہ منورہ میں یہودیوں کے تین قبیلے تھے۔ بنو نظیر، بنو قریظہ بنو قینقاع۔ اور انصار کے بھی دو قبیلے تھے۔ جو اسلام لانے سے پہلے مشرک تھے۔

اوس اور خزرج۔

بنو قریظہ کی دوستی اوس کے ساتھ تھی۔ اور بنو نظیر خزرج کے حلفاء تھے۔ اوس اور خزرج کے درمیان تقریباً ایک سو بیس 120 سال لڑائیاں ہوتی رہیں۔ کبھی ایک طرف غالب کبھی دوسری طرف۔ لڑائیوں میں ہر ایک کے حلیف اپنے حلفاء کی مدد کرتے۔ جب ایک قوم کو دوسری قوم پر غلبہ ہوتا تھا تو ان کو جلاوطن کر دیتے تھے اور ان کے گھروں کو مسمار کر دیتے تھے اور اگر کوئی قید ہو جاتا تو سب چندہ جمع کر کے اس کا فدیہ ادا کرتے اور اس کو قید سے رہا کرتے۔ تو جب اوس اور خزرج کے درمیان لڑائی شروع ہوتی تو بنو قریظہ اوس کی مدد کرتے اور بنو نظیر خزرج کی دونوں طرف سے لوگ مارے جاتے تھے۔ گویا یہودیوں نے اپنے یہودیوں کو مارا۔ چاہیے تو یہ تھا کہ تم یہودی اپنے حلفاء کو کہتے کہ ہم اپنے یہودیوں کے مقابلے میں تمہاری حمایت نہیں کر سکتے کیونکہ ہمیں تورات نے منع کیا ہے۔

﴿افتؤمنون ببعض الکتب وتکفرون ببعض﴾ تورات کے بعض احکام کو تو مانتے ہو۔ یعنی قیدی کو فدیہ کے ذریعہ سے آزاد کراتے ہو۔ اور بعض احکام کو نہیں مانتے یعنی اپنے یہودیوں کو قتل کرتے ہو اور غالب آ کر ان کو جلاوطن بھی کرتے ہو۔ حالانکہ یہ دونوں باتیں تمہارے اوپر حرام ہیں تو گویا دو درجوں میں خلاف ورزی اور صرف ایک درجے میں تعمیل حکم۔ ﴿فما جزاء من یفعل ذلک منکم إلا خزی فی الحیوۃ الدنیا ویوم القیمۃ یردون إلی أشد العذاب وما اللہ بغافل عما تعملون ۰ أولئک الذین اشتروا الحیوۃ الدنیا بالأخرۃ فلا یخفف عنهم العذاب ولا هم ینصرون﴾

اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے احکام سے خلاف ورزی کرنے والے دنیا میں بھی ذلیل ہوں گے اور آخرت میں بھی جہنم رسید ہوں گے۔ ﴿ومن اعرض عن

ذکری فإن لہ معیشۃ ضنکا ونحشرہ یوم القیمۃ أعمی﴾ (سورۃ طٰہٰ آیت ۱۲۴) جو آدمی یاد خدا سے غافل ہو دنیائے فانی میں دن رات لگا رہے تو اس کی زندگی کو تنگ کر دی جائیگی اور قیامت کے دن اندھا اٹھیگا قبر سے۔ میں کبھی کبھی اپنے درس عام (حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ صبح کی نماز کے بعد عام لوگوں کو درس قرآن پاک دیا کرتے تھے) میں کہتا رہتا ہوں کہ ایک بہت بڑا متمول جس کی ڈھائی لاکھ کی کوٹھی اور پچاس ہزار کا موٹر ہو اور اس کے بیٹے ایم۔ اے۔ بی۔ اے۔ ہوں اور بیوی بھی زندہ ہو۔ اور ان کے ہاں لوٹا نہ ہو وضوء کے لئے مصلی نہ ہو نماز کے لئے۔ ان کو انتہائی پریشانی ہوگی ان کو چین و سکون میسر نہ ہوگا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ﴿ومن اعرض عن ذکری﴾ الآیۃ.

اللہ تعالیٰ میرا سچا ہے۔ اب ان آیات سے ہم بطور الاعتبار والتاویل یہ استنباط کر سکتے ہیں کہ ان یہودیوں نے دنیوی مفادات کی خاطر آخرت کو قربان کر دیا اس لئے وہ ذلیل وخوار ہوئے اور جہنم کے مستحق بنے۔ اب بھی جو دنیا کو آخرت پر ترجیح دیے اور اپنا نصب العین اور مقصد حیات کو پس پشت ڈالے وہ بھی ذلیل وخوار ہوں گے اور جہنم رسید ہوں گے۔ ترغیب وترہیب الاعتبار والتاویل کے ذریعہ سمجھ میں آتے ہیں۔ علم فقہ علوم میں اونچے درجے کا علم ہے۔ تفسیر وحدیث کے بعد علم فقہ کا درجہ ہے۔ مگر یہ باتیں فقہ کی کتابوں میں نہیں ملینگی۔ میں پکا حنفی ہوں قیامت کے دن اکابر احناف کے دامن تھامے ہوئے ہونگا۔ میں کہتا ہوں تقلید فرض عین ہے۔ ”گر فرق مراتب نہ کنی زندیقی“ اللہ تعالیٰ کے ارشادات سب پر مقدم۔ حضور اکرم ﷺ کے فرمودات سب پر مقدم۔ حسن اتفاق سے ہم حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مقلد ہیں اور اس کو موجب سعادت سمجھتا ہوں۔

گیارھواں رکوع: ﴿ولقد اٰتینا موسی الکتب وقفینا من بعدہ بالرسل واٰتینا عیسی ابن مریم البینٰت وأیدنٰہ بروح

القدس افكلما جاء كم رسول بما لا تهوى انفسكم استكبرتم ففريقا كذبتم وفريقا تقتلون﴾

یہود کے امراضِ مستمرہ :

اس رکوع کا عنوانِ عام : ''یہود کے امراضِ مستمرہ ہیں اور یہ مسلمانوں کے ماتحت رہ کر بھی کام نہیں کر سکتے''

ماخذ: آیت ۸۷/۸۸۔ افكلما جاء كم رسول بما لا تهوى انفسكم.

یہودیوں کا قاعدہ کلیہ ہے کہ جب بھی کوئی پیغمبر ان کے پاس اللہ تعالیٰ کا پیغام لایا اور وہ پیغام ان کے نفسانی خواہشات کے خلاف تھا تو انہوں نے تکبر کیا اور پیغمبر کی اطاعت سے روگردانی کی۔

دوسرا ماخذ: وقالوا قلوبنا غلف۔ اگر انسان ایک کام خود نہ چلا سکے تو چاہئے کہ اوروں کا تابع بنے۔ یہود تو خود بھی نہیں جانتے اور مسلمانوں کی بھی نہیں مانتے۔ ﴿قلوبنا غلف﴾ اور الٹا مذاق کرتے ہیں۔ کہ آپ تو ٹھیک کہتے ہیں مگر ہمارے دلوں پر غلاف پڑے ہوئے ہیں نا سمجھی کی وجہ سے آپ کے خیالاتِ عالیہ کو نہیں سمجھ سکتے۔ اپنے انبیاء کرام علیہم الصلوات والتسلیمات کی بے ادبی اور گستاخی تو کرتے رہے جس پر تاریخ شاہد ہے۔ اب حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی بھی توہین کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ ﴿بل لعنهم الله بكفرهم﴾ کہ ان کے دلوں پر پردے نہیں۔ بلکہ ان پر اللہ تعالیٰ کی پھٹکار اور لعنت ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے تمسخر اور مذاق کو جانتا ہے۔ یہ بد باطن اور خبیث الطبع ہیں۔ ﴿فقليلا ما يؤمنون﴾ ان میں بہت کم ایمان لاتے ہیں۔ ﴿و لما جاء هم كتب من عند الله مصدق لما معهم وكانوا من قبل يستفتحون على الذين كفروا فلما جاء هم ما عرفوا كفروا به

فلعنة الله على الكفرين﴾ اور جب ان کے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہ کتاب نازل ہوئی جو ان کی کتاب کی تصدیق کرتی ہے۔ حالانکہ وہ اس سے پہلے اللہ تعالیٰ سے دعائیں مانگتے تھے کہ اللہ تعالیٰ ان کو کافروں پر فتح نصیب فرماوے۔ پس جب ان کے پاس وہ پیغمبر اور وہ کتاب آئی جسے انہوں نے پہچان لیا تو اس کا انکار کر دیا۔ یہودیوں کو جب یمن میں دشمنوں کے ہاتھوں مار پڑی تو وہ یمن سے مدینہ منورہ بھاگ آئے۔

نبی آخر الزمان کا مستقر :

کیونکہ ان کو آسمانی کتابوں سے یہ بات معلوم ہو گئی تھی کہ نبی آخر الزمان ﷺ کا مستقر مدینہ منورہ ہوگا۔ وہ دعائیں مانگتے تھے۔ ﴿اللهم ابعث هذا النبى الذى نجده مكتوبا عندنا حتى نعذب المشركين ونقتلهم﴾ اے مولا! اس نبی کو مبعوث فرما جس کا ذکر ہم اپنی کتابوں میں دیکھتے ہیں تاکہ ہم مشرکوں کو سزا دے سکیں اور ان کو قتل کریں۔ وہ کہتے تھے کہ اگر ہم نے نبی آخر الزمان ﷺ کا زمانہ نہ پایا تو ہماری اولاد تو اس نبی کو پالیں گے مگر جب ان کے عہد میں نبی آخر الزمان ﷺ مبعوث ہوئے تو انہوں نے اس کی نبوت کا انکار کیا۔ حالانکہ انہوں نے نشانیوں سے پہچان لیا تھا۔ کہ یہ نبی آخر الزمان ﷺ ہے۔

﴿فلعنة الله على الكفرين﴾۔ اللعنة: البعد من رحمة الله۔ ﴿بئسما اشتروا به انفسهم ان يكفروا بما انزل الله﴾ انہوں نے بہت برا سودا کیا کہ اپنے جانوں کو بہت ہی بری چیز کے لئے بیچ ڈالا۔ ﴿بغيا﴾ عناد اور ضد کی وجہ سے۔ ان کا خیال تھا کہ نبی آخر الزمان ﷺ بنی اسرائیل میں سے ہوگا۔ جب نبی آخر الزمان ﷺ بنی اسماعیل میں سے مبعوث ہوا تو وہ انکار کرنے لگے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل کو اپنے بندوں میں جس پر چاہتا ہے نازل کر دیتا ہے۔ ﴿فباءو بغضب على غضب﴾ پس وہ کئی غضب میں مبتلا ہوئے ایک غضب تو

اس لئے کہ انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام کا انکار کیا اور دوسرا غضب اس لئے کہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا بھی انکار کیا۔ پہلے بھی ذلیل اب بھی اس آخر الزمان نبی ﷺ کی رسالت کے انکار کی وجہ سے ذلیل ہوئے۔ باوجود اس کے کہ انہوں نے نشانیوں کے ذریعہ نبی آخر الزمان ﷺ کو پہچان لیا۔

حضرت سیدنا ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام اور حضرت سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ کے درمیان تقریباً ڈھائی ہزار برس کا فاصلہ ہے۔ بنی اسرائیل میں لگاتار ادھر ادھر پیغمبر آتے رہے۔ بنی اسرائیل نے ایک ایک دن میں چالیس چالیس پیغمبر قتل کئے۔ بنی اسماعیل میں کوئی پیغمبر مبعوث نہیں ہوا تھا۔ شاہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ بنی اسماعیل میں کچھ نہ کچھ لوگ دینِ ابراہیمی پر تھے۔ ﴿واذا قیل لهم امنوا بما انزل الله قالوا نؤمن بما انزل علینا ویکفرون بما وراءه﴾ جب ان کو کہا جاتا کہ قرآن مجید پر ایمان لاؤ وہ کہتے کہ ہم تو صرف اس کتاب پر ایمان لائے ہوئے ہیں جو ہم پر اتاری گئی ہے اور اس کے ماسوا دیگر کتابوں کو نہیں مانتے۔ ﴿وهو الحق مصدقاً لما معهم﴾ حالانکہ قرآن مجید حق ہے اور وہ اس کتاب کی تصدیق کرنے والی ہے جو ان کے ساتھ ہے۔

تمام آسمانی کتابیں اصولِ اربعہ میں ایک دوسرے کی تصدیق کرتی ہیں الحمد للہ ثم الحمد للہ امتِ محمدیہ تمام آسمانی کتابوں پر ایمان لاتے ہیں۔ تمام پیغمبروں کو حق مانتے ہیں۔ ﴿قل فلم تقتلون انبیاء الله من قبل ان کنتم مؤمنین﴾ یہ آیت یہود کی اس اعتراف پر جرح وتنقید ہے۔ وہ کہتے ہیں ﴿نؤمن بما انزل علینا﴾ کہ ہم صرف تورات پر ایمان لاتے ہیں۔ تم اس دعویٰ میں جھوٹے ہو تمہارا تورات پر بھی ایمان نہیں، تم اگر صدقِ دل سے ایمان لاتے تو تم پیغمبروں کو قتل نہ کرتے۔ کیونکہ تورات میں اس سے ممانعت کی گئی ہے تورات میں صراحۃً یہ حکم دیا گیا ہے۔ جو پیغمبر بھی تورات پر

ایمان لائے اس کی نصرت کرنا اور اس پر ایمان لانا۔ بنی اسرائیل نے حضرت زکریا علیہ الصلوۃ والسلام اور حضرت یحییٰ علیہ الصلوۃ والسلام اور دیگر بہت سے پیغمبروں کو قتل کیا جو تورات کے ماننے والے تھے۔ اور تورات کی تعلیمات کو لوگوں میں نشر کرتے رہے۔

﴿ولقد جاءكم موسى بالبينت ثم اتخذتم العجل من بعده وانتم ظلمون﴾ اس آیت میں بھی یہودیوں کی اس دعویٰ کی تردید ہے۔ کہ وہ کہتے تھے۔ ﴿نؤمن بما انزل علینا﴾ تم تورات پر بھی ایمان نہیں لائے تورات تو توحید باری تعالیٰ کی سبق پڑھاتا ہے۔ تم نے بچھڑے کو معبود بنا لیا تھا تورات کے نزول سے قبل حضرت موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام تم کو توحید کا درس دیتے رہے۔

جب تم نے بحرِ قلزم عبور کیا تو وہاں تم نے ایک قوم کو دیکھا جو بتوں کے ارد گرد اعتکاف کئے ہوئے تھے تم نے بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام سے مطالبہ کیا کہ ہمارے لئے بھی ان جیسے معبودوں کو لائیں۔ تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تم کو ڈانٹا اور کہا ﴿انكم قوم تجهلون ۝ ان هؤلاء متبر ما هم فيه وبطل ما كانوا يعملون ۝ قال اغير الله ابغيكم الهاً وهو فضلكم على العلمين﴾ (سورۃ الاعراف آیت: ۱۳۸۔۱۳۹۔۱۴۰)

تم جاہل بے وقوف ہو کہ یہ تمام بت تباہ ہونے والے ہیں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور معبود کا مطالبہ کرتے ہو کہ میں تمہارے لئے تلاش کروں۔ ﴿واذ اخذنا ميثاقكم ورفعنا فوقكم الطور﴾ یہ بنی اسرائیل ایسے ناشکرے ہیں۔ کہ انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تکذیب ان کے منہ پر کی ہے۔ ان آیات سے ان کی وہ قباحت معلوم ہو رہی ہے۔ کہتے ہیں کہ جھوٹے کو گھر تک بھگانا چاہئے۔ جب اللہ تعالیٰ نے تم سے عہد لیا اور تمہارے اوپر کوہِ طور اٹھایا اور فرمایا کہ جو تورات میں نے تم کو دی ہے اس کو پوری مضبوطی سے پکڑو اور اس کے احکام کو سنو تو انہوں نے کہا کہ ہم نے سن لیا مگر مانیں گے

نہیں. اللہ تعالیٰ نے ان پر اتنا فضل فرمایا کہ کوہ طور ان کے سروں پر اٹھایا تاکہ وہ ڈر کر تورات کے احکام پر پوری مضبوطی کے ساتھ عملدرآمد شروع کریں. جس طرح ایک مشفق ڈاکٹر بیمار کو زبردستی دوائی پلا دیتا ہے. حالانکہ بیمار کڑوی دوائی سے گھبراتا ہے تو ڈاکٹر اسے ڈانٹتا ہے اور پھر زور سے اس کے منہ کو کھول کر دوائی اسے پلا دیتا ہے. مگر بنی اسرائیل نے اتنے بڑے معجزے کو دیکھ کر بھی پورے اخلاص کے ساتھ اعتراف نہ کیا زبان سے تو سمعنا کہہ دیا مگر دل سے عصینا کہہ دیا عصیان اور نافرمانی ان کے رگ و ریشہ میں سرایت کر چکی تھی. یہ حد درجہ سنگدلی اور سینہ زوری ہے.

﴿واشربوا فی قلوبھم العجل بکفرھم﴾ ان کے دلوں میں کفر کی وجہ سے بچھڑے کی محبت رچ گئی تھی. ان کو سونا چاندی محبوب ہے. پیسے کے یار ہیں. سونے چاندی سے سامری نے بچھڑا بنایا فانافٹ اس کو سجدہ کرنے لگے. حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام جیسے اولوالعزم پیغمبر کو نہیں مانتے۔ ان کے مبارک ہاتھوں سے مصر میں بھی اور بحر قلزم کے پاس بھی اور پھر صحرائے سینا میں لگاتار معجزات دیکھتے رہے۔ معجزات پر ایمان نہیں لاتے۔ حیلے بہانے بناتے ہیں۔ ان کو اگر خدا مطلوب ہوتا تو بچھڑے کو معبود نہ بناتے۔

﴿قل بئسما یامرکم بہ ایمانکم ان کنتم مؤمنین﴾ ان کو کہہ دیجئے اگر تم میں حقیقی ایمان موجود ہے تو یہ ایمان تمہیں بہت ہی قبیح حکم دیتا ہے. ایمان تو توحید کا نام ہے. بچھڑے کی پرستش کونسا ایمان ہے؟ یہودیوں کو جب قرآن پاک پر ایمان لانے کا حکم ملا تو انہوں نے کہا کہ ہم فقط تورات ہی پر ایمان لاتے ہیں اور اس کے علاوہ کسی اور کتاب کو نہیں مانتے تو فرمایا گیا کہ اگر تمہارا ایمان تم سے یہ قبائح اور شرکی کام کرائے تو یہ بہت برا ایمان ہے۔

کار شیطان مے کند نامش ولی : گر ولی این است لعنت بر ولی

بنی اسرائیل کی یہ مشرکانہ خصلتیں پیغمبروں کی دشمنی آسمانی کتابوں کا انکار. اور دعوی کرتے ہیں کہ ہم جنت کے وارث ہیں. ہم اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں کی اولاد ہیں. (رسی جل گئی اور بٹ بھی رہا)۔

﴿قل ان کانت لکم الدار الآخرۃ عند اللہ خالصۃ من دون الناس فتمنوا الموت ان کنتم صدقین﴾ اگر تم یہ دعوی کرتے ہو کہ آخرت کا گھر فقط ہمارے لئے ہے تو تم موت کی تمنا کرو اگر تم سچے ہو کہ دار آخرت ہمارا ہی ہے. ﴿فتمنوا الموت﴾ تم ایسے مقامات میں قدم رکھو جہاں موت ہو. غزوۂ بدر میں نبی کریم ﷺ لڑائی کے لئے نہیں آئے تھے. بلکہ ابوسفیان کے قافلہ پر قبضہ مطلوب تھا. نبی کریم ﷺ نے مدینہ منورہ میں صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے مشورہ کیا. حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت عمر فاروقؓ، حضرت سعد بن عبادہؓ اور دیگر صحابہ کرامؓ نے لبیک کہا.

حضرت مقدادؓ کی ولولہ انگیز تقریر :

حضرت مقدادؓ نے ولولہ انگیز تقریر میں کہا کہ ہم آپ کے دائیں بائیں، آگے جنگ میں ہوں گے۔ ابوسفیان کو پتہ چلا کہ میرے قافلہ پر حملہ کیلئے صحابہ کرامؓ بدر جا رہے ہیں. اس نے تیز رفتار گھوڑے پر آدمی مکہ مکرمہ بھیجا وہاں سے ایک ہزار لشکر پورے ساز و سامان کے ساتھ بدر پہنچا وہاں بدر کی لڑائی ہوئی. تین سو تیرہ صحابہ کرامؓ نے ایک ہزار لشکر کو شکست دی. آپ ﷺ کے صحابہؓ نے اپنے پیغمبر کے اشاروں پر اپنی جانیں پیش کر دیں. ﴿فتمنوا الموت﴾ جہاد کے لئے نکلو۔ بنی اسرائیل تو ﴿فاذھب انت وربک فقاتلا﴾ والے ہیں. ﴿ولن یتمنوہ ابدا بما قدمت ایدیھم واللہ علیم بالظلمین﴾ وہ کبھی بھی موت کی آرزو نہیں کریں گے. کیونکہ انہوں نے وہ گناہ کئے ہیں جن کے پاداش میں وہ مرنے کے بعد سیدھا جہنم جائیں گے ان کو اپنے

کئے ہوئے اعمال کا بخوبی علم ہے۔ ﴿ولتجدنهم احرص الناس على حيوة﴾ بجائے اس کے کہ وہ موت کی تمنا کریں وہ تو زندگی پر سب لوگوں سے زیادہ عاشق اور حریص ہیں۔ ﴿ومن الذين اشركوا﴾ وہ تو مشرکوں سے بھی زیادہ زندگی پر عاشق ہیں۔ حالانکہ مشرک آخرت کی زندگی کا عقیدہ بھی نہیں رکھتے۔ پھر بھی ...... حمية الجاهلية کی وجہ سے لڑائی کے لئے نکلتے ہیں مگر یہ یہودی کھاتے میں نہیں اور اپنے آپ کو جنت کے وارث سمجھتے ہیں۔ ﴿يود احدهم لو يعمر الف سنة﴾۔ ہر ایک ان یہودیوں میں چاہتا ہے کہ اس کو ہزار سال کی زندگی میسر ہو اور اگر اس کو ہزار سال کی زندگی مل بھی جائے تو یہ طویل زندگی بھی اس کو عذاب الٰہی سے بچانے والی نہیں۔

بارھویں رکوع : ﴿قل من كان عدوا لجبريل فانه نزله على قلبك باذن الله مصدقا لما بين يديه وهدى وبشرى للمؤمنين﴾

حالتِ انحطاط میں یہود کا مشغلہ :

اس رکوع کا عنوانِ عام : "حالتِ انحطاط میں یہود کا مشغلہ"

ماخذ : ﴿واتبعوا ما تتلوا الشيطين﴾

سابقہ آیات سے یہ بات ثابت ہو گئی ہے کہ یہود نہ تورات کے متبع ہیں نہ پیغمبروں کے اور نہ قرآن مجید پر ایمان لاتے ہیں۔ اور نہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی نبوت کو تسلیم کرتے ہیں۔ اب ان کا مشغلہ کیا ہے؟ ان کا مشغلہ ﴿واتبعوا ما تتلوا الشيطين﴾ ہے۔ یہودیوں نے نبی کریم ﷺ سے چند سوالات کئے ایک سوال یہ بھی تھا کہ آپ پر وحی کونسا فرشتہ لاتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا حضرت جبرائیل امین۔ انہوں نے کہا وہ تو ہمارا پرانا دشمن ہے۔ وہ تو ہمارے اجداد و اسلاف پر عذاب لایا کرتا تھا۔ وہ تو ہمارے جدی دشمن ہیں۔ اگر اور فرشتہ آپ پر وحی لاتا تو ہم آپ پر ایمان لے آتے۔

"خوئے بد را بہانہ بسیار" حالانکہ یہ احمق نہیں سمجھتے کہ نازل فرمانے والا تو رب العالمین جل جلالہ ہے۔ حضرت جبرائیل امینؑ تو صرف پیغام لانے والے ہیں۔ پیغام (قرآن مجید) تو اللہ تعالیٰ ہی کا ہے۔ اگر حضرت جبرائیل امین علیہ السلام کے ساتھ آپ کی دشمنی ہے پھر تو تم اللہ تعالیٰ کے بھی دشمن ہو گئے۔ کیونکہ فرشتوں کو بھیجنے والا تو اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ ﴿فانه نزله على قلبك باذن الله﴾ کیونکہ اسی نے قرآن مجید کو آپ کے دل میں اللہ تعالیٰ کے حکم سے اتارا ہے۔ حضرت جبرائیل امین علیہ السلام تو حکم خداوندی لاتے ہیں۔ ﴿مصدقا لما بين يديه﴾ حضرت جبرائیل امین علیہ السلام نے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہ کتاب آپ کے دل پر اتاری ہے جو ان کی کتاب تورات کی تصدیق کرتی ہے اور اس میں اہل ایمان کے لئے ہدایت اور خوشخبری ہے۔

﴿من كان عدوا لله وملئكته ورسله وجبريل وميكل فان الله عدو للكفرين﴾ یہ قاعدہ ہے کہ دوست کا دشمن دشمن ہوتا ہے۔ جب یہودی کہتے ہیں کہ جبرائیل علیہ السلام ہمارے دشمن ہیں تو حضرت جبرائیل امین علیہ السلام تو بارگاہِ الٰہی میں مقبول ہیں۔ ﴿انه لقول رسول كريم • ذي قوة عند ذي العرش مكين • مطاع ثم امين﴾ (سورۃ التکویر آیت: ۱۹-۲۰-۲۱)

جبرائیل امین ایک طاقتور فرشتہ ہے۔ جو عرش کے مالک کے نزدیک بہت بڑے رتبے والا ہے۔ وہاں کا سردار امانت دار ہے۔ حضرت جبرائیل امین علیہ السلام تو انبیاء کرام علیہم السلام کے دوست ہیں۔ فرشتوں کے ہاں معزز و موقر ہیں۔ پس یہودی اللہ تعالیٰ اور پیغمبروں اور فرشتوں کے دشمن ہیں۔ ﴿ولقد انزلنا اليك ايت بينت وما يكفر بها الا الفسقون﴾ ہم نے آپ کی طرف واضح آیتیں نازل کی ہیں آیات بینات سے مراد بدیہیات ہیں جو واضح اور روشن ہیں۔ جن کو ادنیٰ سے ادنیٰ انسان بھی سمجھ سکتا ہے۔ مگر یہودی معاند ہیں یہ کوئی نہ کوئی بہانہ بنا لیتے ہیں۔ احکام الٰہیہ کے سامنے میں

ہمیشہ ٹال مٹول کرتے رہتے ہیں عصیان اور نافرمانی یہودیوں کا قدیمی شیوہ ہے، یہ اپنی موروثی عادتوں سے مجبور ہیں۔ ﴿او کلما عٰھدوا عھدا نبذہ فریق منھم بل اکثرھم لا یؤمنون﴾ جب بھی انہوں نے کوئی وعدہ کرلیا تو ان میں سے ایک گروہ نے اس کو پھینک دیا، انکی کتاب تورات میں ان سے وعدہ لیا گیا تھا کہ جب بھی کوئی پیغمبر تورات کی تصدیق کرنے والا آئے تم اس پر ایمان لاؤ گے، اور اس کی نصرت وتائید کرو گے۔

﴿ولما جاءھم رسول من عند اللہ مصدق لما معھم نبذ فریق من الذین اوتوا الکتٰب کتٰب اللہ وراء ظھورھم کانھم لا یعلمون﴾ رسول سے مراد حضرت محمد مصطفی ﷺ ہیں۔ جب ان کے پاس اللہ تعالی کی طرف سے حضرت محمد مصطفی ﷺ تشریف لائے جو تورات کی تصدیق کرنے والے ہیں تو اہل کتاب میں سے ایک گروہ نے تورات کی بشارتوں اور پیشن گوئیوں کو پس پشت ڈالدیا تورات میں ان کو بشارت دی گئی تھی۔ کہ نبی آخر الزمان ﷺ تشریف لائیں گے۔

﴿کانھم لایعلمون﴾ ای: کانھم لا یعلمون ما فیھا من البشارات فی حق احمد النبی الامی ﷺ. ﴿واتبعوا ما تتلوا الشیٰطین علی ملک سلیمٰن﴾ ادھر تو یہود اللہ تعالی کے بھیجے ہوئے رسول اور حضرت جبرائیل امین اور دیگر فرشتوں کا انکار کرتے ہیں، اور ادھر شیطان پر اپنی جانوں کو نثار کرتے ہیں، خدائی تعلیمات (تورات) سے روگردانی کرتے ہیں، اور شیطانی تعلیمات سحر کے درپے رہتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ حضرت سلیمان علی نبینا علیہ الصلاۃ والسلام ان دعاؤں کو پڑھتے تھے اسی لئے جنات وغیرہ ان کے زیر فرمان تھے۔

بدعتی لوگ اور نقش سلیمانی :

آج بدعتی لوگ "نقش سلیمانی" نامی کتاب کے بارے میں یہی کہتے ہیں کہ

اس میں وہ تعویذات ہیں جو حضرت سلیمان علیہ السلام کرتے تھے یہ سراسر جھوٹ ہے تعویذ فروش ایک پیسے میں چار تعویذ دیتے ہیں اس سے روزی کماتے ہیں۔ ہر مرض اور ہر مشکل کے لئے وقتی ایک تعویذ دیتے ہیں دفینہ معلوم کرنے کے لئے بھی، بخار کے لئے بھی، محبت کے لئے بھی، یہی نقش سلیمانی استعمال کرتے ہیں، اور استدلال میں کہتے ہیں کہ یہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے تعویذات اور وظیفے ہیں ان کی وجہ سے وہ جنات پر حکمرانی کرتے تھے، حالانکہ قرآن مجید نے ساری حقیقت واضح کردی ہے۔ ﴿واتبعوا ما تتلوا الشیٰطین علی ملک سلیمٰن﴾ کہ یہود تابع ہوئے اس علم کے جو پڑھتے تھے شیطان حضرت سلیمان علیہ السلام کی بادشاہت کے وقت کیونکہ اس زمانے میں انس وجن اکٹھے حضرت سلیمان علیہ السلام کے امور مملکت میں کام کرتے تھے۔

﴿وما کفر سلیمٰن﴾ اور کفر نہیں کیا سلیمان علیہ السلام نے یعنی اس نے سحر استعمال نہیں کیا سحر کا استعمال کفر ہے۔ ﴿ولٰکن الشیٰطین کفروا﴾ لیکن شیطان کفر کرتے تھے ﴿یعلمون الناس السحر﴾ لوگوں کو سحر سکھلاتے تھے۔ ﴿وما انزل علی الملکین ببابل ھٰروت ومٰروت﴾ لوگ تابع ہوئے اس علم کے جو اترا دو فرشتوں پر شہر بابل میں جن کے نام ہاروت وماروت ہیں ...... ﴿وما یعلمٰن من احد حتی یقولا انما نحن فتنۃ فلا تکفر﴾ اور وہ فرشتے لوگوں کو نہیں سکھلاتے تھے، جب تک یہ نہ کہہ دیتے کہ ہم تو آزمائش کے لئے بھیجے گئے ہیں تو کافر نہ بن (باوجود ان فرشتوں کے منع کرنے کے)

﴿فیتعلمون منھما ما یفرقون بہ بین المرء وزوجہ﴾ لوگ ان سے سیکھتے تھے وہ علم جس کے ذریعہ وہ میاں بیوی کے درمیان جدائی ڈالتے تھے۔ ﴿وما ھم بضارین بہ من احد الا باذن اللہ﴾ اور وہ کسی کو ضرر نہیں دے سکتے تھے سحر کے ذریعہ اللہ تعالی کے حکم کے بغیر۔ ﴿ویتعلمون ما یضرھم ولا

ینفعهم﴾ اور لوگ ان سے سیکھتے تھے وہ علم جو ان کے لئے ضرر رساں تھا اور فائدہ دینے والا نہیں تھا (بعض محققین مفسرین نے وما انزل علی کو ماقبل پر عطف نہیں کیا وہ کہتے ہیں کہ ما نافیہ ہے۔ اور ملکین سے مراد وہ آدمی ہیں جو لوگوں کی نگاہ میں نیک سیرت تھے اور لوگوں کا ان کے بارے میں حسن ظن تھا کہ یہ فرشتے ہوں گے۔ وہ لوگوں کو سحر سکھلاتے تھے۔ وہ ان لوگوں کے حسن اعتقاد کو برقرار رکھنے کے لئے کہتے تھے کہ ہمیں تو آزمائش کے لئے بھیجا گیا ہے۔ وہ لوگوں کے دلوں میں یہ بات ڈالنا چاہتے تھے کہ ہمارے علوم آسمانی ہیں اور ہمارا یہ کام روحانی ہے۔ جیسا کہ آج کل بھی کئی درویش نما دجال لوگوں کو قسم قسم دجل و فریب کے ذریعہ اپنی بزرگی اور روحانیت کا سکہ بٹھاتے ہیں۔ قرآن مجید نے ان فرشتہ نما دجالوں کی تردید فرمائی۔ کہ ہاروت ماروت نامی دو آدمیوں پر کوئی چیز نہیں اتاری گئی جو اپنے آپ کو فرشتے کہتے رہے۔ محققین کی یہ توجیہ بہت عمدہ ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انسانوں سے پیغمبر تعلیم کے لئے بھیجے نہ کہ فرشتے۔ ﴿وما أرسلنا قبلك إلا رجالا نوحي إليهم فاسئلوا أهل الذكر إن كنتم لا تعلمون﴾۔ (سورۃ الانبیاء آیت : ۲۱) اور قرآن مجید نے ان لوگوں کا مطالبہ رد کر دیا ہے۔ جو فرشتوں کی آمد کا مطالبہ کرتے تھے۔ ﴿وقالوا لولا أنزل عليه ملك ولو أنزلنا ملكا لقضي الأمر ثم لا ينظرون﴾۔ (سورۃ الانعام آیت ۶) ﴿وقالوا مال هذا الرسول يأكل الطعام ويمشي في الأسواق لولا أنزل إليه ملك فيكون معه نذيرا﴾ (سورۃ الفرقان ۷)۔ راجع تفسير القاسمي۔ (محاسن التأويل)، في تفسير هذه الآية)

ہاروت وماروت کا قصہ :

یہاں بعض مفسرین نے جو قصہ نقل کیا ہے۔ کہ ہاروت وماروت دو فرشتے تھے۔ انہوں نے جب انسانوں کو گناہوں میں مبتلا دیکھا، تو ان پر طعن و تشنیع کرلی اور ان کو بددعائیں دیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو کہا کہ اگر تم کو بھی وہی قوتیں دیدوں، جو انسانوں میں ہیں، تو تم بھی ان گناہوں میں مبتلا ہو جاؤ گے۔ انہوں نے کہا کہ اگر تو نے ہمیں انسانی

قوتیں عطا کیں، تو ہم قطعاً گناہ نہیں کریں گے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کو بشری قوتیں عطا کر کے بابل شہر میں اتارا۔ وہ دونوں فرشتے وہاں کے ایک فاحشہ بدکار عورت پر عاشق ہو گئے اور اس کے ساتھ منہ کالا کیا۔ شراب پینے لگے۔ قتل و غارت میں پڑ گئے اور بتوں کے سامنے سجدے کرنے لگے اور اس بدکار عورت کو اسم اعظم سکھلا گئے۔ جس کے ذریعہ وہ فرشتے آسمانوں تک چڑھتے تھے۔ اس فاحشہ عورت نے اسم اعظم پڑھ کر آسمان پہنچ گئی۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو مسخ کر کے زہرہ ستارہ بنا دیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان دو فرشتوں ہاروت و ماروت کو متنبہ کیا کہ کیسے گناہوں میں آلودہ ہو گئے پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو اختیار دیا کہ دنیا میں تمہارے کئے کا سزا دوں یا آخرت میں۔ پس دونوں نے دنیوی عذاب کو ترجیح دی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو بابل کے کنویں میں الٹا لٹکا دیا۔ جو قیامت تک اس عذاب میں مبتلا ہوں گے۔

یہ قصہ سراسر جھوٹ اور یہودیوں کی من گھڑت واقعات میں سے ایک قصہ ہے جو تلمود میں ہے اور اصحاح نمبر (۳۳) مدارس یاکوت میں درج ہے۔ بعض مفسرین (اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت کرے) بعض ایسے قصے نقل کئے ہیں اور پھر ان پر رد نہیں کیا ہے۔ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر کبیر میں اس پر مدلل رد کیا ہے۔ محدثین کرام مکمل تحقیق و تدقیق سے کام لیتے ہیں۔ حدیث کا درجہ دیکھتے ہیں۔ ہر راوی کو پرکھتے ہیں۔ بعض علماء نے فرمایا کہ ہاروت و ماروت دو انسان تھے۔ بہت متقی پاکباز تھے۔ ان کے پاس کچھ ادعیہ ماثورہ تھیں جن کے بدولت اللہ تعالیٰ اجابت فرماتے تھے۔ لوگ آتے اور ان سے ادعیہ سیکھتے۔ وہ کہتے کہ دعائیں تو سیکھ جاؤ گے۔ مگر ان کو تم غلط استعمال کر کے ایمان سے محروم ہو جاؤ گے۔

اخفاء عن النظر کا وظیفہ :

میرا ایک دوست کہتا ہے کہ ایک مولوی صاحب کے پاس اخفاء عن النظر کا

وظیفہ تھا ایک شاگرد ان کے پیچھے پڑ گیا کہ مجھے ضرور یہ وظیفہ سکھا دو استاد نے کہا کہ تم اس قابل نہیں تجھ میں وہ صلاحیت نہیں۔ مجھے خطرہ ہے کہ گھروں میں جا کر زنا کرو گے۔

﴿فیتعلمون منهما ما یفرقون به بین المرء وزوجه﴾ لوگ ان سے وہ باتیں سیکھتے تھے جس سے خاوند اور بیوی میں جدائی ڈالیں۔ وہ ادعیہ ماثورہ ٹھیک تھیں مگر وہ ان کا استعمال غلط کرتے تھے۔ تلوار کو اگر جہاد میں کافر پر چلائے تو عین اجر وثواب ہے اور اگر مسلمان پر چلائیں تو ﴿ومن یقتل مؤمناً متعمداً﴾ الآیة کے مصداق بن جائیں گے۔ ﴿ولو انهم آمنوا واتقوا لمثوبة من عند الله خیر﴾ اگر وہ سحر وغیرہ کی بجائے ایمان لاتے اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ روابط استوار کرتے تو ان کو اللہ تعالیٰ کے ہاں اجر وثواب بہتر تھا۔ سحر کی وجہ سے ایمان سے بھی محروم ہوئے اوروں کا گھر بھی خراب کیا۔ حاصل یہ نکلا کہ اب بنی اسرائیل کے پاس صرف سحر وساحری کا مشغلہ رہ چکا ہے۔ وہ تورات کے علوم سے یکسر محروم ہو گئے ہیں۔

۱۶ رمضان المبارک ۱۳۷۸ھ

(آج حضرت شیخ التفسیر دامت برکاتہم العالیہ کی طبیعت کافی ناساز تھی پھر بھی درس کے لئے تشریف لائے۔ ﴿شفاه الله شفاء کاملاً ورزقه الصحة الکاملة وصانه من جمیع الأمراض والعاهات والآفات﴾

اہل کتاب سے مقاطعہ :

تیرواں رکوع : ﴿یاایها الذین آمنوا لا تقولوا راعنا﴾ الآیة۔

اس رکوع کا عنوان عام : "اہل کتاب سے مقاطعہ اور بحث نسخ فی الشرائع"

ماخذ: پہلی آیت مقاطعہ۔

آیت: ما ننسخ من آیة۔ نسخ فی الشرائع۔

بحث نسخ :

تمہید سن لیجے۔ بحث نسخ فی الشرائع تیرویں رکوع سے شروع ہو کر سولویں رکوع کی آخر تک ہے۔ جب تک نبی کریم ﷺ مکہ مکرمہ میں رہے تو خانہ کعبہ کے جانب جنوب میں نماز پڑھتے تھے۔ تو خانہ کعبہ اس سے بجانب شمال ہوتا تھا تو بیت المقدس کی طرف بھی متوجہ ہوتے تھے۔ جب ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لائے تو یہاں بیت اللہ کی طرف نماز پڑھتے تھے۔ سولہ یا سترہ مہینے بیت المقدس کی طرف نمازیں پڑھتے رہے۔ پھر تحویل قبلہ کا حکم آیا تو آپ خانہ کعبہ کی طرف متوجہ ہوئے۔

تحویل قبلہ کے الزامی جوابات :

تو یہود نے شور مچایا کہ اگر یہ اللہ تعالیٰ کا دین ہوتا تو آپ قبلہ تبدیل نہ کرتے۔

دینِ الٰہی میں تبدیلی نہیں ہوتی۔ اصل میں یہود غصہ ہو گئے کہ ہمارے قبلہ کو کیوں چھوڑ دیا۔ چار رکوع میں اس مسئلہ نسخ پر بحث ہوگا۔ یہاں الزامی جوابات دیئے جائیں گے۔ سترویں رکوع میں تحقیقی جواب ہوگا۔ الزامی جواب تو سائل کو ساکت کرنے کے لئے ہوتے ہیں۔ یہاں پر یہ ثابت کرتا ہے کہ نسخ فی الشرائع شرائع الٰہیہ کے منافی نہیں۔

﴿یاایھا الذین امنوا لا تقولوا راعنا﴾ اے ایمان والو! تم راعنا کا لفظ نہ کہو۔ بلکہ انظرنا کہو۔ نبی کریم ﷺ جب قرآن مجید سناتے یا حدیث مبارک تو بعض دور بیٹھنے والے جب نہ سنتے، یا بات کو نہ سمجھتے تو راعنا کہہ دیتے کہ ہماری رعایت کرو۔ ہمیں دوبارہ یہ آیتیں سنا دو۔ یا ہم نہیں سمجھتے ہمیں سمجھا دو۔ یہودی لوگ راعنا کی کسرہ کو زیادہ کھینچ لیتے تھے تو راعی نا۔ ہو جاتا اس کے معنی ہے چرواہا۔ وہ اس لفظ کو بطور تمسخر استعمال کرتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اس لفظ سے منع فرمایا اور بجائے اس کے انظرنا کا لفظ سکھلایا اور فرمایا کہ واسمعوا پیغمبر ﷺ کی بات کو غور سے سنو تو پھر انظرنا کی نوبت بھی نہیں آئیگی۔ راعنا رعونت سے بھی حماقت کے معنی پر آتا ہے تو ایسے الفاظ جس میں بے ادبی کا شائبہ ہو ان سے احتراز کرنا چاہئے۔

ان سے معلوم ہوا کہ جن اقوال اور جن افعال سے حضور ﷺ کی ناراضگی ہوتی ہے۔ اس سے بچنا ضروری ہے۔ ﴿ما یود الذین کفروا من اھل الکتاب ولا المشرکین ان ینزل علیکم من خیر من ربکم﴾ کافر لوگ اہل کتاب ہوں یا مشرک وہ یہ نہیں چاہتے کہ تمہارے اوپر اللہ تعالیٰ کی طرف سے نیک بات نازل ہو ﴿واللہ یختص برحمتہ من یشاء﴾ اللہ تعالیٰ خاص فرماتا ہے اپنی رحمت کے لئے جسے چاہے۔ ﴿واللہ ذو الفضل العظیم﴾ اللہ تعالیٰ بہت بڑے فضل والا ہے۔ یہود و مشرک یہ بھی نہیں چاہتے کہ صحابہ کرام کا تعلق نبی کریم ﷺ سے پختہ رہے۔

اے صحابہ کرام! تم استقامت اور استحکام سے کام لو۔ یہاں تک پہلا حصہ تھا۔ مقالہ عن

الکفار اگرچہ الفاظ خاص تھے مگر حکم عام تھا۔ پس جو چیز بھی حضور ﷺ کی تعلیمات کے مخالف ہو اس سے بچنا چاہئے۔ اب ما ننسخ سے دوسرا مسئلہ شروع ہوتا ہے۔

﴿ما ننسخ من آیۃ او ننسھا نات بخیر منھا او مثلھا﴾ ہم جب کسی آیت کو منسوخ کرتے ہیں یا بھلا دیتے ہیں تو اس سے بہتر دوسری آیت نازل کر دیتے ہیں۔ یا اس کے برابر ﴿الم تعلم ان اللہ علی کل شیء قدیر﴾ کیا تجھ کو معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ یہ سب تحویل قبلہ کے لئے الزامی جوابات ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ اپنے کسی حکم کو منسوخ فرما دے تو اس میں کیا تعجب ہے۔ اللہ تعالیٰ تو ہر چیز پر قدرت کاملہ رکھتا ہے۔ اس کو تبدیلی کا حق نہ ہو تو پھر اور کس کو یہ حق حاصل ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے کہ یہ حکم اتنی مدت کے لئے ہوگا۔ پھر اس کے بعد یہ دوسرا حکم نازل کروں گا۔ جیسے طبیب اور ڈاکٹر ایک بیماری کی تشخیص کر کے اس کو دوائی دیتا ہے۔ جب بیمار کو افاقہ ہو جاتا ہے تو پھر دوسرا نسخہ لکھ دیتا ہے۔ تو کوئی شخص یہ اعتراض نہیں کرتا کہ کل ڈاکٹر نے فلاں دوائی دی اور آج یہ دوائی دی۔ اسی طرح رب العالمین جل جلالہ حسب مصالح احکام تبدیل فرماتا رہتا ہے۔

﴿الم تعلم ان اللہ لہ ملک السموٰت والارض﴾ کیا تجھ کو معلوم نہیں کہ آسمانوں اور زمینوں کی شاہنشاہی اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہے۔ بادشاہ اپنے ملک اور اپنی رعیت میں مصالح کے بنا پر احکام میں تبدیلی لاتا رہتا ہے۔ یہ بھی الزامی جواب ہے۔ ﴿وما لکم من دون اللہ من ولی ولا نصیر﴾ اور نہیں ہے تمہارے لئے اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی متولی اور مددگار۔ تم اللہ تعالیٰ کی مالکیت کے اقرار کے باوجود اعتراض کرتے ہو تو اللہ تعالیٰ کے گرفت سے کیسے بچ سکو گے۔ ﴿ام تریدون ان تسئلوا رسولکم کما سئل موسیٰ من قبل﴾ اس کے مخاطب صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین ہیں۔ یہ بھی الزامی جواب ہے۔

یہود مسلمانوں کو شبہات پیش کرتے تھے۔ اور ان کو کہتے تھے۔ کہ اس کے بارے میں رسول اللہ ﷺ سے پوچھو۔ بعض سادہ اور مخلص مسلمان نبی کریم ﷺ سے پوچھنے لگتے اس آیت کریمہ میں بیہودہ سوالات سے منع کیا گیا۔ ﴿أم تریدون أن تسئلوا﴾ کیا تم چاہتے ہو کہ اپنے پیغمبر ﷺ سے غیر متعلقہ سوالات کرنے لگو۔ جیسے حضرت موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام سے سوالات کئے گئے تھے۔ ﴿ومن یتبدل الکفر بالإیمان فقد ضل سواء السبیل﴾ جو کوئی ایمان کے بدلے کفر لیتا ہے بس وہ سیدھے راستے سے بھٹک جاتا ہے۔ یعنی فضول سوالات کرنا پیغمبر کی توہین ہے۔ جو بھی اس سے باز نہیں آئیگا اس میں ایمان نہیں رہیگا۔ چاہئے کہ اس حکم کو مان لو اسلام کے معنی ہے تسلیم کرنا ایمان کے معنی ہے۔ جو حکم ملے اس کی تعمیل کرنا۔

ع سر تسلیم خم ہے جو مزاج یار میں آئے

اطاعت وفرمانبرداری کی یہ حالت ہونی چاہئے۔ کہ نبی کریم ﷺ کے زبان مبارک سے بات نکلی اور تم نے فوراً آمنا و سلمنا کہا۔ ﴿ودّ کثیر من أهل الکتٰب لو یردونکم من بعد إیمانکم کفارا﴾ اصل میں تحویل قبلہ پر اعتراض یہودیوں نے کیا تھا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

کہ اے مسلمانو! یہودیوں کے چکمے میں نہ آئیں۔ یہود تو از روئے حسد تمہیں ایمان سے ہٹانا چاہتے ہیں وہ تمہیں کفر کی طرف لوٹانا چاہتے ہیں ...... ﴿من بعد ما تبین لهم الحق﴾ حالانکہ یہودیوں کو یہ بات واضح ہو چکی ہے۔ کہ مذہب اسلام حق مذہب ہے۔ اور رسول کریم ﷺ اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ پیغمبر ہے۔ اور قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی سچی کتاب ہے۔ ﴿حسدا من عند أنفسهم﴾ وہ تمہارے ساتھ حسد کرتے ہیں۔ انہوں نے تو اپنے پیغمبروں کا احترام نہیں کیا۔ ہمیشہ پیغمبروں کی نافرمانی کرتے رہے۔ ﴿أفکلما جاءکم رسول بما لا تهوی أنفسکم

استکبرتم ففریقا کذبتم وفریقا تقتلون﴾ (سورۃ البقرۃ آیت: ۸۷)

مسجد اقصیٰ کے نورانی ممبر پر پیغمبروں کو قتل کیا۔ پیغمبروں کے صحابہ کو قتل کیا۔ خود حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مخالفت کرتے رہے۔ حطة کے بجائے حنطة کہنے لگے سجدا کے بجائے یزحفون علی أستاههم۔ اب جب اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کی قلعی کھولدی۔ اور مسلمانوں کو پتہ چلا کہ یہود ہمیں دین سے ہٹانا چاہتے ہیں اور ہمیں اپنے پیغمبر علیہ السلام سے بدظن کرنا چاہتے ہیں تو مسلمانوں کو غصہ آیا اور ان بے ایمانوں کو ٹھیک کرنا چاہا تو فرمایا ﴿فاعفوا واصفحوا﴾ جب تک اللہ تعالیٰ انتقام کا حکم نہ دے تو اپنی مرضی سے ان کے ساتھ قتال نہ کرو۔ بلکہ عفو ودرگذر سے کام لیا کرو۔ ﴿حتی یأتی اللہ بأمره﴾ ای: حتی یأتی اللہ بأمر الجهاد۔ ﴿إن اللہ علی کل شیء قدیر﴾ اللہ تعالیٰ تو اب بھی جہاد وقتال کا حکم دے سکتا ہے۔ مگر مصلحت اسی میں ہے۔ کہ اب آپ عفو ودرگذر کیا کریں۔ ایک وقت آئیگا پھر اللہ تعالیٰ تم کو تلوار نکالنے کا حکم صادر فرمائیں گے۔ چنانچہ بعد میں حکم آیا بنو قریظہ کے چھ سو جوانوں کو تہ تیغ کیا اور بنو نظیر کو جلاوطن کردیا اور بنو قینقاع کو تو بہت پہلے شہر بدر کردیا تھا۔ ﴿وأقیموا الصلوة وآتوا الزکوة﴾ نماز قائم کرو اور زکوۃ ادا کیا کرو۔ جہاد کے حکم نازل ہونے سے پہلے تم جہاد کے لئے مشق اور ٹریننگ کیا کرو۔

جہاد میں دو اہم قربانیاں:

جہاد میں دو اہم چیزوں کی قربانی ہوتی ہے۔ جان کی قربانی اور مال کی قربانی۔ نماز میں جسمانی اور بدنی قربانی ہوتی ہے۔ گرمی کے موسم میں اپنے ٹھنڈے کمرے سے دوپہر کے وقت نکل کر مسجد میں جائیں۔

رات ۹ بجے اذان پر عشاء کے لئے آپ کے آنکھوں میں نیند ہے۔ آپ فوراً مسجد کی طرف روانہ ہوئے۔ یہ تمام جسمانی قربانیاں ہیں اسی طرح دوکاندار دکان چھوڑ

کر مسجد روانہ ہوتا ہے وہ کامدار مالی جسمانی دونوں قربانیاں پیش کرتا ہے۔ زکوٰۃ دینے سے مالی قربانی کا مشق کیا جاتا ہے آپ اپنے مال سے چالیسواں حصہ زکوٰۃ میں نکالتے ہیں۔ زرعی آمدنی میں آپ بیسواں اور دسواں حصہ عشر دیتے ہیں۔ صدقۃ الفطر ادا کرتے ہیں اگر زمین میں دفینہ ملے تو اس کا خمس دیتے ہیں۔

صحابہ کرامؓ کی قربانیاں :

نماز و زکوٰۃ کا پابند جہاد و قتال کے لئے فوراً تیار ہو جاتا ہے۔ کیونکہ پہلے ہی سے اس کو جانی و مالی قربانیوں کا مشق کرایا گیا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں سے جو اتنے عظیم جرنیل اور مایہ ناز کمانڈر اور اعلیٰ درجے کے جان نثار سر بکف سپاہی اور مجاہد پیدا ہوئے۔ یہاں نمازوں اور زکوٰۃ اور روزوں کی برکت تھی۔ ورنہ اس وقت تو کوئی حربی کالج یا جہادی ٹریننگ سکول نہیں تھا نہایت عالی دماغ مفتی پیدا ہوئے۔ غایت درجہ پرہیزگار خدا ترس قاضی پیدا ہوئے۔ یہ سب ان جانی مالی قربانیوں کا ثمرہ تھا۔ نبی کریم ﷺ کا مبارک زمانہ خیر القرون میں تو مجاہد خود اپنے جنگی اسلحہ کا انتظام کرتا تھا حکم ہوا۔

﴿انفروا خفافاً وثقالاً وجهدوا باموالكم وانفسكم في سبيل الله﴾ (سورۃ التوبہ آیت: ۴۱) نکلو جہاد کے لئے ہلکے اور بوجھل۔ پیادہ اور سوار۔ جوان اور بوڑھے اور لڑو اپنے اموال و ارواح کے ساتھ۔ مجاہدین کے لشکر کو تنخواہیں تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد مبارک میں مقرر ہوئیں۔ جب قیصر و کسریٰ کے خزانے مال غنیمت میں آئے۔

زکوٰۃ مالی قربانی کی تمرین ہے اپنے گھاڑے پسینے کی کمائی سے اللہ تعالیٰ کے حکم سے چالیسواں حصہ نکال لے۔ یہ مشق ہے جہاد کے لئے۔ نماز اور زکوٰۃ کی وجہ سے ایسی فوج تیار ہو جاتی ہے۔ جو اطاعت امیر کے سلسلہ میں کسی قسم کی کوتاہی نہیں کرتی۔ میدان قتال میں مسلمان نہ جان کی پرواہ کرتا ہے نہ مال کی اس کے سامنے صرف رب العالمین

جل جلالہ کی رضامندی اور خوشنودی ہوتی ہے۔ ﴿وما تقدموا لانفسكم من خير تجدوه عند الله إن الله بما تعملون بصير﴾ جو چیز بھی اللہ تعالیٰ کے راستے میں دے دیا کرو تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مغفرت کا تمغہ نصیب ہوگا۔ یہ الزامی جوابات ہیں۔ بات سے بات نکلتی ہے آپ اس کو جتنے مسکت جوابات دیں گے وہ ہٹ دھرم ہیں وہ اپنے ضد پر اڑے ہوئے ہیں وہ ان جوابات کو نہیں مانیں گے۔ ان کے انکار پر مسلمانوں کو غصہ آئیگا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ذرا صبر سے کام لو۔ پہلے جہاد کا مشق (نماز اور زکوٰۃ کے ذریعہ) کرلو۔ یہودی کہتے ہیں۔ جی ہاں آپ ٹھیک کہتے ہیں مگر جو بھی ہو ہمارے سوا جنت میں اور کوئی نہیں جائیگا۔ ﴿وقالوا لن يدخل الجنة إلا من كان هودا او نصرى﴾ جواب تو تمہاری باتوں کا دے نہیں سکتے اور دعویٰ کرتے ہیں ﴿لن يدخل الجنة﴾ کا ﴿تلك امانيهم﴾ یہ ان کی من گھڑت باتیں ہیں اور بناوٹی اختراعات ہیں۔ کہتے ہیں جواب تو ٹھیک ہے۔ مگر جب تک یہودیت اور نصرانیت کے دائرہ میں نہیں ہوں گے نجات نہیں ملے گی۔ امنیۃ آرزو، اپنی ذہن کی نکلی ہوئی بات۔

﴿قل هاتوا برهانكم إن كنتم صدقين﴾ ان کو کہہ دو کہ اپنے اس دعویٰ پر دلیل لاؤ اگر تم سچے ہو۔ ﴿بلى من اسلم وجهه لله وهو محسن فله اجره عند ربه ولا خوف عليهم ولا هم يحزنون﴾۔ ایسا نہیں بلکہ نجات کا دارومدار اس پر ہے کہ جس شخص نے اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیا اور اس کے احکام کا تابع ہوا صرف زبانی جمع خرچ کرنے والا نہ ہو۔ بلکہ اقرار باللسان وتصدیق بالقلب کو عملی جامہ بھی پہنانے والا ہو۔ اس کو نجات کا تمغہ ملیگا۔ یہودیت اور نصرانیت وغیرہ کے دائرہ میں نجات محدود نہیں۔ نجات من اسلم پر ہے جو اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کرے اور اپنا سر اللہ تعالیٰ کے سامنے جھکائے۔

ہر دم بہ تو مایۂ خویش را

تو دانی حساب کم وبیش را

چودھواں رکوع : ﴿وقالت الیهود لیست النصری علی شیء﴾ الآیة.

خلاصہ اور عنوان : ''یہود بحث نسخ فی الشرائع چھیڑ کر مساجد الٰہیہ کو غیر آباد کرنا چاہتے ہیں''.

ماخذ : ﴿ومن اظلم ممن منع مسجد اللّٰہ ان یذکر فیها اسمه﴾. الآیة

ترتیب دیکھئے ! میری طرف متوجہ ہوں. یہود نے ...... بحث نسخ فی الشرائع شروع کی ہے کہ بیت المقدس سے خانہ کعبہ کی طرف کیوں تحویل قبلہ ہوا تو اس کا الزامی جواب دیا گیا. کہ یہ نسخ تمہارے ہاں بھی موجود ہے. ہم سے کیا پوچھتے ہو نصرانی کہتے ہیں کہ جب تک یہود عیسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کو نہیں مانتے تب تک ان کی نجات نہیں ہوگی. تو عیسائیوں کے نزدیک یہودیت پر نجات کا دارومدار منسوخ ہو گیا. اور یہودی کہتے ہیں کہ ہماری شریعت منسوخ نہیں ہوئی. پچھلی شریعتیں منسوخ ہوئی ہیں. یہودی اپنے سے سابق شریعتوں کو منسوخ مانتے ہیں اور اپنے مذھب کو ناسخ مانتے ہیں تو یہودیوں کے نزدیک نجات کا دارومدار نصرانیت پر نہیں. بہرحال ہر ایک فرقہ دوسرے کی تکذیب کرتا ہے تو نسخ کا مسئلہ تمہارے گھر میں بھی موجود ہے۔

﴿وقالت الیهود لیست النصری علی شیء﴾ سلب کلی کرتے ہیں کہ نصاری قطعاً کسی راہ پر نہیں بلکہ باطل ہی پر ہیں. کیونکہ انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کو خدا کا بیٹا کہا. اور اسی طرح نصاریٰ بھی یہود کے بارے میں سلب کلی کرتے ہیں. کہ یہودی بھی حق پر نہیں کیونکہ انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کا

انکار کیا. ﴿وهم یتلون الکتب﴾. سبحان اللّٰہ دونوں فریق اپنی اپنی کتابیں بھی پڑھتے ہیں. یہودیوں کے ہاں بھی نسخ فی الشرائع اور عیسائیوں کے نزدیک بھی تو پھر مسلمانوں پر کیوں اعتراض کرتے ہیں۔

﴿کذلک قال الذین لا یعلمون مثل قولهم﴾ اسی طرح جاہل لوگ بھی کہتے ہیں. یہود ونصاریٰ بھی جاہلوں کے مانند ہیں. عقل مند انسان حق کو حق اور باطل کو باطل کہتا ہے. بے وقوف دونوں کے درمیان امتیاز نہیں کر سکتا. حق بات یہ ہے. کہ صاف صاف کہہ دو کہ ملت یہودی اگر درست ملت تھی مگر حضرت عیسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کے تشریف آوری کے بعد اور انجیل کے نزول کے بعد وہ منسوخ ہو گئی. ﴿الذین لا یعلمون﴾ سے مراد مشرکین مکہ اور بت پرست ہیں. جو صرف اپنے آپ کو حق پر سمجھتے ہیں اور دیگر تمام قوموں کو باطل سمجھتے ہیں۔

بریلویوں کا فتویٰ :

جیسے بریلوی حضرات اپنے آپ کو صراط مستقیم پر سمجھتے ہیں. اور دیوبندیوں کے بارے میں فتویٰ دیتے ہیں کہ سارے دیوبندی پکے بے ایمان کافر ہیں. یہ کچھ اخلاق ہیں. اختلاف رائے ایک چیز اور اخلاق ایک چیز. اسلام بہت بلند اخلاق کا متقاضی ہے. شیعہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ہماری آل رسول ﷺ اور اہل بیت سے محبت وعقیدت ہے۔

ہم تعزیہ کے خلاف ہیں :

ہم بھی کہتے ہیں کہ ہماری بھی خاندان نبوت، اھل بیت کے ساتھ حد درجہ محبت ہے. حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے رفقاء کرام کی شہادت سے ہمارے قلوب بھی مجروح ہیں. مگر ہم اظہار محبت کے لئے تعزیہ کے خلاف ہیں. ہم نبی کریم ﷺ کے جان نثار صحابہ کرام کو عظمت کی نگاہوں سے دیکھتے ہیں. نبی کریم ﷺ کے ازواج مطہرات کو امہات المومنین سمجھتے ہیں. خلفائے راشدین ہمارے سروں کے تاج ہیں. عقل

بھی عقلمندوں کے ساتھ بیٹھنے سے آتا ہے۔ میں بریلوی حضرات کو کہتا رہتا ہوں۔ الیس منکم رجل رشید آپ شیخ الاسلام شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ الکل فی الکل آیت من آیات اللہ حضرت مولانا شاہ انور شاہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے قبور کو نہیں دیکھتے۔ جو بفضلہ تعالیٰ وبحشیۃ اللہ روضۃ من ریاض الجنۃ ہیں۔ ایک بھی تم میں آنکھوں والا نہیں۔ تمہیں شرم نہیں آتی کہ ان اولیاء اللہ مقربین بارگاہ الٰہی پر لعنت بھیجتے ہو۔ ﴿فاللہ یحکم بینھم یوم القیمۃ فی ما کانوا فیہ یختلفون﴾ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن فیصلہ فرمائیگا۔ جس بارے میں ان کے اختلاف ہے۔ اس سے یہ بات مترشح ہوتی ہے کہ یہود ونصاریٰ میں طلب حق نہیں ورنہ فیصلہ ہو جاتا۔ ان سے اس دنیا میں توقع نہیں کہ وہ حق کو تسلیم کرلیں۔ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ خود ہی فیصلہ فرمادیں گے۔

﴿ومن اظلم ممن منع مسجد اللہ ان یذکر فیھا اسمہ وسعی فی خرابھا﴾ اصل میں بحث نسخ فی الشرائع میں ہے۔ یہودیوں نے تحویل قبلہ پر اعتراض کیا ان کے اعتراض کا لب لباب یہ ہے کہ خانہ کعبہ قبلہ نہ رہے اور دنیا میں جتنے مساجد خانہ کعبہ کی طرف بنائے گئے ہیں وہ سب کے سب متروک اور غیر آباد ہو جائیں۔ اگر خانہ کعبہ کو قبلہ نہ بنایا جائے جس طرح یہود ونصاریٰ اس کے بارے میں پروپیگنڈہ کر رہے ہیں تو پھر دنیا کے کونے کونے سے کون خانہ کعبہ کو آئیگا جیسا کہ آج بیت المقدس کو کوئی نہیں جاتا۔ إلا للسیاحۃ والتفریح۔ حالانکہ ہر روز لاکھوں کی تعداد میں مشرق ومغرب سے مسلمان پروانوں کی طرح بیت اللہ کی زیارت کے لئے آتے رہتے ہیں۔

اس سے بڑا ظلم اور کیا ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لئے جو مسجدیں بنائی گئی ہیں ان کو غیر آباد کر دیا جائے۔ ان آیات کا شان نزول دراصل نصاریٰ ہیں۔ جنہوں نے بیت

المقدس کو مسمار کر دیا اور تورات کے نسخے جو مسجد اقصیٰ میں پڑے تھے، سب کو جلا دیا۔ اور اس طرح اس کے شان نزول میں کفار مکہ بھی داخل ہیں۔ کہ صلح حدیبیہ کے دوران انہوں نے نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام کو عمرہ سے منع کیا۔ ﴿اولئک ما کان لھم ان یدخلوھا إلا خائفین﴾ ان کو چاہئے کہ مساجد میں پورے ادب واحترام کے ساتھ داخل ہوں۔ اللہ تعالیٰ کا خوف ان کے دل میں ہو۔

قاعدہ ہے کہ جب دشمن سامنے آئے اور تکبر کے اثرات بھی اس کے چہرے پر نمایاں ہوں تو طبیعت میں اشتعال آجاتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی مصلحت ہے کہ یہ مخالفین جب مسجدوں میں آئیں تو چاہئے کہ خوف خدا ان پر طاری ہو ایسا نہ ہو کہ اللہ تعالیٰ کا غضب بھڑک کر ان کو ہلاک نہ کردے۔ ﴿لھم فی الدنیا خزی ولھم فی الآخرۃ عذاب عظیم﴾ ان یہودیوں نے جب مساجد کا احترام نہ کیا تو دنیا میں بھی ذلیل ہوئے اور آخرت میں عذاب عظیم کے مستحق بنے۔ اگر یہود کے کہنے کے مطابق خانہ کعبہ قبلہ نہ رہے تو پھر کس غرض کیلئے حضرت ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام اور حضرت اسماعیل علیہ الصلاۃ والسلام نے اللہ تعالیٰ کے حکم پر اس بیت عظیم کی بنیادیں دوبارہ اٹھائیں۔

ابراہیم واسماعیل کی دعائیں:

﴿واذ یرفع ابراھیم القواعد من البیت واسمعیل﴾ دونوں باپ بیٹے (ان پر اللہ تعالیٰ کا لاکھوں درود وسلام) خانہ کعبہ کے بنیادیں اٹھا رہے تھے اور ان کے مبارک زبانوں پر یہ دعائیہ کلمات تھے۔ ﴿ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم﴾ اے ہمارے پروردگار ہم سے یہ عمل قبول فرما۔ بے شک تو ہی دعاؤں کو قبول فرمانے والا دلوں کے بھیدوں کو جاننے والا ہے۔ اگر اس بیت معظم کو قبلہ نہ بنایا جائے، تو حضرت ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام اور حضرت اسماعیل علیہ الصلاۃ والسلام کی

دعائیں کہاں چلی گئیں اور جس غرض کے لئے اس گھر کو بنایا گیا تھا، وہ غرض کہاں غائب ہوگیا تو اس گھر کو قبلہ نہ بنانا اس کو ویران کرنے کے مترادف ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کے غضب وانتقام کے لئے دعوت ہے۔ (لهم في الدنيا خزي) منکرین بیت اللہ کے لئے رسوائی ہے۔ اور ان کے لئے عذاب عظیم ہے۔ ﴿اللهم لا تجعلنا منهم﴾

﴿ولله المشرق والمغرب﴾ یہ بھی الزامی جواب ہے۔ مشرق ومغرب اللہ ہی کے لئے ہے۔ جدھر چاہے توجہ کا حکم صادر فرمادے کیوں صاحب! اگر بیت المقدس کی طرف نماز پڑھی جائے تو وہ اللہ تعالیٰ کو معلوم ہوسکتی ہے اور اگر خانہ کعبہ کی طرف پڑھی جائے تو وہ اللہ تعالیٰ کو معلوم نہیں ہوسکتی۔ اللہ تعالیٰ کا علم تمام کائنات پر محیط ہے۔ ﴿فاينما تولوا فثم وجه الله﴾ اس کے حکم کے مطابق جس طرف بھی تم متوجہ ہو جاؤ تمہاری عبادت قبول کریگا۔ سفر میں رات کی تاریکی میں قبلہ مشتبہ ہوا اس کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔ ﴿إن الله واسع عليم﴾ اللہ بے انتہا مہربانی فرمانے والا اور سب کچھ جاننے والا ہے۔ اس کی رحمت ہر جگہ موجود ہے۔ کسی ایک جہت میں محدود نہیں اور اس کا علم تمام کائنات پر محیط ہے وہ بندوں کی مصلحتوں کے پیش نظر بھی ایک قبلہ بھی دوسرے قبلہ کی طرف توجہ کرنیکا کا حکم فرماتا ہے۔

﴿وقالوا اتخذ الله ولدا﴾ یہود ونصاریٰ دونوں کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اولاد رکھتا ہے۔ یہود حضرت عزیر علیہ الصلاۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا کہتے ہیں اور نصاریٰ حضرت عیسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کو ابن اللہ کہتے ہیں۔ یعنی جس طرح یہود ونصاریٰ کا اعتراض تحویل قبلہ پر بیہودہ اور بے بنیاد ہے اسی طرح ان کا یہ خبیث قول کہ اللہ تعالیٰ اولاد رکھتا ہے بیہودہ اور بے بنیاد ہے۔ ﴿سبحنه﴾ اللہ تعالیٰ کی ذات ان تمام بیہودہ باتوں سے پاک اور منزہ ہے۔ وہ ﴿لم يلد ولم يولد﴾ ہے۔ ﴿بل له ما في السموت والأرض﴾ تمام کائنات سماوی اور ارضی اللہ ہی کی مملوک ومخلوق ہے۔

﴿كل له قنتون﴾ سب کے سب اس کے مطیع وفرمانبردار ہیں۔ ﴿بديع السموت والأرض﴾ الإبداع: إيجاد شي لا من شي۔ اللہ تعالیٰ نیا پیدا کرنے والا ہے آسمانوں اور زمین کا آسمان وزمین کو اسی طرح پیدا فرمایا کہ اس کا مادہ پہلے موجود نہیں تھا بغیر مادہ کے آسمانوں اور زمینوں کے ازسرنو پیدا فرمایا۔ الخلق: إيجاد شيء من شي۔ جیسے اللہ تعالیٰ نے مٹی پیدا فرمائی پھر مٹی سے حضرت آدم علیہ الصلاۃ والسلام کو پیدا فرمایا تو آدم علیہ السلام کا مادہ مٹی ہے۔

﴿وإذا قضى أمرا فإنما يقول له كن فيكون﴾ جب بھی کسی چیز کو پیدا کرنا چاہتا ہے تو صرف یہی کہہ دیتا ہے۔ ہو جا سو وہ ہو جاتی ہے۔ فإن الأمر بين الكاف والنون۔ سارا کام کاف اور نون میں ہے۔ یعنی کلمہ "کن" کے فرمانے سے تمام کائنات کو پیدا فرمایا ہے۔ وہاں مادہ آلات واسباب کی ضرورت نہیں ہوتی۔

﴿وقال الذين لايعلمون لولا يكلمنا الله أو تأتينا الآية. ط﴾ جاہل لوگ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہم سے بذات خود کیوں بات نہیں کرتا۔ جس طرح حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر وحی آتی ہے ہمارے اوپر کیوں نہیں آتی۔ یا کوئی نشانی کیوں نہیں آتی۔ جس سے اس پیغمبر کی نبوت کی تصدیق ہو سکے۔

﴿كذلك قال الذين من قبلهم مثل قولهم﴾ اسی طرح پہلے زمانے کے لوگ بھی کہا کرتے تھے۔ ﴿وقالوا لولا نزل هذا القرآن على رجل من القريتين عظيم﴾ (سورۃ الزخرف آیت:۳۱) اور انہوں نے کہا کہ یہ قرآن مجید ان دونوں بستیوں (مکہ مکرمہ، طائف) کے کسی سردار پر کیوں نازل نہیں ہوا۔ مکہ مکرمہ اور طائف میں بڑے بڑے سردار اور مالدار موجود ہیں۔ اور حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ تو غریب ہے۔ ﴿تشبهت قلوبهم﴾ ان کے دل ایک جیسے ہیں دل را بدل رہیست۔ الأرواح جنود مجندة۔ ﴿قد بينا الآيت لقوم يوقنون﴾ یقین

کرنے والوں کو ہم آیات بیان کر چکے ہیں. ان جاہلوں کو معلوم نہیں کہ نبوت کے لئے مال و دولت اور منصب و سطوت کی ضرورت نہیں ہوتی. نبوت کے لئے أزهد الناس، أكرم الناس، أورع الناس، أتقى الناس، أشفقهم على الخلق کا انتخاب ہوتا ہے. ﴿الله أعلم حيث يجعل رسالته﴾ (سورۃ الانعام آیت: ۱۲۴) اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ پیغمبری کے لئے کونسے نفوس قدسیہ مناسب ہیں. وحی کے نزول کے لئے خاص محل ہوتا ہے. اور ان قلوب کو اللہ ہی بہتر جانتا ہے جو وحی کا مستقر ہو.

﴿إنا أرسلنك بالحق بشيرا ونذيرا﴾ یقیناً ہم نے آپ کو سچائی اور حقانیت کے ساتھ بھیجا ہے. خوشخبری سنانے کے لئے اور ڈرانے کے لئے. ﴿ولا تسئل عن أصحب الجحيم﴾ اور آپ سے دوزخیوں کے متعلق نہیں پوچھا جائیگا. آپ اپنا فریضۂ انذار و تبشیر ادا کیا کریں. اور ان نالائقوں کے ایمان نہ لانے پر غمگین نہ ہوں. آپ کا کام تبلیغ و دعوت ہے. ان کو راہ راست پر لانا آپ کے ذمہ نہیں. الكتاب يفسر بعضه بعضا. دوسری جگہ ہے. ﴿فذكر إنما أنت مذكر • لست عليهم بمصيطر﴾ (سورۃ الغاشیہ آیت: ۲۱-۲۲)

﴿ولن ترضى عنك اليهود ولا النصرى حتى تتبع ملتهم﴾ یہود و نصاریٰ دراصل یہ اعتراضات تحقیق حق کے لئے نہیں کرتے بلکہ ان کا اصل مقصد بیہودہ اعتراضات سے آپ کو جادۂ حق اور صراط مستقیم سے ہٹانا ہے. وہ اسی کوشش میں ہیں. کہ یہ دشمن جدید دین اسلام کو قبول کرنے والے اپنے دین کو چھوڑ کر ہمارے دین میں آجائیں. ﴿قل إن هدى الله هو الهدى﴾ آپ کہہ دیجئے کہ اللہ تعالیٰ جسے چاہے ہدایت عطا فرماوے. یہودیت اور نصرانیت میں ہدایت محدود نہیں. ﴿ولئن اتبعت أهواءهم بعد الذى جاءك من العلم ما لك من الله من ولى ولا نصير﴾ آپ کو حقیقت منکشف ہوگئی ہے. آپ ہرگز ان کے خواہشات کی

طرف توجہ نہ فرماویں. اگر خدانخواستہ بفرض محال آپ ان کی طرف مائل ہوئے آپ کو بھی اللہ تعالیٰ سے بچانے والا کوئی نہیں ملیگا. اس میں تعریض ہے امت کو. کہ اگر کوئی مسلمان اسلام لانے کے بعد اور قرآنی حقائق سمجھنے کے بعد ان یہودیوں کی اتباع کرے تو ان کو عذاب الٰہی سے بچانے والا کوئی نہیں ہوگا.

ملت ابراہیمی اور شریعت محمدی تو رہتی دنیا تک تمام اقوام عالم کے لئے ہے. ملت یہودی محدود ہے یہودیت کے لئے. نصرانیت محدود ہے نصرانیت کے لئے.

﴿الذين ءاتينهم الكتب يتلونه حق تلاوته أولئك يؤمنون به﴾. المراد بهؤلاء الأمة المحمدية والصحابة الكرم رضى الله تعالىٰ عنهم أجمعين. ﴿ومن يكفر به فأولئك هم الخسرون﴾ اللهم لا تجعلنا منهم.

۱۸ رمضان المبارک یوم الجمعہ ۱۳۷۸ھ

مسلّمات یہود کے مطابق حضور ﷺ کا قبلہ :

پندرھواں رکوع : ﴿یبنی إسرائیل اذکروا﴾ الآیة.

عنوان عام : ''مسلمات یہود کے مطابق رسول اللہ ﷺ کا قبلہ

بیت اللہ الحرام ہی ہونا چاہئے''

ماخذ: ﴿وإذ ابتلی إبراهیم﴾ الآیة. ایک ﴿وإذ جعلنا البیت﴾ الآیة. دو. ﴿وإذ قال إبراهیم رب اجعل﴾ الآیتین ﴿وإذ یرفع إبراهیم القواعد﴾ الآیة. چار ﴿ربنا وابعث فیهم﴾ الآیة. پانچ

اب خیال فرمائیے: حضرت ابراہیم خلیل الرحمٰن علیہ الصلوات والتسلیمات سب کے متفق علیہ مقتدا اور پیشوا ہیں. یہودی، نصرانی، مسلمان سب اسی کو مانتے ہیں ان کی ملت کو سب تسلیم کر رہے ہیں ان کے واقعات وحقائق سے کوئی انکار نہیں کرتا. حضرت ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام اپنے نام لیواؤں کے لئے خانہ کعبہ کی تعمیر کر رہے ہیں. اور اس قبلہ کو آباد کرانے کے لئے بارگاہِ الٰہی میں دعائیں مانگ رہے ہیں. حضرت ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام امام اور مقتدائے اعظم ہیں. اور وہ اپنے دستِ مبارک سے خانہ کعبہ کو مثوبة للناس بنا رہے ہیں۔

﴿طهرا بیتی﴾ سے مراد خانہ کعبہ ہے. ﴿للطائفین والعاکفین والرکع السجود﴾ آئندہ قیامت تک آنے والوں کے لئے طواف کرنے والوں کے لئے، نماز باجماعت پڑھنے والوں کے لئے ملجا وماوی بنا رہے ہیں. یہود بھی کہتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام ہمارے جدِّ امجد ہیں. عیسائی بھی یہی اعتراف کرتے ہیں. ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام و اسماعیل علیہ الصلاۃ والسلام جب خانہ کعبہ کی

تعمیر فرما رہے تھے. اس وقت بیت المقدس کا نام ونشان تک نہیں تھا کہتے ہیں. کہ بیت المقدس کی بنیاد حضرت اسحاق علیہ الصلاۃ والسلام نے رکھی اور تعمیر داؤد علیہ الصلاۃ والسلام نے کی اور تکمیل حضرت سلیمان علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمائی. اور روئے زمین پر سب سے پہلا گھر خانہ کعبہ ہے. ﴿إن أول بیت وضع للناس للذی ببکة مبارکا وهدی للعلمین﴾ (سورۃ آل عمران آیت: ۹۶)

دنیا کے بت کدے میں پہلا وہ گھر خدا کا

ہم پاسباں ہیں اس کے وہ پاسباں ہمارا

﴿ملة أبیکم إبراهیم﴾ تمہارے دادا کا دین ہے. ہم مسلمان تو حضرت ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام کے مرہونِ منت ہیں. مولی القوم منهم. ہم قریش کے موالی ہیں. اگر حضرت ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام کے یہ واقعات حق اور درست ہیں تو اے یہودیو! اے نصاری! اتم ہی بتاؤ کہ قبلہ کونسا ہونا چاہئے. تعمیر کعبہ کے وقت حضرت ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام دعا فرماتے ہیں. ﴿رب اجعل هذا البلد امنا وارزق أهله من الثمرات من ءامن منهم بالله والیوم الآخر﴾ اے میرے پروردگار اس شہر کو ابدالآباد تک امن کا گہوارہ بنا اس میں بسنے والوں کو جو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور آخرت کے دن پر ایمان لائے ہوئے ہیں پھلوں کا رزق عطا فرما. چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام کے ان دعاؤں کو اللہ تعالیٰ نے شرف قبولیت سے نوازا. میدانِ حرم کو اللہ تعالیٰ نے تاقیامت امن وسکون کا گہوارہ بنایا. وہاں لوگ اپنے باپ کے قاتل کو بھی بری نگاہ سے نہیں دیکھتے۔

ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام نے ایمانداروں کے لئے وسعتِ رزق کی دعا فرمائی تاکہ حرم کعبہ کفر وشرک کی آلودگیوں سے پاک وصاف رہے. اللہ تعالیٰ نے فرمایا. ﴿ومن کفر فامتعه قلیلا ثم أضطره إلى عذاب النار وبئ

المصير ﴾ کہ میں دنیا میں کافروں کو بھی رزق دونگا پھر ان کو دوزخ کے عذاب میں ڈالونگا جو رہنے والوں کے لئے بہت بری جگہ ہے۔ پہلے حضرت ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام نے دعا فرمائی تھی ﴿ ومن ذريتي ﴾ کہ میری اولاد کو بھی امامت کا منصب واعزاز عطا فرما تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا۔ ﴿ لا ينال عهدي الظالمين ﴾ یہ وعدہ ظالموں کے ساتھ نہیں ہے۔ اس لئے یہاں حضرت ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام نے رزق کے دعا میں ﴿ من امن منهم ﴾ فرمایا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ ﴿ ومن كفر فامتعه قليلا ﴾ کہ رزق کا معاملہ امامت جیسا نہیں۔ رزق اہل ایمان کے سوا کافروں کو بھی دونگا امامت اہل ایمان کے ساتھ مختص ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام نے اپنے شان کے مطابق دعا فرمائی اور اللہ تعالیٰ نے اپنے شان کریمی کے مطابق تعمیم فرمائی۔

(حضرت شیخ التفسیر دامت برکاتہم نے یہاں ایک واقعہ بیان کیا کہ سوئی شریف (سندھ میں) ایک قصبہ ہے وہاں ایک کامل بزرگ تھے اس کے لنگر میں ہر خاص و عام کو کھانا ملتا تھا۔ بشرطیکہ وہ نمازی ہو۔ اتفاقاً ایک دن ایک سید صاحب آئے جو نماز نہیں پڑھتے تھے تو لنگری نے کہا اگر تم نماز پڑھو گے تو کھانا ملے گا ورنہ نہیں کیونکہ پیر سائیں نے مجھے تاکید فرمائی ہے۔ سید صاحب نے کہا کہ میں نے کبھی بھی نماز نہیں پڑھی آج محض پیٹ کے لئے نماز نہیں پڑھونگا تو یہ مقدمہ پیر صاحب کے سامنے پیش ہوا تو پیر صاحب نے فرمایا کہ رب العالمین جل جلالہ تو مالک مختار اور رزاق مطلق ہے ﴿ لا يسئل عما يفعل ﴾ ان سے کوئی پوچھنے والا نہیں ہے۔ وہ فعال لما یرید ہے۔ میں تو ایک حقیر فقیر ہوں مجھ سے ایک ایک دانہ کے بارے میں پوچھا جائیگا)

تو در حقیقت ملت ابراہیمی کی بنیاد حضرت ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام نے رکھی اور باقی تمام انبیاء کرام علیہم الصلاۃ والسلام نے ابراہیمی بنیادوں پر اپنے شریعتوں کی تعمیر کی ہے تو ان واقعات کے پیش نظر بیت اللہ شریف ہی قبلہ ہونا چاہئے اس لئے اس رکوع کے آغاز میں ﴿ يبني اسرائيل اذكروا ﴾ لایا گیا۔ جس میں تذکیر بآلاء اللہ

ہے۔ یعنی اے یہودیو! تم تو نبی زادے ہو، شاہ زادے ہو۔ خدارا تم خداوندی نعمتوں کو ملحوظ رکھکر انصاف سے بتاؤ کہ کونسا قبلہ افضل ہے۔ اب بیت اللہ الحرام یا بیت المقدس۔ ابراہیم علیہ السلام نے تو اس بلد الامین کے لئے دعائیں فرمائی ہیں کہ اس شہر کو ابد الآباد تک امن وسلامتی کا مرکز بنا کر خانہ کعبہ کو قبلہ بنایا جائے ورنہ شہر کس طرح آباد رہ سکے گا۔

ابراہیمؑ کی دعا، حرم کعبہ میں امن :

ابراہیم علیہ السلام کے دعاؤں سے بیت اللہ شریف اور اس کے ارد گرد چاروں طرف تمام حرم امن وامان سے معمور ومنور ہوا وہاں لوگ اپنے باپ کے قاتل کو بھی بری نگاہ سے نہیں دیکھتے۔ وہاں جانوروں کو بھی شکار نہیں کرتے ﴿ واذ ابتلى ابراهيم ربه بكلمت ﴾ حضرت ابراہیم علیہم السلام سے کافی امتحانات لئے گئے وہ تمام امتحانات میں نمایاں کامیابیوں سے ہمکنار ہوئے۔ ان امتحانات میں چار بڑے امتحانات تھے۔ توحید کے مسئلہ کو واشگاف انداز میں بیان کیا یہاں تک کہ ان کے بتوں کو پاش پاش کر دیا جسکی پاداش میں آگ میں ڈالے گئے، پھر اللہ تعالیٰ کے حکم پر اپنے محبوب وطن، گھر بار اور اعزہ واقارب کو خیر آباد کر کے ہجرت کر گئے، تیسرے درجے میں اپنی اھلیہ محترمہ اور اکلوتے لخت جگر شیر خوار بچے کو شام کے سرسبز وشاداب سرزمین سے لیجا کر واد غیر ذی زرع لق ودق سنسان وادیوں میں چھوڑ گئے پھر اس سے زیادہ ہوش ربا امتحان اپنے پیارے اکلوتے جگر گوشے کو ذبح کرنے کیلئے قربان گاہ لے جانا پڑا اور اس کے گلے پر چھری چلانے کے لئے اسے زمین پر لٹایا۔

کمال انقیاد اور خلعت امامت :

مگر رب العالمین جل جلالہ نے اسکے بدلے جنت کا مینڈھا چھری کے نیچے ذبح کرادیا۔ ان تمام آزمائشات میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے کمال انقیاد واتباع کے صلہ میں ان کو امامت کی خلعت سے نوازا گیا۔ ﴿ انى جاعلك للناس

إماما ﴾ میں اب تمہیں سب انسانوں کا مقتدا اور پیشوا بنا رہا ہوں تمام انبیاء کرام اور انکی امتیں تیری متابعت پر زندگی بسر کریں گے۔ ابراہیم علیہ السلام نے جب رب العالمین جل جلالہ کے اس عظیم الشان انعام و اکرام کو سنا تو اپنی اولاد کے لئے بھی امامت کا منصب اللہ تعالیٰ سے مانگا۔

﴿ قال ومن ذریتی ﴾ میری اولاد میں سے بھی ائمہ بنا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿ لاینال عهدی الظلمین ﴾ امامت کا یہ منصب ظالموں کو نہیں ملے گا۔ اب جبکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مناقب ذکر ہوئے تو خانہ کعبہ کے فضائل کا بیان فرمایا اور یہ در حقیقت تحویل قبلہ پر کافروں کے اعتراضات کا الزامی جواب ہے ﴿ وإذ جعلنا البیت مثابة للناس وأمنا واتخذوا من مقام إبراهیم مصلی ﴾ اور جب ہم نے بیت اللہ شریف کو خدا پرستوں کے لئے یاد الٰہی اور عبادت کا مرکز بنایا، اور امن و سلامتی کا گہوارا بنایا پس مقام ابراہیم علیہ الصلوۃ السلام کو مصلی اور نماز کی جگہ بنا دو، مقام ابراہیم : اس مبارک پتھر کا نام ہے جس پر حضرت ابراہیم علیہ الصلوۃ السلام کھڑے ہو کر بیت اللہ شریف کی تعمیر فرمایا کرتے تھے۔

صحیح احادیث میں ہے کہ فاروق اعظم حضرت عمرؓ نے حضرت مصطفی ﷺ کی خدمت میں عرض کیا ﴿ لو صلیت خلف المقام؟ ﴾ یا رسول اللہ اگر آپ مقام ابراہیم کے پاس نماز پڑھ لیا کریں، تو کتنا عمدہ کام ہوگا۔ تو یہ آیات کریمہ نازل ہوئی ﴿ واتخذوا من مقام إبراهیم مصلی وعهدنا إلی إبراهیم وإسماعیل أن طهرا بیتی للطائفین والعاکفین والرکع السجود ﴾ ہم نے دونوں باپ بیٹے سے عہد لیا تھا کہ میرے گھر ﴿ خانہ کعبہ ﴾ کو طواف کرنے والوں اور اعتکاف کرنے والوں اور رکوع کرنے والوں اور سجدہ کرنے والوں کیلئے پاک رکھو۔

حرم کعبہ میں برائی کا ارادہ جرم عظیم :

اس مقدس خطے کو تمام آلودگیوں اور ظاہری باطنی نجاسات و خباثتوں سے پاک و صاف رکھو۔ یہاں صرف اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت کرنی چاہیے۔ تمام مشرکانہ امور سے اجتناب کرنا چاہیے۔ یہ اتنی پاکیزہ جگہ ہے جہاں برائی کا ارادہ بھی عظیم جرم ہے۔ ﴿ ومن یرد فیه بإلحاد بظلم نذقه من عذاب ألیم ﴾ (سورۃ الحج آیہ ۲۵)

جو وہاں ظلم و ستم، کجروی، کرنا چاہے تو ہم (ایسی شرارت کرنے والوں کو) دردناک عذاب چکھائیں گے۔ ﴿ وإذ قال إبراهیم رب اجعل هذا بلدا آمنا وارزق أهله من الثمرات من آمن منهم بالله والیوم الآخر ﴾ ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام نے بیت اللہ شریف کے اردگرد چاروں طرف شہر مکہ کیلئے دعائیں فرمائیں کہ اے میرے پروردگار اس شہر کو امن کا شہر بنا دے اور اس میں بسنے والوں کو جو اللہ کی وحدانیت اور قیامت کے حقانیت پر ایمان رکھتے ہیں پھلوں سے رزق کا انتظام فرما۔ ﴿ قال ومن کفر فأمتعه قلیلا ﴾ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں کافروں کو بھی رزق دونگا۔ پہلے ابراہیم نے اپنی اولاد کیلئے اللہ تعالیٰ سے امامت کی نعمت کیلئے دعا فرمائی تھی۔ تو جواب ملا ﴿ لا ینال عهدی الظالمین ﴾ ظالموں اور مشرکوں کو امامت کا منصب نہیں دونگا تو یہاں حضرت ابراہیم نے صرف ایمان والوں کیلئے رزق عطا فرمانے کیلئے دعا مانگی۔ خلیل الرحمٰن ابراہیم اپنے شان کے مطابق دعا مانگ رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ اپنے شان کریمی کے مطابق تعمیم فرما رہے ہیں۔

اے کریمے کہ از خزانۂ غیب : گبر و ترسا وظیفہ خور داری

دوستاں را کجا کنی محروم : تو کہ با دشمناں نظر داری

﴿ وإذ یرفع إبراهیم القواعد من البیت وإسماعیل ربنا تقبل منا إنک أنت السمیع العلیم ﴾ جب حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہ السلام

دونوں باپ بیٹے خدا پرستوں کے لئے یاد الٰہی کا مرکز خانہ کعبہ تعمیر فرما رہے تھے تو ان کے زبانوں پر یہ دعائیہ کلمات تھے۔ ﴿ربنا تقبل منا﴾ اے ہمارے رب ہم سے یہ خدمت قبول فرما ﴿انک انت السمیع العلیم﴾ یقیناً تو ہی سننے والا ہے دلوں کی بھیدوں کو جاننے والا ہے جس غرض کیلئے تو بنانا چاہتا ہے ہم بھی اسی غرض ہی کیلئے بنا رہے ہیں۔ اسے قبولیت عطا فرما اور اس گھر کو خدا پرستوں کا ملجا و مرکز بنا۔ اور ہماری اولاد میں امت مسلمہ پیدا فرما۔ تو اس سے پتہ چلا کہ امت مسلمہ کا قبلہ بیت اللہ ہوگا نہ کہ بیت المقدس۔ کیونکہ آگے فرمایا ﴿وارنا مناسکنا وتب علینا﴾ اور ہمیں ہمارے حج کے طریقے اور احکام بتا۔

ای ﴿مناسکنا المتعلقة بهذا البيت الحرام﴾ اور آگے دعا فرماتے ہیں ﴿ربنا وابعث فیھم﴾ اس امت مسلمہ کی رہنمائی اور سمجھانے کے لئے ہمارے اولاد میں سے ایک پیغمبر مبعوث فرما۔ جو ان پر تیری کتاب کی آیتیں پڑھیں اور تیری کتاب کی تعلیم فرمائے اور حکمت و دانائی سکھائے اور ان کے دل و دماغ کو کفر و شرک کی آلودگیوں سے پاک فرمائے، بے شک تو ہی غالب اور حکمت والا ہے، اب یہود و نصاریٰ انصاف سے بتلائیں کہ یہ مستجاب دعائیں۔

حضرت ابراہیم اور ان کے بیٹے حضرت اسماعیل دونوں نے خانہ کعبہ کی تعمیر کے دوران فرمائی ہیں کہ ہماری ذریت میں ایک تابعدار اور فرمان بردار امت پیدا فرما اور ہماری اولاد میں سے ایک ایسا پیغمبر پیدا فرما جو ہماری اولاد کو کتاب و حکمت کے علوم پڑھائے پس یہود و نصاریٰ ہی یہی فیصلہ کریں گے کہ وہ پیغمبر حضرت محمد مصطفی ﷺ ہیں۔ کیونکہ آپ سے پہلے تمام پیغمبر بنی اسرائیل میں سے تھے ایسا پیغمبر جو حضرت ابراہیم کے اولاد میں سے ہو اور حضرت اسماعیل کے اولاد سے بھی ہو وہ فقط حضرت محمد مصطفی ﷺ ہیں۔ کیونکہ حضرت اسماعیل کی اولاد میں ماسوائے رحمة للعالمین

ﷺ کے اور کوئی رسول مبعوث نہیں ہوا۔ تو اب یہ حقیقت روز روشن کی طرح واضح ہوگی کہ اگر رسول اللہ ﷺ کا قبلہ خانہ کعبہ نہ ہے تو پھر یہ باپ بیٹے علیھما الصلوات والتسلیمات کی دعائیں کیسے قبول ہوئیں، حالانکہ ان برگزیدہ نفوس قدسیہ کی دعاؤں کو اللہ تعالیٰ نے وہ قبولیت عطا فرمائی ہے جو کسی اور دعا کو آج تک پذیرائی نصیب نہیں ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے ابد آلاباد تک اس قبلہ کو کائنات کے لئے ایک عظیم مرکز بنایا ہر سال لاکھوں کی تعداد میں دنیا کے کونے کونے سے فرزندان اسلام حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل کے فدایانہ کارناموں کو حج اور عمرہ کی صورت میں زندہ کر رہے ہیں۔ اور دن رات میں کوئی ایسا وقت نہیں آیا جس میں اس بیت الحرام کے اردگرد توحید کے پروانوں کا ہجوم نہ ہو۔

حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل کے دعائیں اس صورت میں پوری ہو سکتی ہیں کہ حضرت محمد مصطفی ﷺ کا قبلہ بیت اللہ الحرام ہے، اب اگر ان حقائق کے باوجود یہود تحویل قبلہ کا اعتراض واپس نہ لیں، تو معلوم ہوگا کہ ان کو دین ابراہیمی سے عداوت ہے۔

﴿ومن یرغب عن ملةابراھیم الا من سفه نفسه﴾ ملة ابراہیمی سے روگردانی اور اعراض حماقت کی دلیل ہے۔

اب پڑھیں سو لہواں رکوع۔ ﴿ومن يرغب عن ملة إبراهيم إلا من سفه نفسه﴾ اس رکوع کا موضوع: دین میں ہمارا مسلک نکھو رکے مسلّم التعظیم بزرگوں والا ہے اور اس کا ماخذ ﴿قولوا آمنا بالله وما أنزل إلينا وما أنزل إلى إبراهيم وإسماعيل وإسحاق ويعقوب والأسباط الأيه﴾

اس آیہ میں غور کیجئے۔ جس چیز کو ماخذ بنایا ہے اس سے یہ خلاصہ برآمد ہوتا ہے یا نہ؟۔ اب ترتیب آیات پر غور کیجئے۔ ان آیات میں ربط و باہمی تعلق ہے تیرویں رکوع سے لیکر یہاں تک تحویل قبلہ پر یہودیوں اور مشرکین مکہ کے اعتراضات کے الزامی

جوابات دیے جارہے ہیں پھر سترویں رکوع ﴿سیقول السفهاء﴾ میں تحقیقی جواب دیا جائے گا۔

یہود دعویٰ کرتے تھے کہ ہم ابراہیمی ہیں ہم ابراہیمؑ کے مسلک ومذہب پر ہیں تو ان کو جواب دیا جارہا ہے کہ تم اپنے دعویٰ میں جھوٹے ہو حضرت ابراہیمؑ کے مسلک پر اطاعت الٰہی بلا شرائط ہے۔ الحمد للہ امتِ محمدیہ حضرت ابراہیمؑ کو اپنا پیشوا اور مقتدا مانتی ہے اور ہر پیغمبر کے دین سے اصولی طور پر اتحاد اور اتفاق رکھتی ہے ﴿لا نفرق بين احد من رسله﴾ ہم اللہ تعالیٰ کے رسولوں کو ایک دوسرے سے الگ نہیں کرتے جتنے احکام سابقہ پیغمبروں کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے ان کی امتوں پر نازل فرمائے تھے اگر وہ آج ہمیں حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے ذریعہ دیے جاتے تو ہم بسر وچشم تمام ان احکام پر عمل کرنے کیلئے تیار تھے۔ ہم بحمد اللہ حضرت ابراہیمؑ کے مبارک ہاتھوں سے تعمیر شدہ قبلہ کو اپنا قبلہ سمجھتے ہیں اور جو بھی حضرت ابراہیمؑ کے مسلک سے خلاف کرے گا وہ احمق ونادان ہوگا عقلمند انسان کبھی بھی پیغمبران عظام کے مخالفت نہیں کرے گا۔

﴿ومن يرغب عن ملة ابراهيم إلا من سفه نفسه﴾ اور کون ہے جو ملت ابراہیمی سے انحراف اور روگردانی کرے سوائے اس شخص کے جو خود ہی احمق ہو۔ اے یہودیو! تم کس منہ سے اپنے آپ کو اہل کتاب کہتے ہو اور دعویٰ کرتے ہو کہ ہم ابراہیمی ہیں جبکہ ابراہیمؑ کے بنائے ہوئے قبلہ سے اعراض کرتے ہو۔

حضرت ابراہیمؑ مجسمۂ اطاعت :

﴿ولقد اصطفيناه في الدنيا﴾ ہم نے تو حضرت ابراہیمؑ کو دنیا میں بھی بزرگی سے نوازا تھا ﴿وإنه في الآخرة لمن الصالحين﴾ اور آخرت میں بھی وہ صلحائے انبیاء کرام میں سے ہوگا ﴿إذ قال له ربه أسلم قال أسلمت لرب العالمين﴾ حضرت ابراہیمؑ تو اللہ تعالیٰ کے صدر جہ فرمان بردار تھے وہ تو مجسمۂ اطاعت وانقیاد تھے۔

جب اسے رب العالمین جل جلالہ نے فرمایا ﴿اسلم﴾ فرمان بردار ہو جا تو فوراً اسنے لبیک کہا اور فرمایا ﴿اسلمت لرب العالمين﴾ میں تمام جہانوں کی پروردگار کا فرمان بردار ہوں۔

سر تسلیم خم ہے جو مزاج یار میں آئے

یہ تفریق تو تم نے (اے یہودیو) ڈال رکھی ہے۔ حضرت ابراہیمؑ اور حضرت یعقوب نے تو اپنی اولاد کو بھی اعلیٰ درجہ کی فرمان برداری اور اللہ تعالیٰ سے وفاداری کی وصیت فرمائی تھی۔ ﴿ووصى بها إبراهيم بنيه ويعقوب يا بني إن الله اصطفىٰ لكم الدين فلا تموتن إلا وأنتم مسلمون﴾ والمراد من الإسلام الانقياد المطلق بغير الشرط أي نحن منقادون لأوامرك بلا ريب في جميع ما تأمرنا به من غير تفريق بين أمر وأمر﴾ اللہ تعالیٰ جو بھی حکم فرمائے فوراً انکی تعمیل کی جائے۔

رشتہ در گردنم افگندہ دوست ■ مے برد ہر جا کہ خاطر خواہ اوست

ان اولو العزم اور برگزیدہ بزرگ ہستیوں نے اپنے اولاد کو وصیت فرمائی تھی ﴿إن الله اصطفىٰ لكم الدين﴾ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے یہ دین چن لیا ہے ﴿فلا تموتن إلا وأنتم مسلمون﴾ أي وأنتم مسلمون لله تعالىٰ في جميع ما أنزل لكم بواسطة الأنبياء من غير فرق بين نبي دون نبي۔ پس تم دن رات تابعداری میں مصروف رہو یہاں تک اسلام کی حالت میں تمہیں موت آجائے۔

اے یہودیو! تم تو اپنے اکابر کی وصیت پر عمل نہیں کرتے اگر عمل کرتے تو تمام انبیاء ومرسلین پر ایمان لاتے۔ (چور کو گھر تک دوڑانا چاہئے) کیا اس وقت تم موجود تھے۔ جب کہ حضرت یعقوب علیہ السلام اپنے صاحبزادوں سے اپنی حیات مستعار کے آخری لمحات میں فرما رہے تھے ﴿ما تعبدون من بعدي﴾ تم میری وفات کے بعد کس

کی عبادت کرو گے۔ تمام صاحبزادوں نے بیک زبان جواب دیا ﴿نعبد الٰهک و الٰه ابائک﴾ ہم آپ کے اور آپ کے باپ دادا حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام اور حضرت اسحاق علیہ السلام کے معبود (اللہ تعالیٰ) کی عبادت کریں گے ﴿و نحن له مسلمون﴾ اور ہم سب کے سب اللہ تعالیٰ ہی کے فرمانبردار ہیں۔ اے یہودیو! تمہارے بڑوں نے تو اپنے والد بزرگوار حضرت یعقوب علیہ السلام کے روبرو اللہ تعالیٰ کی اطاعت تامہ کا وعدہ فرمایا۔ ﴿و نحن له مسلمون﴾ ای من غیر شرط و من غیر فرق بین نبی دون نبی ہم بلا کسی شرط اور بغیر کسی تفریق کے رب العالمین جل جلالہ کے ہر فرمان اور حکم کو بسر و چشم تسلیم کر رہے ہیں۔

اور تم اے یہودیو! کہتے ہو۔ ان نزلت الأحکام بواسطة موسیٰ علیه السلام نؤمن بها و الا فلا نؤمن بها۔ اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ذریعہ ہمیں احکام ملیں تو ہم ان پر ایمان لائیں گے ورنہ دیگر انبیاء کی تعلیمات پر ایمان نہیں لائیں گے۔ یہ تفریق تم کرتے ہو۔ ہم امت محمدیہ نہیں کرتے چونکہ یہودی حد درجہ ہٹ دھرم اور ضدی مناظر ہیں وہ (خوئے بدرا بہانہ بسیار) کے مطابق کہنے لگے کہ جیسا بھی ہو۔ ہمارا دین حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسحاق علیہ السلام کا ہے۔

اور ہم جیسے بھی ہیں اپنے ان بڑوں کی برکت سے کامیاب ہوں گے اپنے بزرگوں کے ثواب میں ہمیں بھی پورا حصہ ملیگا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے اس قول کو رد فرمایا۔ ﴿تلک أمة قد خلت لها ما کسبت و لکم ما کسبتم و لا تسئلون عما کانوا یعملون﴾ کہ پیغمبران عظام کی مقدس جماعت گذر چکی ہے ان کے اعمال حسنہ ان ہی کے لئے موجب اجر و ثواب ہوں گے۔ ان میں تمہارے لئے کوئی حصہ نہیں۔ تمہارے اعمال تمہارے لئے ہیں۔ ہر ایک کو اپنے کئے ہوئے اعمال کا بدلہ ملیگا۔

اے یہودیو! تم بہانے بناتے ہو۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع سے جی

چراتے ہو۔ پیغمبران سابقہ کا حوالہ دیتے ہو۔ ان حوالوں سے کچھ نہیں بنتا۔ (پدرم سلطان بود) کی رٹ سے کوئی فائدہ نہیں۔ تم خود سوچو کہ قرآن مجید نے جو واقعات ذکر فرمائے ہیں یہ واقعات درست ہیں۔ ہاں۔ ملت ابراہیمی پر امت محمدیہ قائم و دائم ہے۔ امت محمدیہ تمام انبیائے سابقین کے فرمان بردار ہیں یہودیوں نے پرانی شوشہ چھوڑا۔ ہٹ دھرم مناظر ہار کھا جاتا ہے۔ مگر آن نہیں جانے دیتا۔ کہنے لگے جب تک کوئی یہودیت کے دائرہ میں داخل نہیں ہوگا اسکو نجات نہیں ملے گی۔ نصرانی بھی یہی رٹ لگا رہے ہیں کہ نصرانیت ہی میں نجات ہے۔ یہود و نصاریٰ کے پاس کوئی معقول اور صحیح جواب نہیں ہے ایک ہی بے دلیل دعویٰ کی رٹ لگائے جا رہے ہیں۔ ﴿و قالوا کونوا هودا او نصاریٰ تهتدوا﴾ یہود و نصاریٰ کا مقصد حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی مخالفت ہے اور قرآنی تعلیمات کو رد کرنا ہے۔

ہدایت ملت ابراہیم میں محدود :

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان کو کہدو کہ یہودیت اور نصرانیت کے دائروں میں ہدایت محدود نہیں ہے۔ بلکہ ہدایت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ملت میں محدود ہے ﴿قل بل ملة ابراهیم حنیفا﴾ آپ ان کو کہہ دیجئے کہ ہم تو ملت ابراہیمی پر رہیں گے جو دین توحید پر قائم تھا ﴿و ما کان من المشرکین﴾ حضرت ابراہیم علیہ السلام مشرکوں میں سے نہیں تھا۔ اس میں یہود و نصاریٰ پر تنقید ہے کہ تم تو مشرک ہو۔ یہودی عزیر ابن اللہ کہتے ہیں کہ حضرت عزیر علیہ السلام اللہ کا بیٹا ہے اور عیسائی مسیح ابن اللہ۔ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بیٹے ہیں ان عقائد کی بنیاد پر دونوں فریق مشرک ہیں۔ حدیث قرآن مجید کی تفسیر ہے۔ حدیث میں ہے ﴿لعن الله الیهود و النصاریٰ اتخذوا قبور أنبیاء هم مساجد﴾ یہود و نصاریٰ پر لعنت ہو انہوں نے اپنے پیغمبروں کی قبروں کو سجدہ کرنے لگے۔

﴿قولوا آمنا باللہ وما انزل الینا وما انزل الی ابرٰھیم واسمٰعیل واسحٰق ویعقوب والاسباط وما اوتی موسیٰ وعیسیٰ وما اوتی النبیون من ربھم﴾ ای ایھا المؤمنون قولوا: اے ایمان والو۔ تم کہہ دو کہ ہم اللہ پر ایمان لے آئے ہیں اور اس پر جو ہم پر اتارا گیا اور جو پیغمبران عظام پر اتارا گیا۔ ﴿لانفرق بین احد منھم﴾ ہم ان میں سے کسی ایک کا بھی فرق نہیں کرتے ہم تمام پیغمبروں اور تمام آسمانی کتابوں پر ایمان لاتے ہیں ﴿ونحن لہ مسلمون﴾ اور ہم اللہ تعالیٰ ہی کے فرمانبردار ہیں۔ ہم ایک اللہ کے بندے ہیں لہذا جس رسول کے ذریعہ ہمیں اللہ تعالیٰ کے احکام ملیں گے ہم ان کو بدل و جان مانیں گے۔ ہم یہ نہیں کہتے ﴿نؤمن ببعض ونکفر ببعض﴾

﴿فان آمنوا بمثل ما آمنتم بہ فقد اھتدوا وان تولوا فانما ھم فی شقاق﴾ پس اگر یہود و نصاریٰ مسلمانوں کے مسلک کو مان لیں۔ تو صد غنیمت، ورنہ وہ سیدھے راستے سے بھٹکے ہوئے کہلائیں گے ﴿وان تولوا فانما ھم فی شقاق﴾ جب راستے دو ہو گئے۔ اب فکر ہوگی وہ یؤمنون ببعض وہ بعض پیغمبروں پر ایمان لانے کا دعویٰ کریں گے۔

ہم نؤمن بجمیع ما انزل اللہ تو اب فکر ہوگی تو اللہ تعالیٰ نے مسلمان کو بشارت دیدی ﴿فسیکفیکھم اللہ﴾ کہ اللہ تمہارے لئے کافی ہے۔ تم نیک نیت ہو۔ راہ راست پر ہو اللہ تعالیٰ کے تمام احکام پر عمل پیرا ہو۔ تم انکی اسلام دشمنی اور فریب کاریوں سے مت ڈرنا۔ اللہ تعالیٰ تمہارا حافظ و ناصر ہے ﴿وھو السمیع البصیر﴾ اللہ تعالیٰ تمام باتوں کو سننے والا ہے اور دلوں کے بھیدوں اور نیتوں کو جاننے والا ہے یہود و نصاریٰ جب باتوں میں عہدہ برا نہیں ہوئے۔

نصاریٰ کا زرد رنگ :

تو اپنی شیخی کو طرۂ امتیاز سمجھنے لگے، کہ جیسا بھی ہو، رنگ یہودیت سے چڑھ چکا۔ نصاریٰ کہنے لگے کہ ہمارے ہاں زرد رنگ ہے، نو مولود کو اس رنگ میں نہلا کر خوش ہوتے تھے کہ یہ اب پکا نصرانی بن گیا اللہ تعالیٰ نے یہود و نصاریٰ کی تردید فرمائی ﴿صبغۃ اللہ ومن احسن من اللہ صبغۃ﴾ اللہ تعالیٰ کے رنگ سے کوئی رنگ بہتر نہیں۔ اہل اسلام نے دین حق کا رنگ قبول کیا ہے۔ دین اسلام کے دائرہ میں آکر بندہ تمام ظاہری باطنی آلودگیوں سے پاک وصاف ہو جاتا ہے۔ رضائے مولا میں جو بندہ محو اور مستغرق ہو جاتا ہے اس پر ایسا رنگ چڑھتا ہے جو نہ دیدہ اور نہ شنیدہ ہوگا۔

رنگ، رنگ فروش اور رنگساز :

رنگ ہے قرآن، رنگ فروش ہے علماء کرام، اور رنگ ساز ہیں صوفیائے عظام، یہ حال کے اور وہ قال کے، اور دونوں ہیں خادم اسلام کے، اور تکمیل تب ہی ہو سکتی ہے جب دونوں سے لیا جائے۔ ایک آدمی دکاندار کے پاس جاتا ہے اس سے چار آنے کا سبز رنگ خریدتا ہے۔ پھر کپڑے اور رنگ کو رنگساز کے پاس لے جاتا ہے کہ اس کپڑے کو یہ رنگ دیدو، وہ رنگ ساز اس کپڑے کو رنگ دیتا ہے۔ میرے عزیز طلب آپ میرے ہیں اور میں تمہارا ہوں۔ خدا مجھے قیامت کے دن آپ کے طائفہ میں اٹھادے تقویٰ، اور خوف خدا عقلی علوم کے پڑھنے سے پیدا نہیں ہوتا۔ بلکہ قرآن وسنت کے پڑھنے سے اور اللہ والوں کی صحبت سے یہ جواہر نصیب ہوتے ہیں۔

قرآنی معلومات، اور نبوی ارشادات کو نصب العین بنانے سے نورانیت حاصل ہوتی ہے علمائے ربانیین کے مجالس میں بیٹھنے سے تزکیہ نفوس کی دولت نصیب ہوتی ہے اکابرین کے سامنے ادب واحترام سے بیٹھنا چاہئے، میں شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ علیہ کے مجلس میں دو دفعہ تین تین گھنٹے خاموش بیٹھا رہتا تھا ان کے

سامنے کبھی ایک لفظ تک نہیں بولا۔ادب سے عقل آتا ہے۔نہ ہر جائے مرکب تواں تاختن۔انگریزی اتنی پڑھی ہے کہ نام کمل کچھ سکتا ہوں بہر حال میں عرض کر رہا تھا کہ انسانیت کا پروگرام ہے قرآن،اور اس سے آگاہ کرنے والے ہیں علماء کرام،اور رنگ چڑھانے والے ہیں صوفیائے عظام۔

اللہ بہترین رنگ چڑھانے والے ہیں :

یہودی لوگ سب کو یہودیت کے رنگ میں دیکھنا چاہتے ہیں وہ عزیر ابن اللہ کے عقیدہ کو پھیلانا چاہتے ہیں یہود کہتے ہیں کہ دائرہ یہودیت میں آئے بغیر رنگ نہیں چڑھتا،ان کو بتادو کہ اللہ تعالیٰ سے بہتر رنگ چڑھانے والا کون ہو سکتا ہے۔اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کے قائل بن جاؤ یہی بہترین رنگ ہے،ان کو بتادو، کہ ہم ایک ہی اللہ کو مانتے ہیں وہی معبود برحق ہے۔اسکے ساتھ کوئی بھی شریک نہیں ہے حضرت عزیر علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بندے اور پیغمبر ہیں۔

﴿قل اتحاجوننا فی اللہ وھو ربنا وربکم﴾ آپ ان یہودیوں کو بتادیں کہ ہم سے اللہ تعالیٰ کی نسبت جھگڑا کرتے ہیں حالانکہ وہی ہمارا اور تمہارا رب ہے تم جو صرف اپنی یہودی قوم کو عنایت ربانی کا مستحق سمجھتے ہو یہ تمہارا غلط دعویٰ ہے۔رب العالمین جل جلالہ سب کا رب ہے﴿ولنا اعملنا ولکم اعملکم﴾ ہمارے لئے ہمارے اعمال اور تمہارے لئے تمہارے اعمال ہر ایک کو اپنے کئے ہوئے کا بدلہ ملے گا۔

﴿ونحن لہ مخلصون﴾ ہم تو اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت کرتے ہیں۔اس کے سوا کسی کو بھی معبود نہیں سمجھتے ہم تمام پیغمبروں کو مانتے ہیں۔یہ تو حسن اتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں خاتم النبیین سید المرسلین کی امت میں پیدا فرمایا۔آپ پر جو احکام نازل ہوئے ہم ان کی تعمیل کریں گے،اگر ہم حضرت موسیٰ علیہ السلام کی عہد ماسون میں پیدا ہوتے تو اسکی شریعت پر عمل پیرا ہوتے اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں ہوتے

تو اسکو اپنا پیشوا مانتے۔

﴿ام تقولون ان ابرٰھیم واسمٰعیل واسحٰق ویعقوب والاسباط کانوا ھودا او نصریٰ﴾ یہودی اور نصرانی اپنے اپنے مذہب کی حقانیت پر اتنا زور دیتے تھے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام اور دیگر انبیاء کرام علیھم التسلیمات کے بارے میں دعویٰ کرتے تھے کہ وہ بھی یہودی یا نصرانی تھے۔ حالانکہ یہ دعویٰ سراسر جھوٹ ہے،یہودیت بہت بعد کی پیداوار ہے،یہودیت حضرت یعقوب علیہ السلام کے بعد معرض وجود میں آئی ہے۔قرآن مجید نے اس باطل عقیدہ کی صراحتہ تردید کی ہے۔اگر پھر بھی یہودی اپنے اس دروغ گوئی پر ڈٹے رہیں تو ان کو کہہ دو﴿قل ء انتم اعلم ام اللہ﴾ کیا تم زیادہ جانتے ہو یا اللہ تعالیٰ،اللہ تعالیٰ نے تو واشگاف الفاظ میں فرمایا :

﴿ما کان ابرٰھیم یھودیا ولا نصرانیا﴾ حضرت ابراہیم علیہ السلام نہ یہودی تھے اور نہ نصرانی،﴿ولکن کان حنیفا مسلما﴾ بلکہ وہ پکے موحد،سیدھے راستے والے مسلمان تھے۔﴿وما کان من المشرکین﴾ حضرت ابراہیم علیہ السلام مشرکوں میں سے نہیں تھے۔تم تو اے یہود و نصاریٰ مشرک بن گئے ہو۔(یہ آیت ماکان ابراہیم یہودیا سورۃ آل عمران کی:۶۷۔نمبر والی ہے)

﴿ومن اظلم ممن کتم شھادۃ عندہ من اللہ﴾ اور اس سے بڑھ کر کون ظالم ہے،جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ثابت شدہ شہادت اور سچی باتوں کو چھپا دے،لوگ مجھے کہتے ہیں کہ یہ وہابی ہے،میں ان کے غلط عقیدہ اور باطل نظریات کو رد کرتا رہتا ہوں۔

امداد کن امداد کن یا شیخ عبد القادر پر جب رد کرتا ہوں کہ کیا یہ پہلے ابو بکر صدیق اور عمر فاروق نے کہے تھے تو پھر کہتے ہیں کہ یہ سلسلہ قادریہ کا منکر ہے۔قادریہ کوئی جزو

ایمان نہیں ہے۔ مدد صرف ایک ہی رب العالمین سے مانگنی چاہئے پیغمبران عظام اور صحابہ کرام اور ہر زمانے کے صلحائے امت صرف اللہ ہی سے مدد مانگتے تھے۔ ابو البشر حضرت آدم علیہ السلام نے بارگاہ الٰہی میں دست سوال دراز کیا۔ ﴿ربنا ظلمنا انفسنا وان لم تغفرلنا وترحمنا لنکونن من الخسرین﴾ (سورۃ الاعراف آیت:۲۳) اسی طرح حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے رب کو پکارا۔ ﴿فدعا ربہ انی مغلوب فانتصر﴾ (سورۃ القمر آیت:۱۰) حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بھی اپنے پروردگار سے دعائیں مانگیں جب اسکو فرعون کے پاس تبلیغ کے لئے مبعوث فرمایا۔

﴿رب اشرح لی صدری ویسر لی امری واحلل عقدۃ من لسانی یفقھوا قولی واجعل لی وزیرا من اھلی ھرون اخی. اشدد بہ ازری واشرکہ فی امری﴾ (سورۃ طٰہٰ آیت:۲۵ سے ۳۲ تک) اے میرے رب میرا سینہ کھول دے۔ اور میرا کام (دعوت وتبلیغ) آسان فرما (تاکہ فرض منصبی کو آسانی سے ادا کر سکوں) اور میری زبان سے گرہ کھولدے تاکہ لوگ میری بات سمجھ سکیں اور میرے خاندان میں میرا بھائی میرا معاون بنا جو میرے کمر کو مضبوط کرے اور میرے بھائی کو میرے کام میں شریک فرما۔

ناکام نہیں ہوں :

اللہ تعالیٰ نے ان دعاؤں کو قبولیت فرمائی ﴿قال قد اوتیت سؤلک یموسی﴾ تیری دعائیں قبول ہوئیں۔ ہم نماز میں کئی بار ایاک نستعین پڑھتے ہیں اے رب العالمین! ہم تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے اپنے چچازاد بھائی ابن عباس کو فرمایا اذا استعنت فاستعن باللہ واذا سالت فاسال اللہ۔ مدد اللہ ہی سے مانگا کریں۔ سوال اسی سے کیا کریں۔ الحمد للہ، اللہ کا فضل ہے ناکام نہیں ہوں۔

امیر شریعت کا ارشاد :

حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری صاحب تو فرماتے ہیں کہ آپ امرتسر میں ہوتے تو اچھا ہوتا لاہوری کوئی ہیں۔

﴿تلک امۃ قد خلت﴾ اے بھولو تم ان مقدس ہستیوں کا نام کیوں لیتے ہو تم ان مقبولین بارگاہ الٰہی پر کیوں اتہام باندھتے ہو۔ ہم تو آپ کو اوپر لیجانا چاہتے ہیں تم نیچے یہودیت کی طرف جانا پسند کرتے ہو۔ یہ عقیدہ تمہارا باطل ہے کہ ہم اپنے بڑوں کے طفیل بخشوائے جائیں گے۔ یہ بیہودہ خیال ہے۔ انبیاء کرام کی یہ پاکیزہ جماعت گزر چکی ہے ان کے لئے ان کے اعمال تھے تمہارے لئے تمہارا اعمال، ﴿ولا تسئلون عما کانوا یعملون﴾ اور تم سے ان کے اعمال کے بارے میں نہیں پوچھا جائیگا۔ تم اپنی خیر مناؤ۔